امیر عبدالقادر شاہوانی

شائع کردہ:
بلوچی اکیڈمی کوئٹہ

بخلوص خورسندی کے ساتھ
محترم میر [illegible] صاحب [illegible] کی
خدمت میں۔
عبدالقادر شاہوانی
3/2/79

آئینۂ خاران

مؤلف

اثیر عبدالقادر شاہوانی

ایم اے (سیاسیات)

ناشر

بلوچی اکیڈمی۔ کوئٹہ

(جملہ حقوق بحق بزمی اکیڈمی کراچی محفوظ)

بار اول	۱۹۸۰ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	چالیس روپے
پرنٹر	ماڈرن پرنٹنگ پریس
پبلشر	بزمی اکیڈمی کراچی

انتساب

معصوم خارانیوں کے نام

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱-	انتساب	۵	۱۷-	زرعی پیداوار	۳۳
۲-	دیباچہ	۱۶	۱۸-	گندم	۳۳
۳-	حرف آغاز	۱۹	۱۹-	جواری	۳۴
	جغرافیہ		۲۰-	تربوز	۳۵
۴-	محل وقوع و رقبہ	۲۲	۲۱-	سبزیات	۳۵
۵-	طبعی خدوخال	۲۴	۲۲-	تمباکو	۳۶
۶-	آب و ہوا	۲۵	۲۳-	کپاس	۳۶
۷-	آبادی	۲۵	۲۴-	مکئی	۳۶
۸-	آبادی کی تقسیم	۲۶	۲۵-	میوے	۳۶
۹-	شہری اور دیہی آبادی	۲۷	۲۶-	کھجور	۳۶
۱۰-	زبان	۲۷	۲۷-	انگور	۳۸
۱۱-	ریگستان	۲۸	۲۸-	ترت	۳۸
۱۲-	پہاڑ	۲۸	۲۹-	جنگلات	۳۸
۱۳-	دریا	۲۹	۳۰-	سئی (دگر)	۳۸
۱۴-	آبپاشی	۳۱	۳۱	خنک	۳۹
۱۵-	کورج	۳۲	۳۲	جینگ	۳۹
۱۶	کنوئیں	۳۰	۳۳	چراگاہیں	۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	جنگلی پیداوار	۴۱	۵۷	کرومائیٹ	۴۹
۳۵	جنگلات کی ترقی	۴۱	۵۸	پٹرول	۴۹
۳۶	حیوانات	۴۱	۵۹	صنعت وحرفت	۴۹
۳۷	اونٹ	۴۲	۶۰	اونی دریاں	۵۰
۳۸	بھیڑ بکریاں	۴۴	۶۱	نمدہ	۵۰
۴۰	بیل	۴۴	۶۲	رنگائی	۵۰
۴۱	گھوڑے	۴۵	۶۳	چمڑے کا کام	۵۰
۴۲	گدھے	۴۵	۶۴	لکڑی کا کام	۵۱
۴۳	مرغیاں	۴۶	۶۵	لوہے کا کام	۵۱
۴۴	جنگلی جانور	۴۶	۶۶	سونے چاندی کا کام	۵۱
۴۵	امراض جانوراں	۴۷	۶۷	کاشتکاری اور گلہ بانی	۵۱
۴۶	گردمینج	۴۷	۶۸	تجارت	۵۲
۴۷	کلوک	۴۷	۶۹	ذرائع آمدورفت (مواصلات)	۵۳
۴۸	سینہ پاد	۴۷	۷۰	راستے	۵۴
۴۹	چالڑی	۴۷	۷۱	ڈاکخانے	۵۷
۵۰	جگر کرم	۴۸	۷۲	ٹیلی فون	۵۷
۵۱	پلنگ	۴۸	۷۳	تار گھر	۵۸
			۷۴	انتظامیہ	۵۹
۵۲	خونک	۴۸	۷۵	عدلیہ	۶۰
۵۳	معدنیات	۴۸	۷۶	سرکاری منتظمین	۶۱
۵۵	نمک	۴۸	۷۷	تعلیم	۶۳
۵۶	سرمہ	۴۹	۷۸	پولیس	۶۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٧٩	صفائی و فراہمی آب	٦٣
٨٠	جیل	٦٤
٨١	پولیس	٦٥
٨٢	خزانہ	٦٥
٨٣	سروے	٦٥
٨٤	قرضہ تقاوی	٦٦
٨٥	مالیہ	٦٨
٨٦	مشہور مقامات	٧٠
٨٧	خاران	٧٠
٨٨	امرگشت	٧١
٨٩	بسیمہ	٧١
٩٠	واشک	٧٢
٩١	خاران کی اہمیت	٧٢
	تاریخ	
١	خاران کا اصل نام	٧٥
٢	ابتدائی تاریخ	٧٨
٣	خاران قبل از مسیح	٧٨
٤	خاران قبل از اسلام	٧٨
٥	خاران کی جداگانہ حکومت	٧٩
٦	خاران پر عربوں کا قبضہ	٧٩
٧	چنگیزی حملہ	٨٠
٨	خاران تیموری سلطنت میں	٨١

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٩	نوشیروانی خاندان	
١٠	امیر عباس اول	٨١
١١	امیر عباس تیمور کے مقابلوں میں	٨٢
١٢	امیر عباس کا قتل	٨٢
١٣	امیر تیمور کی پشیمانی	٨٣
١٤	ملک دوستین	٨٣
١٥	براہوئی گان جنگ میں	٨٤
	ملک دوستین کا کردار	٨٤
١٦	مفتوحہ علاقوں میں	
	خارانی قبائل کا حصہ	٨٥
١٧	قبیلہ زہری سے شجے کا بدلہ	[illegible]
١٨	ملک پردل	[illegible]
١٩	وسیع تر خاران	[illegible]
٢٠	کوہ نور ہیرے کا حصول	[illegible]
٢١	قصہ ہیرے کی فروخت کا	[illegible]
٢٢	نادر شاہ کا حملہ	[illegible]
٢٣	نادر شاہ کا دوسرا اور تیسرا حملہ	[illegible]
٢٤	پردل خان کی جیت	[illegible]
٢٥	ایران کا خاران پر حملہ	[illegible]
٢٦	جب ایک بیوہ نے پردل خان کی غیرت کو ابھارا	[illegible]

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۸	خدمت گاروں پر عنایات	۹۳
۲۹	ایرانی تباہکاریوں سے بیشتر	۹۳
۳۰	نادر شاہ کی معافی	۹۴
۳۱	نادر شاہ کی امداد	۹۵
۳۲	پردل خان کی وفات	۹۵
۳۳	میر شہداد	۹۶
۳۴	نصیر خان اول کا خاران پر حملہ	۹۷
۳۵	میر دولت خان کی سرداری	۹۷
۳۶	میر عباس دوم	۹۸
	میر جہانگیر	۹۹
۳۷	خداداد ان کی جاگیر کا عطیہ	۹۹
۳۸	کرب پر ایرانی قبضہ	۱۰۰
۳۹	سلطان مسقط کی امداد	۱۰۰
۴۰	کرواہ کے میرواڑیوں سے جنگ	۱۰۰
۴۱	مالیہ کی وصولی کے اختیارات	۱۰۱
۴۲	لازمی عسکری خدمت	۱۰۱
۴۳	افغانستان کو خراج	۱۰۲
۴۴	میر عباس سوم	۱۰۲
۴۵	اندرون وطن آتش بغاوت	۱۰۲
۴۶	زہری قبیلہ کی یلغار	۱۰۳
۴۷	یوسف خان کا قتل	۱۰۳
۴۸	مصالحت	۱۰۳
۴۹	سردار آزاد خان	۱۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	قبائل کی سرکوبی	۱۰۵
۵۱	سنجرانی قبیلہ سے عوضانہ	۱۰۵
	ایرانی قبائل کی سرزنش	۱۰۶
۵۲	زرعی نظام کا مستقل رواج	۱۰۸
۵۳	زرعی مراعات	۱۰۹
۵۴	مالیہ کی ادائیگی سے مستثنےٰ خاندان	۱۰۹
۵۵	تکاوی قرضے	۱۱۰
۵۶	لتراہ اور معافیاں	۱۱۰
	مقررہ مالیہ اور ٹیکس	۱۱۰
	گھ یا چراگاہ ٹیکس	۱۱۰
۵۷	زرشہ	۱۱۱
۵۸	افغانستان کو خراج دینے کے لئے اجتماعی ٹیکس	۱۱۱ ۱۱۲
۵۹	محصول چنگی	۱۱۲
	زرعی اصلاحات	۱۱۳
	میر نوروز سے نفرت	۱۱۳
۶۰	خان محراب خان شہداد سے بگاڑ	۱۱۴
۶۱	میر محراب خان کا آزاد خان کے نام پیغام	۱۱۵
۶۲	نصیر خان دوم آزاد خان کی پناہ میں	۱۱۶
۶۳	آزاد خان نے پیاگیر کو داماد بنایا	۱۱۷
۶۴	میر نصیر خان کی تخت نشینی	۱۱۸
۶۵	کے لئے مساعی اور کامیابی	
۶۶	سینگل اور سنجرانیوں کی لڑائی	۱۱۹
۶۷	خداداد خان کی دست درازیاں	۱۲۰
۶۸	شیر زال عنبر بہ استقلال	۱۲۱

پنجگور کی جاگیر پر قبضہ — ١٢١

٦٩ افغانستان سے تعلقات — ١٢٢

٧٠ دوسری افغان جنگ — ١٢٣

٧١ میر نوروز خان کا پنجگور پر حملہ — ١٢٣

٧٢ خدا بادان کی جنگ — ١٢٤

٧٣ شہزادہ محمود خان کا پنجگور پر حملہ — ١٢٤

سردار خاران کی انتقامی کارروائیاں — ١٢٥

٧٤ انگریزوں کی موقع پرستی — ١٢٥

٧٥ خدائیداد خان کا سہ طرفہ حملہ — ١٢٥

قلعہ بلخ کا انہدام — ١٢٦

٧٦ بوجھ خان نوشیروانی کا — ١٢٧

٧٧ خاران پر قبضہ

٧٨ سردار آزاد خان کی واپسی — ١٢٨

٧٩ سردار محمد خان شاہوانی کے — ١٢٨

٨٠ نام خط

٨١ اور انگریز نائب نیا — ١٢٩

٨٢ خاران میں کرسی کی تقریب — ١٣٠

سردار آزاد خان کا نیا دور — ١٣٢

٨٣ انتظامی عسکری حال کی تفصیل — ١٣٢

٨٤ مقرر کردہ اجرتیں — ١٣٤

٨٥ اصلاحی اور ترقیاتی کام — ١٣٧

٨٦ افغان باؤنڈری کمیشن کی امداد — ١٣٩

٨٧ اور روس کا صلح — ١٤٣

٨٨ روس افغان حد بندی — ١٤٣

سردار خان کے آخری ایام

سردار آزاد خان کی شخصیت

٨٩ آزاد خان مستشرقین کی نظر میں — ١٤١

سردار آزاد خان کی صحیح تصویر — ١٤١

سردار آزاد خان کے متعلق — ١٤٢

٩٠ کہاوتیں — ١٤٣

٩١ سردار میر نوروز خان

٩٢ میر عظیم خان کی مختصر سی حکومت — ١٤٦

عظیم خان کی ایرانی قبائل سے ساز باز — ١٤٦

٩٣ عظیم خان اور ایرانی قبائل کی سرکوبی — ١٤٦

٥٤ میر عظیم خان کی معافی — ١٤٧

٩٥ ایک ہولناک سازش کا نتیجہ — ١٤٧

٩٦ بی بی ... کی شیر زالی — ١٤٨

٩٧ میر عظیم خان کا قتل — ١٤٩

٩٨ عظیم خان کے قاتل کا انجام — ١٥٠

٩٩ میر عظیم خان کی شخصیت — ١٥٠

١٠٠ ایران اور خاران کی سرحد بندی — ١٥١

١٠١ معاہدہ نامہ — ١٥٣

١٠٢ ریاست کے ذرائع آمدنی — ١٥٦

١٠٣ محصول اور ٹیکسوں کی شرح — ١٥٧

١٠٤ عسکری دستے — ١٥٩

١٠٥ میر نوروز خان کے خطابات — ١٦٠

١٠٦ رفاہ عامہ — ١٦٢

میر نوروز خان کی شخصیت اور وفات — ١٦٥

١٠٧ سردار میر محمد یعقوب خان — ١٦٧

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۰۸	انگریزوں سے معاہدہ	۱۶۷
۱۰۹	حکومت ہند سے ناچاقی	۱۶۹
۱۱۰	مصالحت کی کوشش	۱۶۹
۱۱۱	امیر کابل سے قربت	۱۷۰
۱۱۲	انگریزوں کی سازش اور یعقوب خان قتل	۱۷۰
۱۱۳	میر یعقوب خان کی شخصیت	۱۷۲
۱۱۴	نواب امیر محمد حبیب اللہ خان تجبر ۱۱ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء	۱۷۳
۱۱۵	دستار بندی	۱۷۴
۱۱۶	حسن خان نوشیروانی کی بغاوت	۱۷۴
۱۱۷	محسن سردار کا پہلا جرگہ	۱۷۴
۱۱۸	میر امیر خان اور اس کے لڑکے کا انجام	۱۷۵
۱۱۹	پہلی جنگ عظیم میں نواب کا کردار	۱۷۵
۱۲۰	نورا مینگل کی گرفتاری	۱۷۶
۱۲۱	انگریزی خطابات	۱۷۹
۱۲۲	میر کیا خان ریکی کی زیادتی	۱۷۹
۱۲۳	افغانستان سے تعلقات	۱۸۰
۱۲۴	خان اعظم جان کے [illegible]	۱۸۰
۱۲۵	وائسرائے ہند کے دربار میں شرکت	۱۸۱
۱۲۶	سمگلنگ کی روک تھام	۱۸۱
۱۲۷	مزید قیمت مالیہ لینے کی مخالفت	۱۸۲
۱۲۸	گورچک کا تنازعہ	۱۸۲
۱۲۹	انگریز سرکار کی دورنگی چال	۱۸۳
۱۳۰	گمشبند پر شبخون	۱۸۴
۱۳۱	خاران پر سہ طرفہ حملہ	۱۸۴
۱۳۲	ریاست خاران کی علیحدہ	۱۸۶
۱۳۳	عبدالکریم شورش کا واویلا	۱۸۷
۱۳۴	میر شہباز خان کی بغاوت	۱۸۸
۱۳۵	سردار تجا سنگھ کا قتل	۱۸۸
۱۳۶	ریاستوں کے متعلق مسلم لیگ کا اعلان	۱۹۰
۱۳۷	برطانوی سامراج سے آزادی کی کرن	۱۹۰
۱۳۸	مجوزہ معاہدہ	۱۹۱
۱۳۹	قبائل کی مشترکہ قرارداد	۱۹۳
۱۴۰	مجوزہ آئین	۱۹۳
۱۴۱	دربار خاران کے ارکان	۱۹۴
۱۴۲	خان قلات کی جھنجلاہٹ	۱۹۴
۱۴۳	آزادی خاران کا خواب	۱۹۶
	شرمندہ تعبیر ہوا	۱۹۶
۱۴۴	قلات سے بدظنی کی انتہا	۱۹۶
	پاکستان ... الحاق	۱۹۷
۱۴۵	[illegible] ۱۲ استقلال	۱۹۷
۱۴۶	نوابزادہ محمد خان کی جانشینی	۱۹۸
۱۴۷	نواب صاحب کو قرضہ اور ترقی کی ہدایات	۱۹۸

۱۴۸	اسلحہ اور عسکری و انتظامی عملہ	۱۹۹
۱۴۹	بلوچ خان کی جانشینی کی سفارش	۲۰۲
۱۵۰	خاران ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں	۲۰۳
۱۵۱	ریاستہائے متحدہ کے تحت مراعات	۲۰۳
۱۵۲	ڈپٹی کمشنر خاران کی مخالفت	۲۰۴
۱۵۳	ایجنٹوں کی مخالفت	۲۰۵
۱۵۴	نواب صاحب کی عدالت میں طلبی	۲۰۵
۱۵۵	نواب صاحب کا جواب	۲۰۵
۱۵۶	ریاستی کارندوں سے بیزاری	۲۰۶
۱۵۷	نواب صاحب کے خلاف ہمہ گیر سازش	۲۰۷
۱۵۸	خاران وحدانی حکومت کے ساتھ	۲۰۸
۱۵۹	میر بلوچ خان مغربی پاکستان اسمبلی میں	۲۰۸
۱۶۰	ترقیاتی اور اصلاحی امور کا اجراء	۲۰۹
	اہم واقعات	۲۱۰
۱۶۱	جبر اور بخشش	۲۱۱
	نوشیروانی خاندان کے جائداد کی تقسیم	۲۱۱
	وزیر کی نصیحت	۲۱۱
	جائداد	۲۱۲

آثار قدیمہ

۱	گبر بند	۲۲۵
۲	گنبد	۲۳۰
۳	گنبد نوشیروان	۲۳۲
۴	نوروز آباد کے گنبد	۲۳۴
۵	گنبد ایری کلگ	۲۳۴
۶	گنبد نوروزی	۲۳۴
۷	۳۹ دیگر گنبد	۲۳۵
۸	قدیم کاریزات	۲۳۸
۹	قدیم شہر یا ٹیلے	۲۴۰
۱۰	خاران کے قلعے	۲۴۴
۱۱	قلعہ خاران	۲۴۵
۱۲	کوشان و قلات	۲۴۸
۱۳	قلعہ شیرزہ	۲۴۹
۱۴	نوروز قلات	۲۵۰
۱۵	قلعہ شاہنہ	۲۵۱
۱۶	قلعہ گوربیک	۲۵۱
۱۷	قلعہ جھاوار	۲۵۱
۱۸	۳۶ دیگر قلعے	۲۵۲
۱۹	دفاعی مورچے یا گٹی	۲۵۵
۲۰	کتبے	۲۵۶
۲۱	قبائل	۲۶۰
۲۲	نوشیروانی	۲۶۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳	مکران کے نوشیروانی	۲۶۲	۴۳	مسیتان زئی	۳۰۷
۲۴	بلوچ خان نوشیروانی	۲۶۳	۴۴	ریجاڑی	۳۰۷
۲۵	افغانستان کے نوشیروانی	۲۶۴	۴۵	طوقی	۳۰۸
۲۶	ایران کے نوشیروانی	۲۶۵	۴۶	واشکی	۳۰۸
۲۷	شجرہ نوشیروانی خاندان بمطابق ہتورام	۲۶۶	۴۷	سادات	۳۱۰
			۴۸	شتے	۳۱۲
۲۸	شجرہ نوشیروانی قبیلہ بمطابق روایات	۲۶۸	۴۹	نقیب	۳۱۴
			۵۰	غلام	۳۱۵
۲۹	قمبرانی	۲۶۹	۵۱	سرستاڑی	۳۱۶
۳۰	بالازئی	۲۷۷	۵۲	سرگلزئی	۳۱۷
۳۱	سیاہ پاد	۲۸۶	۵۳	حاجی زئی	۳۲۰
۳۲	کبدانی	۲۹۳	۵۴	متفرق طائفے رشاہرانی غلزئی۔ بڑیچ۔ سالانی۔ پرکانی مینگل۔ غنگ زئی وغیرہ	۳۲۲
۳۳	محمد حسنی	۲۹۵			
۳۴	ہاروتی	۲۹۷			
۳۵	ریکی	۲۹۹	۵۵	وادی رخشان کے طائفے	۳۳۲
۳۶	نوتزئی	۳۰۰	۵۶	ہندو	۳۲۶
۳۷	شہر	۳۰۲	۵۷	ایرانی بلوچستان کے بلوچ قبائل	۳۳۲
۳۸	پیرکزئی	۳۰۳	۵۸	۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے تحت	۳۳۵
۳۹	ممو بیہ	۳۰۳	۵۹	خاران کے قبائل کی آبادی	-
۴۰	امیراڑشی	۳۰۴	۶۰	شجرہ اقوام بلوچ	۳۳۷
۴۱	ہوتکاڑی	۳۰۴			
۴۲	عیسے زئی	۳۰۶			

ثقافت

۱	تہذیب و تمدن	۳۲۱
۲	رہائش	۳۲۳
۳	لباس	۳۲۳
۴	خوراک	۳۲۵
۵	من بھاتا کھانا	۳۲۹
۶	قحط سالی کے دوران خوراک	۳۵۲
۷	ازدواجی زندگی	۳۵۲
۸	رسومات پیدائش ۔ سنت	۳۵۳
۹	بچاؤ کی رسومات	۳۵۷
۱۰	فاصلے	۳۵۸
۱۱	معیاری اوزان و پیمائش	۳۵۸
۱۲	اوقات کاشت و برداشت	۳۵۹
۱۳	وزن	۳۵۹
۱۴	کرنسی	۳۶۰
۱۵	وقت	۳۶۲
۱۶	حفظ مراتب	۳۶۲
۱۷	شادی	۳۶۴
۱۸	میار	۳۶۴
۱۹	انتقام	۳۶۵
۲۰	خون بہا	۳۶۵
۲۱	عزت کا تحفظ	۳۶۶
۲۲	حال و احوال	۳۶۶
۲۳	مہمان نوازی	۳۶۶
۲۴	نام اور القاب	۳۶۷
۲۵	ہندوؤں کی رسومات	۳۶۹
	منگنی ۔ شادی ۔ ڈاج ۔ برسی	
	کھیلیں	
۲۶	اعتقادات	۳۷۹
۲۷	توہمات	۳۸۵
۲۸	قدیم شعراء	۳۹۵
۲۹	جدید شعراء	۳۹۸
۳۰	چیستان	۴۰۶
۳۱	تاریخی نظمیں	۴۱۰
۳۲	نادر شاہ ءِ جنگ	۴۱۰
۳۳	کنگ	۴۱۱
۳۴	حلِ شیئر و واقع راغنے خزان	۴۲۷
	کتابیات	۴۳۱
	نقشے	
۱	نقشہ خاران	۲۱
۲	نقشہ خاران	۲۲
	تصاویر	
۱	گنبد نوشیروان گلوگہ	
۲	گنبدوں پر منقش نشانات	
۳	گنبدوں کے اندر کی کھوپڑیاں	
۴	قلعہ خاران کا اندرونی منظر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲	گنبدوں پر منقش نشانات	
۳	گنبدوں کے اندر کی کھوپڑیاں	
۴	قلعہ خاران کا بیرونی منظر	
۵	قلعہ خاران کا اندرونی منظر	
۶	ٹیلے	
۷	جامع مسجد خاران	
۸	دل آرام (اقامت گاہ سابق نواب خاران)	
۹	سردار میر نوروز خاران کے سی آئی اسی	
۱۰	جنرل ڈائر اور سرحدی معتبرین خاران	
۱۱	میر کیا خان ریکی	
۱۲	نواب امیر حبیب اللہ خان	
۱۳	نواب میر حبیب اللہ خان مع فرزندان	
۱۴	حاجی میر گلیان نوتزئی (ریکی)	
۱۵	سابق ریاست خاران کے	
۱۶	آخری نواب کا مونوگرام	
۱۷	واشک کے بازار	
۱۸	نائب محمد رفیق تیگی	
۱۹	محمد نصیر کیدانی	
۲۱	مولوی محمد قاسم عینی	
۲۲	ماسٹر عبدالصمد کیدانی	
۲۳	کتابیات	

دیباچہ

جولائی کے دن تھے اور گرمیاں بھی اپنے جوبن پر تھیں، میں نیا نیا خاران گیا تھا اور اسی طرح میرے ایک اور ساتھی بھی مستونگ جیسی سرسبز و شاداب وادی سے خاران کے گرم صحرا میں تبدیل کر دئے گئے تھے، دوپہر کو گرمی کی تاب نہ لاکر فوراً اس کے منہ سے ایک آہ کے ساتھ یہ الفاظ نکلے:

"خداوند عزوجل نے جب بابا آدم کو گندم کا ایک دانہ کھانے پر "خار" سے جنت بدر کر کے جس سرزمین پر بھیجا تھا، وہ خاران ہی کا خطہ ہے، جو خار کی نسبت سے خاران موسوم ہوا"

میرے اس لکھے پڑھے نوجوان دوست نے اگرچہ گرمی سے تنگ آکر اضطرار کے عالم میں یہ بات کہی تھی، لیکن اس کا مجھ پر اتنا شدید اثر ہوا کہ میں نے اس کی اس بات میں کافی دلچسپی محسوس کی اور اس سے اس کی اس دلیل کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا کہ "خار" براہوئی میں "ضد" اور خاران "ضد سے" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یوں بھی یہ صحیح ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں اگر کوئی افسر اپنے کسی ماتحت سے ناراض ہو تو وہ "خار" سے اسے خاران تبدیل کر دیتا ہے۔ میرا یہ دوست بھی اپنے افسروں کی خار کی زد میں آکر خاران کے ویران و لق و دق علاقہ میں پھینک دیا گیا تھا۔

جب میں نے اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کیا اور چھان بین کی تو معلوم ہوا

کہ بابا آدم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں "سراندیپ" کی سرزمین پر پھینکا دیا گیا تھا، جبکہ سراندیپ کی مناسبت سے خاران میں "سرندہ" کے نام سے ایک خانقاہ بھی موجود ہے جو غالباً سراندیپ سے بگڑتے بگڑتے سرندہ بن گئی اور یہی وہ مقام ہے جسے سرزمین سراندیپ کہتے ہیں، جسے خداوند قہار و جبار نے اپنی خارہ سے آدم کی سزا کے لئے مناسب سمجھا تھا۔

ان انکشافات نے میرے دل میں اس سرزمین کی محبت وعظمت موجزن کردی اور مجھے اس خطہ کی سوانح مرتب کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ میں نے گرمی اور کڑی دھوپ میں پیدل چل کر ریگستانوں اور کوہستانوں میں قدیم آثار کی تلاش شروع کردی، چٹانوں پر کندہ کتبوں، دیوہیکل گیر بندوں پر اسرار گنبدوں، طویل و عریض پرانے شہروں کے ٹیلوں اور کاریزات وغیرہ کے آثار کو چھان مارا اور روایات اور تاریخی یادداشتوں کو یکجا کر کے اس خطہ سے متعلق ملک کے مختلف رسائل و اخبارات میں مضامین لکھ بھیجے جو بے حد پسند کئے گئے اور جن سے میری حوصلہ افزائی بھی ہوئی۔

چنانچہ چند مہربان دوستوں کی فرمائش پر میں نے خاران کے حسن کی بہار دوسروں کو دکھانے کے لئے تاریخی مواد کو جمع کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں ریاست خاران کے زمانہ کے دفتر کو چھان مارا لیکن وہاں سے کوئی خاص مواد حاصل نہیں ہو سکا جس کے بارے میں بتایا گیا کہ الحاق پاکستان کے موقع پر تمام ضروری اور اہم دستاویزات ادھر ادھر ہو کر ضائع ہو گئی تھیں۔ اسی طرح ملک کی لائبریریوں میں خاران کے بارے میں مستند کتابوں کی تلاش میں کئی اہم اور مشہور اداروں سے رابطہ قائم کیا لیکن وہاں سے بھی مایوسی ہوئی چنانچہ مقامی روایات اور تاریخی حکایات کو چند ایک تاریخی کتابوں میں مندرج واقعات کے ساتھ ملا کر یہ کتاب لکھنے کی سعی کی ہے۔ جو نہ صرف "تاریخ" نویسی میں میری پہلی کوشش ہے بلکہ میرے اردو لکھنے کی ابتداء بھی یہی ہے۔ اس لئے میں

خود نہیں جانتا کہ میں نے اس پرُخار میدان میں کتنی کامیابی حاصل کی ہے۔ مجھے اس بات کا احساس ضرور ہے کہ میں تمام روایات و واقعات کو یکجا نہیں کر سکا۔ اس میں چاہتا ہوں کہ پہلے ایڈیشن کو پڑھنے کے بعد معزز قارئین مجھے اپنی قیمتی آراء اور معلومات سے آگاہ کریںگے تاکہ باستانی بر خاران کے متعلق اس اہم اور اولین کتاب کو ہر طرح سے جامع اور دلچسپ بنا سکوں۔

اس کتاب کے ترتیب میں جن معزز حضرات نے میرے ساتھ مدد یا حوصلہ افزائی کی ان میں نوابزادہ میر شیر علی خان زنجیروانی۔ میر عبدالغیاث زنجیروانی میر فیروز خان سنجرانی، میر غلام نبی بلوچ (رخشکو۔) میر تاج محمد رند ڈاکٹر تاج محمد حسنی۔ میر علی اکبر بادل زئی، میر شہباز خان قمبرانی۔ ڈاکٹر محمد عثمان بادینی رزشکی اور رسول بخش محمد حسنی۔ میر مراد بخش تائب اور ماسٹر عبدالرحمان شیخ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے خاران میں میرے بارہ سالہ قیام کے دوران میں ہمیشہ مجھے یہ کتاب مکمل یہ کتاب مکمل کرنے کی ترغیب دی۔ اور اپنی معلومات اور یاداشتوں سے استفادہ کا موقع فراہم کیا۔

آخر میں میں ملک محمد پناہ صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پہ نظرثانی فرمائی۔ مجھے اپنے نیک اور بامقصد مشوروں سے نوازا اور میری ناچیز خدمات کے سلسلے میں اس کتاب کا پیش لفظ تحریر فرمایا۔

شال

۲۳ رجون ۱۹۸۹ء

اشیر عبدالقادر شاہوانی

حرفِ آغاز

زیرِ نظر تالیف "آئینہ خاران" سرزمین بلوچستان کے ایک فرزند اثیر عبدالقادر شاہوانی کی تحقیقی کاوشوں کا ثمر ہے، جسے انہوں نے بسلسلۂ ملازمت خاران میں کئی برسوں کے طویل قیام کے دوران میں ترتیب دیا۔ اس میں صرف خاران کی تاریخ اور اس کا جغرافیہ بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بہت سی تہذیبی، ثقافتی، ادبی اور قبائلی معلومات و روایات بھی یکجا کر دی گئی ہیں۔ جن کی بدولت موجودہ دور میں حقیقت حال کے متلاشیوں کو خاطر خواہ مواد فراہم ہو سکتا ہے۔

اہل علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ دنیا بھر میں علم تاریخ پر جتنا مواد موجود ہے، وہ تمام کا تمام عظیم الشان سلطنتوں کے بانیوں اور فاتح سلاطین کی شخصیتوں کے کارناموں پر مشتمل ہے

چونکہ بلوچستان کا خطۂ زمین، ان طبعی خصوصیات سے محروم رہا ہے جو مستقل طور پر کثیر انسانی آبادی کو معاشی وسائل مہیا کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ اس لئے یہاں کے باشندے اپنی سرزمین پر کسی ایسی عظیم اور پائندار سلطنت کی بنیاد نہیں رکھ سکے۔ جو عہد رفتہ کی سلطنتوں کی طرح اصحاب علم و فن کا مرکز بنتی اور وقت کے مؤرخ حضرات اس کی کوئی مربوط و مفصل تاریخ آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوشش بسیار کے باوجود آج کے روشن دور میں بھی بلوچستان کی قدیم تاریخ پر عدم استناد کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور تا حال کوئی متفق علیہ نظریہ قائم نہیں ہو سکا۔

ایسی صورت حال کے ہوتے ہوئے مؤلف سے کسی "حرف آخر" قسم کی توقع بجا نہیں، البتہ جو لوگ خاران کے متعلق کچھ نہیں جانتے یا بہت کم جانتے ہیں، ان کے لئے اس میں بہت کچھ موجود ہے اس سے متوسط دور کے خاران کی نمایاں نقوش دیکھنے کے علاوہ مابعد آزادی کے اثرات کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے، نیز مستقبل کے خوش آئند امکانات کا تجزیہ بھی بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی امور تالیف ہٰذا کی اشاعت اور مؤلف کی تحقیقی کاوشوں کی ستائش کا جواز بنتی ہیں۔

محمد بناد
وائس چیرمین بلوچی اکیڈمی کوئٹہ
مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۸ء

خاران

حدود اربعہ

خاران

دریا اور پہاڑ

جغرافیہ

کسی علاقے کی تاریخ وہاں کے جغرافیائی ماحول کی رہینِ منت ہوتی ہے۔ پہاڑ۔ دریا۔ ریگستان، میدان اور جنگلات قوموں کے کردار پر گہرے اثرات ثبت کرتے اور کسی قوم کو مجموعی طور پر بہادر، جفاکش اور مہم جو بنانے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح پیداوار کی افراط اور تفریط قوموں کو ساکن اور متحرک بناتی ہیں۔

دُنیا کی تاریخ جنگ و جدل کی نہ ختم ہونے والی داستان ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان جنگوں کے درپردہ بھی جغرافیائی عوامل موجود رہے ہیں۔

لہٰذا کسی قوم کے مزاج کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کی بود و باش، تہذیب و ثقافت اور ماحول سے مکمل واقفیت حاصل کی جائے جس طرح ماحول نے ماضی میں دُنیا کی قوموں کی تاریخ کو بنایا ہے اسی طرح آج کل کے بدلتے ہوئے حالات میں بھی جغرافیائی عوامل اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

محلِ وقوع اور رقبہ

خطۂ خاران ۲۵ و ۲۹ اور ۱۳ و ۲۹ عرض بلد اور ۴۹ و ۶۲ سے ۴۴ و ۶۴ طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۱۸۵۵۳ مربع میل ہے، خاران کو شمال میں کوہ راس ضلع چاغی سے اور جنوب میں سلسلۂ کوہ سیاہان اور وادیٔ رخشان پنجگور (مکران) سے علیحدہ کرتے اور مشرق میں گرک کی پہاڑیاں، جھالاوان، گِدر، سوراب، رددین جو اور دشتِ گوران کی وادیاں (ضلع قلات) سے جُدا کرتی ہیں اس کے مغرب میں ایرانی بلوچستان واقع ہے (جس کی حد بندی ۱۹۵۹ء میں شمال میں گورانی اور جنوب میں کوہکے کی گئی ہے۔

طبعی خدوخال

خطۂ خاران ایک بے ترتیب وسیع چوکور نما میدان کی شکل میں، دو سو میل طویل اور چالیس سے اسی میل تک عریض ہے جو سطحِ سمندر سے شمال مشرق کی طرف دو ہزار پانچ سو فٹ اور جنوب مغرب کی طرف ایک ہزار چھ سو فٹ بلند ہے۔ لیکن یہاں پہاڑوں کے سلسلے بھی ہیں، جو اس کو مشرق جنوب، اور شمال کی طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، اسی لئے اردگرد کے پہاڑوں کا پانی دریا اور ندیوں کی صورت میں بہہ کر ایک کھلے میدان میں خلیج سی بنا لیتا ہے، چونکہ اس پانی کو سمندر کی طرف کوئی راستہ نہیں ملتا، لہٰذا، سیلاب کا یہ پانی یا تو ایک نشیبی مقام پر جمع ہو جاتا ہے، جسے "ہامون" کہتے ہیں یا ریت کے چھوٹے چھوٹے حوضوں میں رُک جاتا ہے، جنھیں "ناوڑ" کہا جاتا ہے۔

پتھریلی ریت کے ذرّات جو پہاڑ کے دامن سے سیلاب میں بہہ کر میدانوں میں بکھر جاتے ہیں، وہ ریت کے ٹیلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور کہیں یہ پتھریلی ریت میدانوں میں دریاؤں کے بالائی کناروں پر جمع ہو کر حد بندی کا کام دیتی ہے۔ اکثر یہ پیہم سیلابوں کی وجہ سے بہت سے لمبے ریگستانی رقبے میں پھیل کر ایک پتھریلے میدان کی تشکیل دیکھنے میں مماثلت ہوتی ہے۔ چونکہ ان ذرات میں لوہے کے مرکب کی آمیزش ہے: اسلئے

ن سے آکسیجن گذرنے کی وجہ سے ان کی بالائی سطح کا رنگ سیاہ ہوگیا ہے! جس سے میدان
ی شکل بھی سیاہ ہوکر رہ گئی ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے ان میدانوں کو "سیاہ موش پٹ"
ہا جاتا ہے۔

خاران کے مختلف علاقوں پر مشتمل دور تک ایک لمبے حصے میں ریگستانی ندیاں واقع ہیں
ز علاقہ کے درمیان ہوں ماشکیل کے مغرب اور "گر" کی پہاڑیوں کے مشرق میں
ہتی ہیں۔ لیکن درمیان میں پہنچ کر دریائے بڈو کے سنگم پر دو حصوں میں تقسیم ہوجاتی
ہیں اور پھر یہاں سے "منادڑوں" کا طویل سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ عام طور پر اس حصہ کو "ریگستان
بلٹ" کہا جاتا ہے۔ ریت کے اکثر بھاری بھاری ڈھیر واشک اور حرماگنے کے درمیان
واقع ہیں، جن سے گذرنا مشکل ہے۔ ریگستان کا سلسلہ واشک کے مغرب اور دریائے ماشکیل
کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے، ان میں سب سے بڑا ریگستان "مزن پٹ یا مزن تھل" ہے جو دریا
کے مغرب اور ریتلی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔ اور کوہ سیاہان کے مغربی سرے تک
پھیلا ہوا ہے۔

آب و ہوا

خاران میں بارش بہت کم ہوتی ہے، بارش کا موسم جنوری سے مارچ تک رہتا ہے۔
یہاں بارش کی سالانہ اوسط نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہاں کی ہوا خشک ہے اور سال بھر آندھیاں
چلتی رہتی ہیں۔ گرم ہوائیں، جنہیں "لوار" کہا جاتا ہے، انسانوں، حیوانات اور نباتات کو تباہ
کردیتی ہیں، لہٰذا اس موسم میں دن کے وقت سفر کرنا محال ہوتا ہے۔ موسم گرما میں درجۂ حرارت
۱۱۵ - ۱۱۰ فارن ہیٹ اور سردیوں میں ۰ درجے تک پہنچ جاتا ہے، لیکن راتیں ہمیشہ سرد ہوتی
ہیں۔

آبادی

خاران کی موجودہ آبادی پچھتر ہزار افراد پر مشتمل ہے، ظاہر ہے کہ اتنے وسیع رقبہ کے مقابلے

میں یہ آبادی بالکل ہیچ ہے۔ کم آبادی کی وجہ اس خطہ کی زرعی' اقتصادی اور معاشی زبوں حالی
رہی ہے۔ آبادی کا یہ تناسب چار کس فی مربع میل ہے' یعنی آبادی کے لحاظ سے خطہ خاران پاکستان
میں سب سے کم آباد ہے۔

سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق خاران میں ۲۲،۵۳۰ مرد اور ۱۹،۸۸۵ عورتیں
ہیں' جن میں ۸۴' اقلیت یعنی ہندو بھی شامل ہیں۔ مجموعی آبادی میں سے ۹،۹۹۰ مرد اور
خواتین شادی شدہ اور ۱۲،۳۴۳ مرد' ۹،۴۲۰ عورتیں غیر شادی شدہ ہیں۔ ان کے علاوہ
خواتین بیوہ اور ۴۸۴ مرد رنڈوے ہیں

گذشتہ ساٹھ سال کی آبادی بالترتیب حسبِ ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۱۱ء	،	۲۲،۶۶۳
سنہ ۱۹۲۱ء	،	۲۷،۷۳۸
سنہ ۱۹۳۱ء	،	۳۴،۰۳۵۸
سنہ ۱۹۴۱ء	،	۳۳،۸۳۲
سنہ ۱۹۵۱ء	،	۵۴،۵۷۳
سنہ ۱۹۶۱ء	،	۴۲،۴۸۳
سنہ ۱۹۷۱ء	،	۷۵،۰۰۰

آبادی کی متقیم

اس علاقے کی آبادی کبھی لاکھوں میں تھی' لیکن ۱۷۶۳ء اور ۱۸۰۹ء کی قحط سالی
یہاں کی آبادی کو ہلمند' ایران' افغانستان اور سندھ میں منتشر کر دیا۔ اس کے علاوہ
اور سنہ ۱۹۶۱ء کے درمیانی دس سالوں کے دوران آبادی میں ۲۲،۱۵ فیصد کمی کی وجہ
قحط سالی ہے اور ۱۹۷۱ء کی آبادی میں اضافہ یہاں پر ذرائع روزگار کی فراہمی پر
ہے۔

شہری اور دیہی آبادی

قصبوں اور دیہی آبادی کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

آبادی		۱۹۵۱ء	۱۹۶۱ء
شہری	،	۵٬۵۸۹	۵٬۳۳۰
دیہی	،	۵۱٬۹۸۴	۳۹٬۱۵۳
میزان	،	۵۷٬۵۷۳	۴۴٬۴۸۳

سال ۱۹۶۱ء میں خاران اور خدابادان کے قصبوں کو شہری علاقہ قرار دیا گیا، جس کی وجہ سے اس خطہ کی شہری آبادی میں ۱۹۵۱ء کے مقابلہ میں ۱۹۶۱ء میں ۵ء۴۲ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جس سے علاقہ میں آبادی کے منتشر ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اس نقل مکانی کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو دیہات کی نسبت قصبوں میں تعلیم، دستکاری، مزدوری اور ملازمت کی بہتر سہولیات میسر رہیں۔

زبان

مقامی زبانوں میں رخشانی (مغربی بلوچی) ممتاز اور مشہور زبان ہے، جو پورے خطہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن خاران کے شمال مشرقی حصے میں 'رخشان' حرملگے اور سراوان کے گرد و نواح کے لوگ براہوی (وسطی بلوچی) زبان بولتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق خطۂ خاران میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کی تفصیل یہ ہے۔ ۵

۱۔ رخشانی (مغربی بلوچی) ، ۳۳٬۲۰۴
۲۔ براہوی (وسطی بلوچی) ، ۹٬۰۱۱
۳۔ سندھی (لسبولی سرائیکی) ، ۸۸
۴۔ پشتو ، ۵۲
۵۔ پنجابی ، ۹۳

۶- اردو	،	۲۹
۷- فارسی	،	۴
۸- بنگالی	،	۲
۹- گونگے اور بہرے	،	۵۲

شمارہ ۳ تا ۸ وہ اشخاص ہیں، جو ملازمت یا تجارت کے سلسلے میں اور عارضی طور یہاں مقیم ہیں۔ ان کے علاوہ مجموعی آبادی میں ۱۴۰ اشخاص اندھے ہیں۔ ۱۹۷۱ء کی مردم میں اس طرح کی تفصیل نہیں ہے۔ البتہ مجموعی طور پر ۷۵ ہزار افراد کی آبادی بتائی گئی ہے

ریگستان

خاران میں زرخیز میدان بھی ہیں اور بنجر ریگستان بھی۔ مگر اس خطہ کا ایک ریگستان پر مشتمل ہے۔ ریت کے بہت بڑے ٹیلے خاص طور پر واشک اور حرماگئی کے درمیان ہیں، جن سے گذرنا بہت مشکل ہے۔ ان کا یہ سلسلہ شمشی (واشک) سے شروع ہو کر ماشکیل، ایرانی بلوچستان کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے، جو ایک پہاڑی سلسلہ کی تقریباً ایک سو میل لمبا اور تیس میل چوڑا ہے۔ پوٹنگر جس نے ۳۱ مارچ اور یکم اپریل میں ان ریگستانوں کو دیکھا تھا، ان کی چوٹیوں کی اونچائی دس سے بیس فٹ بتاتا ہے یہاں ساٹھ فٹ سے بھی زیادہ اونچے ٹیلے موجود ہیں۔

ریگستانوں میں سب سے بڑا ریگستان "مزن پٹ یا مزن تل" ہے، جو دریا ریتلی پہاڑیوں کے دامن میں ہے اور سیاہان کے مغربی سرے تک نیچے چلا گیا ہے۔ ریگستان، ریگ وتاب، بڑشلمبز، ریگ بربدو، بلاہل اور واشک ریگ کے نام سے یہ ریگستان جن میں "گز" نامی جھاڑیاں بکثرت ہوتی ہیں، اونٹوں کے لئے بہترین چرا

پہاڑ

پہاڑوں میں قابلِ ذکر کوہستان راس کوہ ہے، جس کی سب سے بلند چوٹی

۸،۹۹ رو فٹ ہے اور باقی مشہور چوٹیوں کی بلندی درج ہے۔

شیخ حسین	،	۶،۸۷۵	فٹ
ڈرملک بوڑگ	،	۶،۸۳۶	فٹ
تمبہران	،	۵،۸۱۸	〃
تمبہر	،	۸،۸۹۰	〃
زائرہ	،	۷،۳۲۹	〃
موریتاپوسر	،	۷۰۶۵	〃
شیہین	،	۶،۸۹۸	〃
ملک ماسائی یا چریان	،	۵،۷۰۷	〃
ملک شرنہ	،	۶،۵۳۲	〃

یہ پہاڑ خواجہ عمران اور توبہ کڑی کی وسعت میں ہے ۔اس کا نام عربی زبان میں "راس" ہے، جس کے معنے سیدے کے ہیں اور پہاڑ کی سیدھائی کے پیش نظر اس کا نام راس پڑ گیا۔ اس پہاڑ کی لمبائی کوئی ڈیڑھ سو میل اور چوڑائی بیس تا تیس میل ہے۔ موسم سرما میں یہاں برف بھی پڑتی ہے۔

اصطخری نے اس پہاڑ (راس کوہ) کو بر فیتن یا کاران کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ خلفائے علوی کے زمانے میں یہاں آتش پرست رہا کرتے تھے۔ کوہ راس میں "لنگو ملک" کے نام سے ایک خانقاہ اور وادی یا تنگ کے مقام پر "شاہ مردان" کے نام سے منسوب ایک لنگر بھی ہے، جس کے قریب ایک چشمہ بہتا ہے۔ اس مقام کو لوگ حضرت علیؓ کی منزل سے تعبیر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس چشمہ کو حضرت علیؓ نے اپنی شمشیر سے چٹان کا سینہ چیر کر نکالا ہے۔ چنانچہ اسی روایت کے پیش نظر یہ مقام لوگوں کے لئے عقیدت کی جگہ ہے۔

دریا

خاران میں صرف دو دریا ہیں، پہلا دریا "جنو" ہے، جو علاقہ خاران کے شمال مشرق

اور رودِ ماشکیل کے جنوب مغرب میں واقع ہے، یہ سیلاب کے دنوں میں کافی پانی ... علاقہ کی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔

دریائے بُدو دشت گوران کے مغرب میں "کوہ گر" سے پتھرود کے نام سے ... نکل کر "کوہ بیکار" کی طرف جنوب کو بہتا ہے، جہاں آگے جاکر یہ مخالف سمت کو ... اس دریا کا سیلاب خطۂ خاران کے تمام شمال مشرقی علاقہ، سراوان، شمشان، سلام ... اور بجت کے مواضع کو سیراب کرتا ہے۔ چڑینگی، گوربرات، بنڈو، گواڑگان، ... کڑکان اور سراپ دگرک کی ندیاں بھی دریائے بُدو میں شامل ہو جاتی ہیں۔ ... یہ مستقل طور پر نہیں بہتا لیکن اس کا پانی کہیں سطح کے اوپر بہتا ہے اور کہیں ... ہو جاتا ہے۔ فیروز قلات سے اوپر دریا کی تلہٹی میں واقع تمام اراضیات اس دریا کے ... آبِ رواں سے سیراب کی جاتی ہیں۔

رودِ ماشکیل

دریائے ماشکیل جو رودِ ماشکیل کے نام سے بھی مشہور ہے، خاران میں سب سے ... بڑا دریا ہے۔ اس کی معاون ندیاں وادیٔ مگس (ایرانی بلوچستان) کے شمال مغرب ... نکلتی ہیں اور جب یہ شمال مشرق کی طرف بہتی ہیں تو گراوگ کے مقام پر دریائے رخشان ... کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ اور یہاں سے دریائے رخشان کے علاوہ دیگر تمام ندیاں ... کماں رود، بی بی لوڑی اور برشونکی بھی کوہ سیاہان میں آکر دریائے ماشکیل میں ... ہیں۔ رودِ ماشکیل سے مغربی خاران کا ایک وسیع و عریض رقبہ سیراب ہوتا ہے۔ ... اس کا فالتو پانی ایرانی سرحد پر "ہامون" کے نام سے ایک جھیل کی صورت اختیار کر ... ہے۔ جو سیلاب کے دنوں میں علاقہ ماشکیل اور نوک کنڈی کے درمیان آمد و رفت ... کے سلسلے کو منقطع کر دیتا ہے۔

مشہور ندیاں

ان بڑے دریاؤں کے علاوہ یہاں پر متعدد پہاڑی ندیاں اور نالے بھی ہیں، جن میں بارش ہونے سے تھوڑا بہت پانی بہہ کر آب پاشی کے کام آتا ہے۔ ان میں ٹمگار، راسانی، رود حرماگئے، بناپ، کلگ یا چلتنی کور، گجبر، زہرگان، رگنتاک، گرنیکور، پلنتاک، پیلین، نوکچاہی کور، گورا ندر، راہی کور یا کلگان۔ "تافوئی یا گراڑگان، کھلاڑ، کڈن، بزگار، کانیان، وسی یا کرگوشی، سوراب، ٹیریخی، گوربات اور بنڈو مشہور ہیں۔

"تافوئی یا گراڑگان، کھلاڑ، بناپ، کلگ یا چلتنی کور، ٹمگار، راسانی اور حرماگئے بڑی ندیاں ہیں، کڈن، بزگار، کانیان، لوسی یا کرگوشی اور سوراب شمال کی طرف بہتی ہیں، ان میں صرف کانیان ہی ایسی ندی ہے۔ جس میں کم یا زیادہ مقدار میں مستقل پانی بہتا ہے۔

آب پاشی

مجموعی طور پر اکثر و بیشتر اراضیات کی سیرابی کا دارومدار سیلاب پر ہے، لہٰذا سیلابی پانی سے استفادہ کرنے کے لئے اس خطہ کی پہاڑی اور سیلابہ ندی نالوں پر حسب ذیل پشتے تعمیر کئے گئے ہیں۔

۱۔ بند گنگ

۲۔ بڈوئیر

۳۔ ڈیلی کلاگاں

۴۔ جھٹی

۵۔ کرخی

۶۔ نباپ

۷۔ پاکستان

۸۔ زہان

۹۔ کہدانی

۱۰۔ کڑثان

کورجو

پہاڑ کی وادیوں میں جن چشموں کا پانی ندیوں میں بجری کے نیچے بہتا ہے اسے ندی سے باہر نکال کر اراضیات کی طرف لانے کی وجہ سے کورجو کہا جاتا ہے (بلوچی میں ندی سے پانی نکالنے کو کہتے ہیں) ان میں حسب ذیل کورجو نامور اور قابل ذکر ہیں

کلگ۔ نگور۔ واشک۔ پنجناک۔ نوروز قلات۔ بلجے۔ گرلیشہ۔ ملہان۔ بے سیم ناگ۔

کنویں

صرف ماشکیل کے کنویں ہی ایسے ہیں، جن سے بآسانی پانی نکال کر کھجور کے درختوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ باقی مقامات پر واقع کنویں اتنے گہرے ہیں کہ ان سے مشینوں کے بغیر پانی نکالنا مشکل ہے۔

مختلف مقامات پر زرعی پیداوار کے لئے علاقوں میں کنوؤں پر ڈیزل انجن نصب کئے گئے ہیں؛ ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔	بے سیمہ	۔	۲۳
۲۔	واشک	۔	۳
۳۔	خاران	۔	۲۲
۴۔	ماشکیل	۔	۱

زرعی پیداوار

گندم

گندم یہاں کی اہم ترین فصل ہے، جو ستر فیصد قابلِ کاشت اراضیات پر کاشت
ں جاتی ہے۔ عام طور پر گندم کی "دیک"۔ ترکی۔ اور پشمک" نامی اقسام کاشت کی جاتی
ں۔ 'دیک' جس کو پانی کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ زیادہ تر خشکابہ اراضیات میں
شت ہوتا ہے۔ ترکی جو وادیٔ ہلمند سے درآمد کیا گیا ہے' دیک دستیاب نہ
نے پر کاشت کیا جاتا ہے۔ پشمک خاص طور پر کوہستانی علاقوں اور سیاہ آبہ
اضیات میں کاشت کیا جاتا ہے۔ یہ قسم جو خشکابہ میں نہیں اُگتا' کھانے کے
ظ سے اس کی روٹی بھی لذیذ نہیں ہوتی۔

گندم عام طور پر ڈرل (ڈالی) کے ذریعے سیلاب سے سیراب شدہ اراضیات
ں کاشت کیا جاتا ہے۔ گندم کی کاشت اکتوبر سے دسمبر کے آخر تک جاری رہتی
ے۔ اور اس میں وسط جنوری تک توسیع بھی کی جاتی ہے۔ اور اگر موسم سرما کی بارشیں
رسے ہوں تو ایسی صورت میں موسم سرما کے فوراً بعد سیلابہ اراضیات میں ہل چلانا
کردیا جاتا ہے۔ اور اس ہل چلائی ہوئی زمین پر سہاگ چلاکر موسم کاشت کے لئے
ڑدیا جاتا ہے۔ اس طرح ہل چلانے اور سہاگ پھیرنے سے نمی محفوظ ہو جاتی ہے جس
زمین کو دوبارہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر اس عمل کے بعد یہ زمین بارش سے
راب ہو تو پھر بارشانی اس کو ہل چلاکر سہاگ پھیرا جاتا ہے۔ اور جب کاشت کا موسم
ے تو اس وقت ہل چلاکر تخم ریزی کی جاتی ہے' فروری کے مہینے میں ان کی خصیل جانوروں
لئے کاٹی جاتی ہے۔

سیاہ آبہ اراضیات کو اکتوبر کے مہینے میں سیراب کیا جاتا ہے اور پھر ہل چلاکر

سہاگہ پھیرا جاتا ہے۔ کاشت کے موسم میں بیج بوکر ان کی کیاریاں بنائی جاتی ہیں۔ دو
پانی اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب گندم کو زمین سے اُگے ایک ہفتہ گذرا ہو۔ تیر
مرتبہ پانی کبھی کبھار دیا جاتا ہے۔ اگر پانی میسّر ہو تو تیسرا پانی دیا جاتا ہے، ورنہ اس
مرتبہ کے پانی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

گندم کی فصل اپریل کے آخر میں پک جاتی ہے، اور مئی جون میں اس کی برداش
ختم ہو جاتی ہے۔ گہائی کا کام مقامی طور پر مویشیوں سے لیا جاتا ہے اور چار شاخہ
ذریعے بھوسہ اور اناج کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔

عام طور پر فصل کی پیداوار کو زیر زمین ایک تہہ خانہ (خُرم یا کرم) میں دفن کیا
ہے۔ اگرچہ یہ ایک محفوظ طریقہ ہے، لیکن پھر بھی تہہ خانے میں اجناس کو "سوک"
بیماری لگ جاتی ہے۔ کھڑی فصل کو موسم سرما اور موسم گرما کی برسات کے بعد ہو
بند ہونے سے "مرخ" کی بیماری لگ جاتی ہے۔ اس بیماری کے اثرات سیاہ آب اراضیا
میں زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ ہواؤں کے درجۂ حرارت میں اچانک تغیر و تبدل
فصل کو نقصان پہنچتا ہے۔

جواری

یہاں کی دوسری اور عام فصل جواری ہے جو گندم کی ہم پلّہ ہے اور تقریباً تیس
قابل کاشت اراضی پر بوئی جاتی ہے۔ اس کی تین مشہور اور عام اقسام ہیں: جو سرماہی، دو
اور نغتکی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں سرماہی زیادہ کامیاب اور مقبول ہیں جبکہ دیگر
میں نغتکی کو بہتر سمجھا جاتا ہے۔

سیلابہ اراضیات کی فصلات میں جواری اور تربوز اکٹھے بوئے جاتے ہیں۔ ان
کاشت مارچ اور اپریل میں ہوتی ہے۔ اور اگست کے وسط میں جواری کی فصل کاٹ
ہے۔ بعض اوقات جواری کی کاشت موسم گرما کی برسات کے بعد جون اور جولائی میں
ہے۔ اور اکتوبر اور نومبر میں کاٹی جاتی ہے۔ جب گندم کی فصلات کی کاشت میں تاخیر

سیراب شدہ اراضیات کو آئندہ سال کے گندم کی کاشت کے لئے محفوظ کیا جاتا ہے۔

سیراب شدہ اراضیات میں جواری کی فصل چھوٹے قطعوں میں مئی میں پہلے کاشت کی جاتی ہے۔ اور تقریباً پچاس دن بعد اور جب جواری کے پودے ایک فٹ اونچے ہوں تو ان کی بیڑیوں کو منتقل کیا جاتا ہے۔

بیڑی لگانے (آروجنگ) کے تقریباً ساڑھے تین ماہ بعد فصل پک جاتی ہے۔ اور اُسے کاٹ کر صاف کیا جاتا ہے۔ جواری کی کرپ (دانے) کی دو قسمیں تُری اور کانگڑ ہیں ان میں سبز تری کو میٹھا ہونے کی وجہ سے کماد کی طرح چوسا جاتا ہے۔

تربوز

خطۂ خاران کے تربوز جسامت اور وزن کے لحاظ سے بہت بڑے ہوتے ہیں، اکثر اوقات ایک تربوز پندرہ سے بیس سیر تک ہوتا ہے۔ اقسام کے لحاظ سے یہ گلگشتہ تخم، گلگشت تخم اور مجتباک تخم پر مشتمل ہے۔ ان میں گلگشت تخم کی قسم کو بہتر سمجھا جاتا ہے۔ سب سے میٹھے خربوزہ کو "سبز و بور اسکری" کہتے ہیں۔ اسکری جو سب سے اعلیٰ قسم ہے، اندر سے زردی مائل اور اس کے اوپر سبز اور باریک چھلکا ہوتا ہے

اور خربوزہ کی تخم ریزی بھی جواری کے ساتھ کی جاتی ہے۔ تربوز پر کم محنت اور کم توجہ صرف ہوتی ہے، تربوز کا ثمر جون سے ستمبر کے آخر تک پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ اس کی بیلیں اور چھلکے جانوروں کی خوراک کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جبکہ اس کے بیج کو جمع کیا جاتا ہے اور نمک لگا کر سینک لیا جاتا ہے۔ سردیوں میں عام لوگ انھیں پستے کی طرح کھاتے ہیں۔ بیجوں کی کچھ مقدار آئندہ سال کی تخم ریزی کے لئے محفوظ کی جاتی ہے۔ اکثر اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ تازہ سنڈلے کو کاٹ کر سکھا دیا جاتا ہے۔ اور موسم سرما میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سبزیات

خطۂ خاران چونکہ ایک خشک آب و ہوا اور سیلابہ خطہ ہے۔ اس لئے یہاں پر سبزیوں کی کاشت

کا رواج بہت کم ہے، لیکن ماس کوہ، روانشک اور فوروز قلات جیسی سیاہ آبہ وادی
باجرہ اور پیاز کی کاشت کی جاتی ہے۔ اگرچہ تھوڑی بہت مقدار میں دوسری سبزیاں
کاشت کی جاتی ہیں۔ مگر یہ کاشت نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تجارتی لحاظ سے یہاں پر سبز
کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔

تمباکو

فوروز قلات، کلگ اور واشنگ کی وادیوں میں برائے نام تمباکو کاشت کیا جاتا
لیکن اس کی فصل اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ اسے کسی منڈی میں فروخت کیا جائے۔ تمباکو کو
تم کاشتکار زمیندار اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کاشت کرتے ہیں۔

کپاس

کپاس بہت ہی معمولی طور پر کاشت کی جاتی ہے۔ وادی کلگ میں جون میں کپاس
رکے اکتوبر اور نومبر میں کاٹی جاتی ہے۔

مکئی

مکئی انتہائی معمولی پیمانے پر کاشت کی جاتی ہے۔

میوے

کھجور اور انگور کے علاوہ یہاں پر انار، آڑو، سیب اور توت کے درخت بھی ہیں۔
ان کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

کھجور

کھجور تقریباً تمام سیاہ آبہ وادیوں میں نظر آتی ہیں۔ ان میں واشنگ، ماشکیل

وردوز قلات اور پلنستاک کے نخلستان قابلِ ذکر ہیں۔

اس علاقہ کے مختلف مقامات پر کھجور کی حسب ذیل اقسام کو ترجیح دی جاتی ہے

وزدر قلات ، کلوتھ، زردان، کروچ، ربی

واشک ، شریفہ، ڈنڈاری، ربی، کروچ، سبزو، مزاتی

کلگ ، ڈنڈاری، زردان، بجاسکو نک، کروچ

ماشکیل ، بیشکیخ، ربی، کروچ، کاربا، جلینی

کھجور کی فصل جولائی کے اواخر سے اوائل اکتوبر تک اٹھائی جاتی ہے۔ یہاں ہمہ کھجوروں کے لگانے کا طریقہ بھی وہی عام ہے جو دیگر علاقوں میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں پر کھجوروں کو اس وقت تک سیراب کیا جاتا ہے جب تک ان کی جڑیں نہیں پھیلتیں، مارچ میں ان کے پودے متعلقہ نخلوں سے علیحدہ کرکے چار، پانچ فٹ گہرے گڑھے میں لگادئے جاتے ہیں۔ واشک اور ماشکیل کی وادیوں میں پانی سطح زمین سے بہت قریب ہے؛ اس لئے ان پودوں کی جڑیں لگاتے وقت ہی پانی تک پہنچ جاتی ہیں، چنانچہ انھیں مزید پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ واشک میں ان پودوں کو کنویں جتنے گہرے گڑھے میں لگادیا جاتا ہے۔ اور یہ گڑھے اس وقت تک بھرے رہتے ہیں۔ جب تک کہ کھجوروں کی جڑیں پانی کی سطح تک نہ پہنچ پائیں۔ اس کے بعد تا زیست، ان کو پانی سے سیراب نہیں کیا جاتا۔ ماشکیل میں اس قسم کے گڑھے وہاں کے ایک سو بیس دن تک چلنے والی تیز ہوا کے باعث ریت سے بھر جاتے ہیں اور ان پودوں کے لئے وہاں پر ایک کنواں کھودا جاتا ہے۔ اس کنویں سے انھیں اس وقت تک پانی دیا جاتا ہے جب تک کہ اُن کی جڑیں پانی تک نہ پہنچ جائیں۔

واشک میں نصف لاکھ اور ماشکیل میں ایک لاکھ من کے قریب کھجور پیدا ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے مقامات سے بھی تقریباً پچاس ہزار من کھجور پیدا ہوتی ہے۔ گرمیوں کے موسم میں عام لوگوں کے علاوہ جانوروں کا گذارہ بھی کھجوروں پر ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی بہت ساری کھجور اس خطہ سے برآمد کی جاتی ہے۔

انگور

ثمرات میں انگور دوسرے نمبر پر ہے، جو مختلف وادیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ کلگ اور لوز قلات کے انگوروں میں اچھی اقسام بھی ہیں جن میں نورور قلات کے حیطہ۔ لال اور کرشمش بہت مشہور ہیں، ان اقسام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھیں سردار میر آزاد خان نے قندھار سے منگوا کر لگوایا تھا۔ کلگ کے انگور "ہلو" کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ واشک میں بھی انگور کی بہت بیلیں پائی جاتی ہیں۔

توت

کلگ، تیکن۔ نورز قلات، واشک اور بے سیمہ کے مقامات پر توت کے درخت بھی ملتے ہیں۔

جنگلات

گز یا کری ملی

گز دریاؤں کی تہہ اور پہاڑی ندیوں اور ڈھلوانوں نیز میدانوں میں اگتا ہے، خصوصاً مُلا سراب اور ماشکیل کے دریاؤں میں اس کی بہتات ہے۔ اس کی تین قسمیں پہلی قسم شکر گز ہے ایک عمدہ کارآمد اور شیریں گوند برآمد ہوتا ہے، جسے شکر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عام طور پر کھانسی کا علاج بھی اسی شیرہ سے کیا جاتا ہے۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں گز کی شاخوں سے یہ شیرہ جمع کر کے فروخت کیا جاتا ہے۔

دوسری دو اقسام سے "ساکند" پیدا ہوتا ہے، جو کپڑوں کی رنگائی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سب سے گھٹیا اور چھوٹی قسم کو "ناگز" کہا جاتا ہے۔ جو تمام ریگستانوں میں پیدا ہوتا ہے اور اونٹوں کی مرغوب غذاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ گز کی لکڑی ایندھن کے لئے استعمال ہونے کے علاوہ

مکانوں کی چھتوں اور آلات کشاورزی کے لیے مستعمل ہے۔

خنجک

خنجک جسے مقامی طور پر "گوَن" اور عام طور پر جنگلی پستہ بھی کہا جاتا ہے، خاران کے شمال مشرقی اور مشرق کے تمام پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔ خنجک ہر دوسرے سال پھل دیتا ہے۔ اور جولائی کے وسط میں پک جاتا ہے۔ اس کا پھل ویسے کھانے کے علاوہ گندم کے آٹے اور کھجور میں ملا کر کھایا جاتا ہے جو مقامی اصطلاح میں "پھوسں" کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کو کونڈے میں رگڑ کر اس سے روغن بھی نکالا جاتا ہے جو "کچری" کہلاتا ہے اور سالن کے طور پر روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

چونکہ یہاں پر گز کی لکڑیوں کی بہتات ہے، اس لئے خنجک کی لکڑی کو ایندھن کے لئے بہت کم استعمال کیا جاتا ہے، البتہ یہ لکڑی بوک کے درّے سے قلات لے جا کر فروخت کی جاتی ہے۔

اس علاقہ میں جہاں جہاں خنجک پیدا ہوتا ہے، وہ حسب ذیل قبائل کے زیر تصرف ہیں۔

۱۔ گزول اور شعب ٹیو ،	ساسولی اور ذگر مینگل
۲۔ گوارگان تا حد لجے ،	نواب خاران
اور تافوئی پاس ،	
۳۔ گز کا شمالی حصہ ،	ساسولی اور قمبرانی

ہینگ

کوہ راس کی پہاڑیوں، بناپ ندی، شنگار اور جالوار کے دروں میں کافی مقدار میں ہینگ پیدا ہوتا ہے۔ ہینگ جو نر اور مادہ کے نام سے دو اقسام پر مشتمل ہے، دو سے ڈھائی فٹ لمبا اور تین سے چار انچ موٹا ہوتا ہے۔ مادہ قسم کو دوائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کی سبز پتیوں کا سالن بنا کر کھایا جاتا ہے۔

ان پودوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے ان پر تجوروں کی ترتیب سے سایہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ پک جاتے ہیں تو ان کا رس جمع کر کے پکی ہوئی کھالوں اکیت میں جمع کیا جاتا ہے۔ ہر پودا جو تین چار دفعہ رس نکلنے کے قابل ہوتا ہے تقریباً ایک پونڈ رس پیدا کرتا ہے۔ یہ رس کم از کم دو سو روپے فی پونڈ بکتا ہے۔

چراگاہیں

چراگاہوں کا دارومدار بارش پر ہے، اگر یہاں اچھی بارش ہو اور سیلابی ندیوں میں پانی آئے تو بلوچستان کے دیگر حصوں کی نسبت یہاں کی چراگاہیں کافی سرسبز ہوتی ہیں۔ علاقے کا شمال مشرقی حصہ بہترین چراگاہوں میں شمار ہوتا ہے، خصوصاً دریائے بڈو پر واقع گزی۔ تاگزی اور بجت اور گواش کے علاوہ میدان اور ریگستان "ساڑ ینگ" نامی گھاس سے ڈھکے رہتے ہیں۔ جو اونٹوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ نیز پہاڑیوں کی چٹانوں اور دریاؤں کی تہہ میں اونٹوں کے لئے ایک اور گھاس "لوگ" بکثرت اگتا ہے۔

پہاڑیوں میں سلسلۂ سیاہان اور ناران کی شمال مشرقی پہاڑیوں میں بہت عمدہ چراگاہیں ہیں۔ سلسلۂ کوہ راس کے علاوہ راسانی اور منگاپاس کے مقامات پر بھی بہترین چراگاہیں موجود ہیں۔ یہ چراگاہیں مندرجہ ذیل گھاس۔ پودوں اور جھاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

پرچکو۔ لشہ۔ ساڑ ینگ۔ گربت۔ کیار۔ آسکاہ۔ ہوجبری کاہ۔ دانیمک۔ کانذار تاگز۔ زرونک۔ برشونک۔ پرگ۔ گز۔ بیبک۔ کلیرٹپ۔ گورکاہ۔ آدنج۔ کل کشتہ بغیر بنو۔ کاہ زار۔ کاش۔ گنڈیلی۔ شیرگو۔ گیسو پچل۔ اسپی پچل۔ بیملو۔ بی بی بو ٹو۔ تنتش۔ کیرکاہ تیترونک وغیرہ

اونٹوں کو ریگستانوں کے علاوہ پہاڑیوں کے دامن میں اور بلندیوں پر چرایا جاتا ہے۔ بھیڑ اور بکریوں کو مارچ اور اپریل کے مہینوں میں میدانی چراگاہوں میں لایا جاتا ہے، اور جب میدانی علاقوں میں چراگاہیں خشک ہوں تو مال مویشیوں کو پہاڑیوں میں لے جاتے ہیں۔

نگلی پیداوار

جنگلی نباتات کی پیداوار میں گز کا شیرہ اور ہینگ کے علاوہ اسپغول بہت مشہور
ہے۔ ان کے علاوہ قحط سالیوں کے دوران گُل کشتہ۔ مغیر، بنو، ہشہ اور تاگز کے بیج بھی
ج کئے جاتے ہیں جو گندم کے آٹے کے ساتھ ملاکر کھائے جاتے ہیں اسی طرح آلو بخ نامی جھاڑیوں
ہ کافی مقدار میں شہد جمع ہوتا ہے۔

جنگلات کی ترقی

حکومت نے جنگلات اور چراگاہوں کی ترقی کے پیش نظر دس فروری ۱۹۹۱ء سے حسب ذیل
مقامات کو مخصوص قرار دیا ہے۔

۱۔ بڈو، ۱۹۲۰ ایکڑ	۲۔ گواڑگاڈن، ۲۳۰۴۰ ایکڑ
۳۔ گرگ، ۴۶۸۰ ایکڑ	۴۔ بنگاپ، ۲۳۰۴۰ ایکڑ
۵۔ باجک، ۲۰۲۸۰ ایکڑ	۶۔ شمشی لوٹرہ، ۲۳۰۴۰ ایکڑ

حیوانات

پہاڑی علاقوں میں بھیڑ بکریاں اور ریگستان اور میدانی علاقوں میں اُونٹ بکثرت
پایا جاتا ہے۔ پاکستان کی مشہور ترین "رخشانی" بھیڑیں اور "رود باری" اونٹ یہیں کی
نسلیں ہیں۔ خارانی اور رخشانی بھیڑیں، پشم، دودھ، گھی اور گوشت کے لحاظ سے کافی
اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں سے سالانہ لاکھوں روپے کا اون باہر بھیجا جاتا ہے، رود باری
اونٹ، جسے ریگستانی جہاز کہا جاتا ہے، سواری کیلئے اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اس خطہ میں مرغیاں کم اور
گھوڑے ناپید ہیں، البتہ گدھا کثیر تعداد میں پایا جاتا ہے، مکرانی گدھے تیز رفتاری کی وجہ
سے سواری کے لئے بہترین شمار کئے جاتے ہیں۔

اونٹ۔

چونکہ اس خطے کے ریگستانی علاقے اونٹوں کی نسل کشی کے لئے موافق اور موزوں اس لئے یہاں کے تقریباً تمام لوگ اونٹ پالتے ہیں۔ خاران کے اونٹ جو ملک بھر میں ہیں، مکرانی اونٹوں سے قد میں بڑے لیکن کچھی اور لسبیلہ کے اونٹوں کے مقابلہ میں چھو ہیں تاہم یہاں کے اونٹ موٹے اور طاقت ور سمجھے جاتے ہیں، جو پہاڑی علاقوں میں بآسانی چل پھر سکتے ہیں۔ خارانی اونٹوں میں "دشتل" نامی نسل عام ہے جسے بہترین سمجھا ہے۔ اس نسل کی پہچان یہ ہے کہ اس کی دونوں اگلی ٹانگوں کا رنگ پاؤں سے پہچان سفیدی مائل ہے۔ دوسری نسل سرخی مائل ہے جو مکرانی اونٹوں سے ملتا جلتا ہے۔ او قسم بالکل سفید ہے۔ مؤخرالذکر نسل اگرچہ اوّل الذکر دو نسلوں کی نسبت زیادہ طاقت ور ہے لیکن ظاہری خوبصورتی کی وجہ سے پسند کیا جاتا۔ اور اونٹوں کے گلہ میں اس کی مو کو اچھا شگون تصور کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس نسل کے سفید اونٹ کو اونٹوں کا ر سمجھتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں ایران اور افغانستان کے لوگ اس نسل کو زیادہ خریدتے تھے اونٹوں کی چوتھی قسم کی نسل بالکل سیاہ ہے اور اسے اونٹوں کا "لوڑی" (میراثی) کہا جا ویسے بھی یہ نسل باربرداری اور سواری کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔

وہ لوگ جن کی معیشت کا دارو مدار اونٹوں کی پرورش پر ہے، وہ اونٹنیاں کم فر کرتے ہیں، کیونکہ مادہ اونٹ نسل کشی اور باربرداری کیلئے انتہائی اہم ہیں جبکہ نر اونٹ دو سال کی عمر میں ہمسایہ علاقوں مثلاً "جھلاوان" نوشکی۔ ہلمند اور گرمسیل لیجا کر فروخت جاتا ہے۔ اور وہاں سے ان کی قیمت کے عوض اجناس خریدی جاتی ہیں۔

نصف صدی پیشتر یہاں کے اونٹوں کی تعداد دس ہزار تھی، جن میں سے ایک اونٹ باربرداری اور آٹھ ہزار چھ سو اونٹ نسل کشی کے لئے استعمال ہوتے تھے، لیکن آج کی پرورش پر کم دھیان دیا جاتا ہے؛ اس لئے ان کی تعداد بہت قلیل رہ گئی ہے۔

خاران کے اونٹوں کی عمر بہت طویل ہوتی ہے، عام طور پر اونٹنی کی عمر تیس سال

ہے اور وہ اس دوران میں چودہ بچے دیتی ہے۔ نسل کشی کی غرض سے چار سال کی عمر میں عموماً جنوری سے مارچ کے آخر تک اونٹنی کو اونٹ سے ملا دیا جاتا ہے۔ اگرچہ عام حالات میں اونٹنی ہر دوسرے سال بچہ دیتی ہے، لیکن اگر چراگاہیں بہتر ہوں تو ہر سال نسل کشی کی جاتی ہے۔

اونٹ کے اگلے دو دانت پانچ سال کی عمر میں گرتے ہیں جبکہ دوسرے دو دانت چھ سال کی عمر میں اور آخری دو سات سال کی عمر میں گرتے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں اونٹ جوان ہو جاتا ہے جسے نیش کہتے ہیں۔ جوانی (نیش) کے بعد اونٹ کی عمر کو نیش کے بعد کے سالوں میں دانت کے حساب سے شمار کیا جاتا ہے۔

ایک سال کی عمر کے اونٹوں پر "داغ" کے ذریعہ ایک مخصوص نشان لگا دیا جاتا ہے، اونٹنی اوسطاً ایک وقت میں ساڑھے سات سیر دودھ دیتی ہے۔ اونٹنیوں کا دودھ، جو دن میں تین مرتبہ (صبح، ظہر اور شام) نکالا جاتا ہے، تازہ پیا جاتا ہے، اور بعض ساربان ان کا دہی بنا کر روٹی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اونٹنیوں کا دودھ آٹے یا چاول میں ملا کر بھی "ڈال" کی صورت میں کھایا جاتا ہے۔ اکثر ساربانوں کا گذر بسر اونٹنیوں کے دودھ پر ہی ہوتا ہے۔

خشک سالی اور سطح زمین پر پانی کی نایابی کے باعث ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن کنوؤں سے پانی نکال کر اونٹوں کو پانی پلایا جاتا ہے اور خشک موسم میں عام طور پر اونٹوں کو رودماشکیل کی ریگستان میں لے جا کر چرایا جاتا ہے۔

اونٹوں کے ہر گلہ میں عام طور پر چالیس اونٹنیاں دس اونٹ اور تیس چھوٹے بچے ہوتے ہیں جن کو دو ساربان چراتے اور ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان ساربانوں کو چرانے کی اجرت کے طور پر سالانہ ہر بیس اونٹ کے حساب سے بیس روپے نقد، ایک چھوٹے بچے کا نصف، ایک جوڑا جوتا، ایک کرتہ (جو اونٹوں کے پشم سے بنا ہوتا ہے) اور اونٹنیوں کا دودھ بطور خوراک دیا جاتا ہے۔

اونٹوں کی نسل کشی اور پرورش کے لئے قبیلہ ریکی زیادہ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ نوشیروانی، دامی، طوقی، کوچکزئی، بادرزئی، یاگی زئی، ڈرک زئی اور کہازئی بھی پیشہ ورانہ طور پر اونٹوں کی نسل کشی کرتے ہیں۔ اگرچہ شتربانی کسی خاص قبیلہ یا خاندان کا پیشہ نہیں تاہم ہر گھرانے کے پاس

کم از کم ایک اونٹ ضرور ہوتا ہے۔

ایک جوان اونٹ کی قیمت پانچ سو سے پندرہ سو روپے تک اور اونٹنی کی قیمت ... روپے تک ہوتی ہے۔ ایک جوان اونٹ چھ سے آٹھ من اٹھا سکتا ہے۔ مگر اونٹوں پر ز... وزن نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو سواری کے لئے ترجیح دی جاتی ہے؛ کیونکہ ان کی سواری آ... ہے اور وہ دوڑنے میں تیز رفتار اور تیز ہیں۔

بھیڑ بکریاں

یہاں کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کا اندازہ پندرہ ہزار بھیڑ اور بارہ ہزار بکریاں لگایا گی... خارانی بھیڑیں عام طور پر سفید ہوتی ہیں اور ان کی چکتی ہوتی ہے۔ کالی بھیڑوں کے اون... مقامی کوٹ (شال) اور ٹوپیاں بنائی جاتی ہیں۔ بکریاں درمیانہ قد کی ہیں، ایک اچھی بکری ا... وقت میں ڈھائی سیر تک دودھ دیتی ہے۔ بکریوں کے بالوں سے نیچے دگدان، بورے، ر... وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔

بھیڑ بکریوں کے دودھ سے لسی، دہی اور خرود (خشک لسی) تیار کیا جاتا ہے۔ ... لسی (خرود) گرمیوں میں زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ ایک بکری کے ... سے (دودھ دینے کے موسم میں) ایک سیر گھی اور بھیڑ سے ½ ۱ سیر گھی حاصل ہوتا ہے۔ بھیڑ بکر... کی اون اپریل اور ستمبر میں اتاری جاتی ہے۔ بکری کی اون سال میں ایک دفعہ اور بھیڑ کی دو م... اتاری جاتی ہے۔ ایک بھیڑ سے بہار کے موسم میں (اپریل میں) ڈیڑھ سیر اور موسم خزاں میں (ستمبر... اس سے کم اون حاصل ہوتا ہے جبکہ ایک بکری سال میں ایک سے ڈیڑھ پونڈ تک اون پیدا...

بھیڑ بکریاں عام طور پر جنوری، فروری یا مئی جون میں بچے دیتی ہیں۔ ۱۹۷ء میں ایک بکری ساٹھ روپے سے ڈیڑھ سو روپے اور بھیڑ اسی روپے سے دو سو روپے میں بکتی ہے۔

بیل

خاران میں بھورے رنگ اور چھوٹے قد کے بیل پالے جاتے ہیں۔ جن سے صرف

کاشتکاری کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ نسل وادیٔ ہلمند سے لائی گئی تھی اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت (۱۹۰۱ء میں) فی بیل پچاس روپے کے حساب سے خرید کر لایا گیا تھا، لیکن ۱۹۶۰ء تک متواتر قحط سالی کے باعث اکثر بیل مر گئے تھے۔ کیونکہ زراعت کے لئے بیلوں کی خاص ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اس کی جگہ اونٹوں سے کام لیا جاتا ہے؛ اس لئے یہاں پر بہتر نسل کا کوئی بیل یا گائے نہیں پالا جاتا، البتہ ۱۹۶۰ء میں محکمہ ترقی دیہات نے یہاں کے بیلوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے بھاگ ناڑی نسل کے چند بیل اور گائیں تقسیم کی تھیں لیکن یہ نسل تسلی بخش طور پر نہیں پھل پھول سکی۔ مقامی بیل چار سے چھ سو روپے اور گائے تین سو روپے میں فروخت ہوتی ہے۔

گھوڑے

چونکہ خاران میں نہ صرف مستقل چراگاہیں موجود نہیں ہیں، بلکہ یہاں پر گھوڑوں کے لئے موزوں گھاس بھی دستیاب نہیں؛ اس لئے یہ علاقہ گھوڑوں کی پرورش کے لئے ناموزوں ہے۔ چنانچہ اس وقت پورے خطے میں صرف تین گھوڑیاں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آج سے نصف صدی قبل سردار خاران نے افغانستان اور ایران کی نسل کے ایک سو گھوڑے پال رکھے تھے۔ یہ گھوڑے محض نسل کشی کے لئے استعمال ہوتے تھے اور عوام بھی ان سے بغیر اجرت دیئے استفادہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ گزہی اور تاگز، کی مشہور چراگاہیں سرداران کے گھوڑوں کے لئے مخصوص تھیں جو مارچ سے لیکر جون یعنی گندم کی کٹائی کے وقت تک ان چراگاہوں میں چرتے تھے، اس کے بعد انھیں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اور وہ کٹی ہوئی فصلوں کی جگہوں پر گھوم پھر کر چرتے تھے، ستمبر تک یہ گھوڑے پالیزات اور نومبر تک جواری کی فصل پر گذارہ کرتے تھے اور سردیوں میں انھیں خشک لوسن اور بھوسہ ملا کر کھلایا جاتا ہے۔

گدھے

پہاڑی علاقوں کے لوگ، خصوصاً خانہ بدوش اور سیاہ پاد گدھے زیادہ تعداد میں پالتے ہیں۔ ویسے عام طور پر معمولی بار برداری، پانی کے مشکیزے لانے لیجانے اور پہاڑی علاقوں میں حمل ونقل،

کے لئے راس کوہ کی وادیوں کے لوگوں کے ہر گھرانے کے پاس ایک یا دو گدھے ضرور ہ
ہیں۔ ستر سال قبل یعنی ۱۹۰۱ء میں یہاں کے گدھوں کی تعداد پانچ سو بتائی گئی ہے ا
میں ان کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ اگرچہ یہاں کے گدھے قد میں چھوٹے ہیں لیکن
سخت جان ہیں اس لئے ان کی خوراک اور رہائش کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا جاتا
انھیں جو کچھ ملتا ہے، اسی پر گزارہ کرتے ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں ایک گدھے کی قیمت پندرہ
سے پچیس روپے تک تھی، جبکہ آج کل سواری کے گدھے بارہ سو روپے تک بھی فروخ
ہوتے ہیں۔

مُرغیاں

تقریباً ہر گھر میں ایک یا دو مُرغیاں پالی جاتی ہیں۔ جو بوقتِ ضرورت ذبح کی جاتی
ان کے انڈوں کو بہت کم استعمال کیا جاتا ہے؛ اسی لئے بچے یا ضرورت مند خواتین ا
فروخت کردیتی ہیں۔ یہاں پر سب دیسی مرغیاں ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں محکمہ
نے مرغیوں کی نسل بہتر بنانے اور لوگوں میں ان کے پالنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے ایک پولٹر
قائم کیا تھا؛ لیکن اس محدود فارم سے عوام کو خاطر خواہ استفادہ نہیں ہو سکا۔ اور پولٹری
محکمۂ پرورش حیوانات کے محکمہ کی تحویل میں دینے کے بعد ناکام قرار دے کر بند کردیا گیا

جنگلی جانور

ہرن۔ کٹنگر، چرز اور خرگوش، اس خطہ کے تقریباً ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں۔
ان میں اول الذکر کافی اور مؤخر الذکر کم تعداد میں ہیں۔ پہاڑی سلسلوں میں پہاڑی بھیڑ بکر
بھی پائی جاتی ہیں۔ چکور اور سیسی بجرش پائے جاتے ہیں۔ لومڑی کے علاوہ کہیں کہیں چیتے
بھیڑیے بھی ملتے ہیں۔ شکاری لوگ بندوق۔ دام اور تازی (کتے) کے ذریعے شکار کھیلتے
پرندوں کے لئے چشموں پر ناؤچے بنا کر شکار کھیلا جاتا ہے۔ یا پھر دام کے ذریعے اور پہاڑ
بکریوں کا شکار پتھروں میں چھپ کر کھیلا جاتا ہے۔

امراض جانوراں

۱. گر

گر یعنی خارش کی یہ بیماری عام طور پر اونٹوں کو لگتی ہے، جس سے ان کی کھال خشک اور سخت ہو جاتی ہے۔ اور جانور کمزور ہو کر مر جاتے ہیں۔ یہ متعدی مرض ہو کے بعد دیگرے تمام اونٹوں میں پھیل جاتا ہے۔ اکثر خشک موسم میں نمودار ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیماری جانوروں کے ہر وقت ایک ہی جھاڑی "تاگز" پر گذارہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

مقامی طور پر اس کے علاج کے لئے زہریلے سانپ کو مار کر تیل میں جوش دیا جاتا ہے اور پھر اونٹ کی دم کو اس تیل میں ڈبویا جاتا ہے یا پھر اونٹ کے تمام جسم پر "کیر" نامی جھاڑی کی راکھ سے پلستر کیا جاتا ہے۔

۲. کلوک

سخت سردی سے بے پناہ جانوروں کو کلوک یا انت کی بیماری لگ جاتی ہے، اور اگر اس مرض کا بر وقت علاج نہ کیا جائے تو جانور کھانے کے ناقابل ہو کر مر جاتا ہے۔ تلخ تیل اور دھنیا ملا کر جانور کی ناک میں ڈالنا یہاں کا بہترین علاج ہے۔

۳. سینہ باد

جانوروں کے سینے پر دانے نکلنے کی بیماری بھی متعدی ہے۔ ان دانوں کو کاٹ کر چونے اور تیل سے ان کا علاج کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کا پھیلاؤ بند ہو جاتا ہے۔

۴. جالڑی

یہ بیماری مویشی اور بھیڑ بکریوں کو لگ جاتی ہے۔ خشک موسم میں ان جانوروں کے سموں کے درمیان دانہ سا نکلتا ہے جو جانوروں کو چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہنے دیتا۔ بارش کے بھیگنے

سے یہ بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے بصورت دیگر گرم پانی سے ان کا علاج کیا جاتا ہے۔

۵۔ جگر کرم

بھیڑ بکریوں کے جگر کی بیماری کا علاج جانوروں کو علیحدہ علیحدہ رکھنے یا چراگاہیں تبدیل […]
سے کیا جاتا ہے۔

۶۔ پنیک۔

پنیک جو بکریوں کی بیماری ہے، بہت ہی جان لیوا مرض ہے اس سے بکریوں کی کافی تعداد […]
ہلاک ہو جاتی ہے۔

۷۔ بکریوں کے گرز کی بیماری کا علاج بھی اونٹوں کے علاج کی طرح کیا جاتا ہے۔

۸۔ خوگک

یہ گھوڑوں کی ایک متعدی بیماری ہے جو خرابی سے ان کے سر میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج صبح سویرے کچھ انڈے کھلانے سے کیا جاتا ہے۔ گھوڑوں کے پیٹ میں درد اور قبض کیلئے ان کو گھی اور گڑ بگ کھلایا جاتا ہے۔

معدنیات

اس خطہ کی معدنیات کی جانب کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے! اس لئے یہاں کے زیر زمین خزانہ کو افشا نہیں کیا جاسکا ہے لیکن جن معدنیات کا کھوج یہاں کے عوام نے لگایا ہے وہ یہ ہیں:

نمک

اموں ماشکیل۔ دادیان، کمان رود اور سلطان ان مقامات پر کافی نمک پایا جاتا ہے۔

اس کی دو اقسام ہیں ایک نر اور دوسری مادہ (جنین والا) کے نام سے مشہور ہیں۔

سُرمہ:

سُرمہ کا پتھر یہاں کے مختلف پہاڑوں میں موجود ہے۔ لیکن سیاہان کی پہاڑوں کے سُرمہ کو بہت ہی عمدہ قرار دیا جاتا ہے۔

کرومائیٹ:

راس کوہ میں کرومائیٹ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جسے نکالنے کا کام جزوی طور پر شروع کیا گیا تھا؛ لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر روک دیا گیا ہے۔

پیٹرول

کوہ سیاہان۔ ماشکیل۔ پنجتاک اور واشک کے مقامات پر پیٹرول کے ذخائر کے آثار موجود ہیں۔

صنعت وحرفت

خطۂ خاران میں کوئی باقاعدہ اور منظم صنعت گھر نہیں ہے۔ البتہ مقامی لوگ اپنی ضروریات کے لئے چھوٹے پیمانے پر اونی دریاں۔ نمدے۔ غالیچے اور بورے بننے کے علاوہ کشیدہ کاری اور مزاری سے چٹائیاں بنتے ہیں چونکہ آبادی کی اکثریت خانہ بدوش ہے جو بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے گلے پالتی ہے؛ اس لئے وہ ان دستکاریوں کو ترقی دے کر باقاعدہ صنعت کے طور پر فروغ نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی یہاں ان کے لئے کوئی منڈی ہے۔ یہاں پر جو صنائی ہوتی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اُونی دریاں وغیرہ

بھیڑ بکریوں کی اُون سے (کونٹ)، دریاں، خیمے اور بورے بنائے جاتے ہیں۔
مقامات پر محدود پیمانے پر قالین بھی تیار کی جاتی ہیں۔ اگرچہ قالینوں کی صنعت کو
کے لئے دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت ایک منظم مرکز قائم کیا گیا ہے۔ لیکن اس مرکز سے
عوام کو خاطر خواہ استفادہ نہیں ہوا ہے۔ چونکہ اُون کی کافی مقدار ضائع ہو جاتی ہے اس لئے
مقامی طور پر بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔

نمدہ:

یہاں پر بھیڑوں کی اون سے منقش نمدے بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن نمدے کا
بہت کم ہے، اس لئے اس کی صنعت بھی محدود ہے۔

رنگائی:

یہاں کے لوگ اپنی ضروریات کے مطابق رنگائی کا کام بھی مقامی جھاڑیوں کی
سے کرتے ہیں۔ مثلاً سُرخ رنگ کے لئے "لاک"، سبز کیلئے انار کا چھلکا، کالے رنگ کے لئے
چھلکے میں ماک اور نمک ملا دیا جاتا ہے اور زرد رنگ کیلئے "والکدار"، یا پتک یا گیت
پتوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خاران شہر میں ایک دکان بھی ہے جو جدید طرز
رنگائی کا کام کرتی ہے۔

چمڑے:

اونٹ کے چمڑے سے سُتر اور جوتے بنائے جاتے ہیں، جنھیں صرف ساربان اور
چرواہے استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح مقامی طور پر بھیڑ بکریوں کی کھالوں کو سکھا کر
زک اور کیت بنائے جاتے ہیں، جو بالترتیب لسی، گھی اور آٹا یا کھجور محفوظ کرنے کیلئے استعمال
میں لائے جاتے ہیں۔ اسی طرح پانی کے لئے "مشک" بھی عورتیں خود بناتی ہیں، اگرچہ خاران شہر میں
چپلیاں بنانے کی تین چار دکانیں موجود ہیں لیکن یہ اپنے استعمال کیلئے کوئٹہ سے چمڑہ درآمد کرتے

ڑی کا کام

اگرچہ آلاتِ کشاورزی۔ لکڑی کے برتن۔ اجناس کی مقدار ماپنے کے پیمانے۔ چارپائیوں
ے پائے بازو وغیرہ بنانے کا کام ہوتا ہے۔ لیکن بہت ہی محدود پیمانے پر۔

وہے کا کام

لوہے کا کام آلاتِ کشاورزی تک محدود ہے۔

سونے اور چاندی کا کام

پہلے یہاں کے لوگ سونے چاندی کے زیورات بنانے کیلئے کوئٹہ اور قلات کا رُخ
کرتے تھے، لیکن اب یہاں پر زرگری کی تین دوکانیں قائم کردی گئی ہیں۔

کاشتکار اور چرواہے

اس خطہ کی آبادی کا تقریباً نصف یعنی بیس ہزار نوسو افراد کاشتکار ہیں۔ لیکن متواتر بارشیں
نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ زراعت کے ساتھ ساتھ مال مویشی بھی پالتے ہیں۔ واشنگ کے نقیب
سراوان کے قمبرانی اور بے سیمہ کے عیسیٰ زئی قبائل صرف زراعت پر ہی گذارہ کرتے ہیں۔ اسی
طرح آبادی کی ایک چوتھائی چرواہوں اور گلہ بانوں پر مشتمل ہے۔ سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق
یہاں کی آبادی کا پیشہ کے لحاظ سے تناسب حسبِ ذیل ہے۔

(ا)	زمیندار	(مالکانِ اراضی)	=	۴,۲۲۸
(ب)	مستقل مزارع		=	۸,۹۲۶
(ج)	عارضی کاشتکار		=	۱۰,۷۰۴
(د)	چرواہے اور گلہ بان		=	۱۳,۲۱
(ہ)	دیگر اہلِ حرفہ		=	۱۰,۲۳۷

(۵) = خواتین اور بچے جو محض
گھریلو کام کاج کرتے ہیں = ۵۹ اور ۱۰

تجارت

گو کہ خطہ خاران کی قدیم تجارت کے متعلق کوئی مفصل معلومات میسّر نہیں ہیں۔ تاہم یہاں کے حالات اور عوام کی خانہ بدوشانہ زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ قدیم ادوار میں یہاں پر باقاعدہ تجارت کا نظام نہیں رہا ہے۔ ہمیں آزاد خان کے دور سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو تاجر اسی کے وقت میں یہاں پر وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس عہد کے ایک سیاح حاجی عبدالنبی لکھتا ہے کہ ۱۸۳۰ء میں یہاں صرف ایک ہندو تاجر تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس سال سے خاران میں ہندوؤں کا ورود ہوا اور اس کے بعد سے انہوں نے خاران سے اونٹ۔ بھیڑ، بکری اور گھی برآمد کر کے قلات بھیجنا شروع کر دیا۔ جبکہ وہ یہاں کا اناج اور کھجور بالترتیب پنجگور، نوشکی اور قلات لے جا کر بیچ دیتے تھے۔ انگریزی دور کے آغاز سے یہاں کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا اور ہیلمند گرم سیل۔ نوشکی۔ قلات۔ سراوان۔ جھلاوان۔ مکران اور جالق (ایرانی بلوچستان) کے ساتھ خاران شہر کا ایک لامتناہی تجارتی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب یہاں کی تجارت میں کافی وسعت آگئی ہے۔ خاران شہر میں ایک سو سے زائد دکانوں کے علاوہ واشک۔ ماشکیل۔ بے سر، جگ کے قصبوں میں بھی متعدد دکانات موجود ہیں۔ اسی طرح ہر تیسرے دیہات میں کم از کم ایک دوکان موجود ہے۔ آج بھی یہاں سے زیادہ تر اناج، پشم۔ گھی اور بھیڑ بکریاں ایرانی علاقوں کو برآمد کی جاتی ہیں۔ اور کھجور۔ اجناس۔ ہینگ۔ خنجک۔ شہد گز کا شیرہ اور جنگلی پیداوار شنز، مغیر اور اسپغول وغیرہ ملک کے دوسرے علاقوں کو برآمد کئے جاتے ہیں۔

مصالحے۔ دالیں۔ سبزیات۔ میوہ جات۔ تیل۔ چاول۔ چینی۔ چائے۔ کپڑے۔ دھاگے۔ چمڑے۔ لوہا۔ ٹین۔ تمباکو اور دیگر روزمرہ کی ضروریات درآمد کی جاتی ہیں۔

ہندوؤں کے ساتھ ساتھ اب مقامی لوگوں نے بھی تجارت کی طرف توجہ دینا شروع

کی ہے اس لئے موجودہ وقت میں تجارت کا کاروبار نسبتاً یہاں کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے

ذرائع آمدورفت

جب تک علاقے میں سڑکیں تعمیر نہیں کی گئی تھیں اس وقت تک نقل وحمل اونٹوں اور گدھوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ اگرچہ خاران اونٹوں کی افزائش کا خطہ ہے اور بلوچستان میں سب سے زیادہ اونٹ خاران میں پالا جاتا ہے، لیکن نقل وحمل کے لئے اونٹ بہت کم ملتا ہے، اس کے علاوہ اونٹنیوں کے تناسب کا اندازاً ۸۰ فیصد ہے مگر پھر بھی دوسرے علاقوں کی نسبت یہاں باربرداری کے لئے اونٹ استعمال نہیں کئے جاتے بلکہ انھیں صرف نسل کشی کیلئے پالا جاتا ہے۔ البتہ دور دراز علاقوں سے لکڑیاں اور اجناس اونٹوں پر لائی جاتی ہیں۔ اور پہاڑی پیداوار کو گدھوں کے ذریعے منڈیوں تک پہنچایا جاتا ہے۔

کوئٹہ خاران اور خاران واشک کے درمیان نقل وحمل موٹر گاڑیوں کے ذریعہ عمل میں لائی جاتی ہے۔ چنانچہ موٹر گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے جو مستقل مگر کچی سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے: کوئٹہ

۱۔ خاران نوشکی سڑک ، ۹۰ میل

۲۔ خاران بیسیمہ سڑک ، ۸۰ میل

۳۔ خاران واشک سڑک ، ۱۲۳ میل

۴۔ خاران کسان روڈ ، ۳۰ میل

۵۔ واشک پنجگور ماشکیل سڑک ، ۱۵۰ میل

۶۔ ماشکیل نوک کنڈی سڑک ، ۹۰ میل

مندرجہ بالا تمام شارعات موسمی ہیں۔ اس لئے موسم برسات میں اگر بروقت انکی مرمت نہ کی جائے تو ان پر سے گذرنا کافی مشکل ہوتا ہے۔

ان سڑکوں کے علاوہ اس خطے کے طول وعرض میں سفر کرنے کے لئے حسب ذیل رستے قائم ہیں:

راستے

• قلات ۔ ماشکیل براستہ بوکبی پاس ودخاران

		درمیانی فاصلہ	کل	
۱	زیارت دو نگوران	۱۷	۱۷	
۲	سنجادا	۱۳	۳۰	نیمرغ کو براستہ ہیڑسی ندی
۳	ٹوبکی	۱۴	۴۴	چڑنگی ندی کے رستے سے نیمرغ
۴	سمالی	۱۴	۵۸	نوشکی کے لئے براستہ گوربات ۔ منجو وادر ۔ ایک چڑنگی
۵	لیجے	۱۴	۷۲	کے رستے نیمرغ
۶	نوروز قلات	۲۰	۹۲	
۷	خاران	۱۸	۱۱۰	
۸	ملک شار گواش	۱۹	۱۲۹	
۹	عشکی پادرجاودا	۱۸	۱۴۷	
۱۰	دوربن	۱۶	۱۶۳	
۱۱	ہرماگے	۱۲	۱۷۵	
۱۲	مولاداد	۱۷	۱۹۲	
۱۳	ریگین	۱۷	۲۰۹	
۱۴	گلہ چاہ	۱۹	۲۲۸	
۱۵	رہبرد	۲۷	۲۵۵	
[illegible]	بدگشت	۲۸	۲۳۸	

نوشکی براہ خاران

۱	تافوئی	۲۳	۲۳
۲	پتکن	۱۶	۳۹
۳	نوروز قلات	۲۰	۵۹
۴	زور آباد	۹	۸۶
۵	سیرگ	۲۱	۱۰۷
۶	سیرگ زناڈی	۱۸	۱۲۵
۷	نزک چاہ	۱۴	۱۳۹
۸	داشک	۱۳	۱۵۲
۹	گزو چکل	۱۲	۱۶۴
۱۰	مزار آپ	۸	۱۹۰
۱۱	شہر دوستی	۱۸	۱۸۲
۱۲	تنک	۱۳	۲۰۳
۱۳	سورین کک	۱۳	۲۱۶
۱۵	سگار جنگ	۱۲	۲۲۸
۱۶	ایسے (دغگور)	۱۳	۲۴۱

خاران دالبندین براہ ٹسگار

۱	ادرچ	۱۲	۱۲
۲	گزنبدی	۱۶	۲۸
۳	زرد	۱۸	۴۶
۴	بلک	۱۰	۵۶

۵	دالبندین	۳۱	۷۲

خاران مرگ براستہ پہرود

۱	شند	۸	۸
۲	گردیات	۱۸	۲۶
۳	مرگ	۲۴	۵۰

خاران نال براہ بے سیمہ

۱	گرگ	۲۲	۲۲
۲	دالی	۱۴	۳۶
۳	درگ	۱۰	۴۵
۴	بلی سیمہ	۸	۵۷
۵	تنگاب	۱۳	۸۶
۶	تنگاب	۱۳	۸۶
۷	نال	۸	۹۴

واشک نال براہ پلیاز پاس

۱	واشک کے گزنیقطو	۲۲	۲۲
۲	پلیاز	۲۱	۴۳
۳	گورگی	۱۲	۵۵
۴	نوک چاہ	۱۱	۶۶
۵	ودڑی پتنگ	۱۰	۷۶
۶	کوداوادی	۲۴	۱۰۰

	(سراپ)			
۹	منگچر	۱۴	۱۱۴	
۱۰	نال	۸	۱۲۲	

ڈاک خانہ

پون صدی قبل یہاں پر کوئی ڈاک خانہ نہیں تھا۔ البتہ اس دوران میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ماتحت ایک منشی لدگشت (ماشکیل) میں متعین تھا۔ جس کے ساتھ صرف ایک سیاسی چوکی کے طور پر رابطہ قائم کیا گیا تھا، اور جو ہر دوسرے دن گزچاہ کے راستے اونٹوں کے ذریعہ ڈاک دالبندین پہنچاتا تھا۔ اسی طرح دالبندین سے لدگشت کا رابطہ قائم کیا تھا۔ خاران کی ڈاک سردار خاران اپنی ذمہ داری پر ہر دوسرے دن پدگ کے راستے حکومت برطانیہ کو بھیجتا اور یہی شتربان واپسی پر خاران کی ڈاک لاتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں ضلعی انتظامیہ نے ڈاک کے انتظام کو بھی اپنی تحویل میں لے لیا۔ اور لیویز کے ذریعہ ڈاک کی ترسیل و آمد کا اہتمام کیا گیا، لیکن ۱۹۵۹ء سے محکمہ ڈاک و تار نے اسے باقاعدہ اپنی تحویل میں لیکر یہاں پر ڈاک خانہ (برانچ) قائم کر دیا ہے۔

ٹیلی فون

۱۹۲۰ء تک یہاں پر ٹیلی فون کا کوئی نظام نہیں تھا، البتہ حکومت برطانیہ کی تجویز تھی کہ کراچی سے (براستہ بسیلہ۔ خضدار) قلعہ بالا کو ٹیلی فون کے ذریعے ملا دیا جائے۔ لیکن بعد میں لدگشت کے مقام پر ایک ٹیلی فون سٹیشن قائم کیا گیا جو خلیج فارس کی ایجنسی کے ڈائریکٹر آف ٹیلی گراف کے ساتھ رابطہ کیلئے تھا۔ ۱۹۷۰ء سے یہاں پر باقاعدہ ٹیلی فون سٹیشن قائم کیا گیا ہے، جو خاران کو خضدار کے ذریعہ ملک کے باقی شہروں کے ساتھ

مربوط کیے ہوئے ہے۔

تار گھر

خاران میں تار گھر ۱۹۶۲ء سے قائم کیا گیا ہے، جو بدستور موجود ہے۔

ملکی تقسیم

ریاستی دور میں یہ خطہ ایک ریاست پر مشتمل تھا، جس کو ۱۲ نیابتوں، سرخ
بجے۔ گزی۔ جیلادان۔ گواش۔ جرمائے۔ کلگ۔ ماشکیل۔ داشک۔ رخشان۔ خدابادان
گورجک میں تقسیم کیا گیا تھا، لیکن ۱۹۵۵ء میں ون یونٹ کے قیام پر اس خطہ کو ایک
کی حیثیت دی گئی، چنانچہ بعد میں اسے مندرجہ ذیل سب ڈویژنوں، سب تحصیلوں، ق
حلقے اور پٹوار سرکلوں میں تقسیم کیا گیا۔

سب ڈویژن	سب تحصیل	قانون گو حلقے	پٹوار سر
۱۔ خاران سب ڈویژن	۱۔ خاران تحصیل	۱۔ ٹوہ ملک	۱۔ خارا
	۲۔ داشک سب تحصیل	۲۔ گورگی	۲۔ سرادان
	۳۔ رخشان " "	۳۔ داشک	۳۔ جوداتلا
			۴۔ ٹوہ ملک
			۵۔ گراڈنگ
			۶۔ گورگی
			۷۔ گوہری
۲۔ ماشکیل سب ڈویژن[1]	۱۔ سب تحصیل ماشکیل	۱۔ ستہگان	۱۔ ستہگان

---

[1] ماشکیل سب ڈویژن عارضی ہے، جسے کبھی سب ڈویژن
دم علاقہ کو نائب تحصیلدار کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اور کبھی ... پر داغ

انتظامیہ

۱۹۴۰ء سے خاران داخلی طور پر ہر طرح سے آزاد تھا، لیکن اسے کسی حکومت نے آزاد تسلیم نہیں کیا تھا، اس لئے اس کے خارجی انتظام کبھی ایران یا افغانستان اور کبھی ریاست قلات کنٹرول کرتا تھا، لیکن داخلی طور پر یہ علاقہ سردار یا نواب کے رحم و کرم پر تھا اور وہی سپریم اتھارٹی سمجھا جاتا تھا، اس کی مشاورت اور مدد کیلئے ایک وزیر (شاغاسی) مقرر ہوتا تھا۔ اور علاقہ کو حسب ذیل بارہ نیابتوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱۔ لجے	۲۔ سر خاران	۳۔ گزی
۴۔ جھلاوان	۵۔ گواش	۶۔ خرا گئے
۷۔ لگ	۸۔ ماشکیل	۹۔ داشک
۱۰۔ رخشان	۱۱۔ خدا باداں	۱۲۔ گورجک

ہر نیابت میں ایک نائب مقرر تھا جو اپنے اپنے علاقوں میں انتظامیہ، عدلیہ، مالیہ وغیرہ کے اختیار بھی رکھتے تھے، ہر نائب کے ساتھ ایک یا دو لیویز سپاہی اور ایک منشی ہوتا تھا جو نائب کو مالیہ، چونگی اور دیگر ٹیکسوں کی وصولی میں مدد دیتے تھے۔ ان کے احکامات کے خلاف شاغاسی (وزیر) کے خلاف سردار کو اپیل کی جا سکتی تھی۔

۱۹۴۰ء میں انگریز سامراج نے اپنے وسیع تر مفاد کی خاطر خاران کو ایک ریاست کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے تمام خارجہ نظم و ضبط کو اپنے کنٹرول میں لینے کے لئے نواب کی مشاورت کیلئے ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا تقرر عمل میں لایا، جو مقامی اصطلاح میں وزیر کہلاتا تھا۔

بلوچستان سٹیٹس یونین کے قیام پر یہ علاقہ بھی یونین میں شامل رہا اور ۱۹۵۲ء میں چاروں ریاستوں کا انتظام وزیر اعظم بلوچستان سٹیٹس یونین ضبط کرتا تھا۔ ۱۹۵۵ء

میں ون یونٹ کے قیام پر خاران مغربی پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔ اور اُسے ایک ضلع کی حیثیت دی گئی۔ اور علاقہ کے نظم و ضبط کے لیے یہاں پر ایک ڈپٹی کمشنر متعین کیا گیا، جسے کلکٹر اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اختیارات تفویض کئے گئے۔ مناسب عمال بھی فراہم کیا گیا۔

انتظامی طور پر اس علاقہ کو بطریق ذیل تقسیم کیا گیا۔

۱. خاران سب ڈویژن (جو تحصیل بھی کہلاتا ہے)

۲. ماشکیل سب ڈویژن

۳. سب تحصیل واشک

۴. سب تحصیل رخشان

۵. چار قانونگو حلقے (ٹوہ ملک، سہنگان، گورکی اور واشک)

۶. سات پٹوار سرکل (خاران، جو دا قلات، ٹوہ ملک، گڑانگ، گورگی، گوہری اور سہنگان)

سب ڈویژن، تحصیل اور سب تحصیلوں کے مرکزی مقامات کے علاوہ بیکن اور حوالگے میں بھی لیویز چوکیاں قائم کی گئیں۔ خاران، لدگشت اور نوکجاہ کے مقام پر پولیس تھانے قائم ہیں۔

(مختلف ادوار کے ڈپٹی کمشنروں کی فہرست اس باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

عدلیہ:

ریاستی ادوار میں عدلیہ کے تمام اختیارات سردار کو حاصل تھے۔ جو انہیں اپنے شاغاسی اور نائبوں کے ذریعے استعمال کرتا تھا، البتہ بعد میں ایک قاضی کا تقرر بھی عمل میں لایا گیا۔ لیکن پھر بھی بلوچستان کے دیگر علاقوں کی طرح خاران کا کوئی مقدمہ شاہی جرگہ میں نہیں جاتا تھا ۱۹۰۱ء میں پولیٹیکل ایجنٹ چاغی اور سردار خاران کے درمیان ایک معاہدہ کی رو سے چاغی

کے لوگ اپنی شکایت نوشکی سے خاران اور خاران لے جا سکتے تھے۔

۱۹۴۸ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق پر انتظامیہ، فوجداری اور دیوانی معاملات میں ضروری تبدیلیاں کی گئیں۔ دیوانی مقدمات کیلئے قاضی مقرر کئے گئے اور فوجداری مقدمات نمٹانے کیلئے سردار کو جرگہ منعقد کرنے کے اختیارات دیئے گئے۔

۱۹۵۲ء میں بعض بلوچستان سٹیٹس یونین کے قیام پر حکمران کونسل نے ۲۲ اپریل ۱۹۵۳ء کو ایک قانون بنایا ۱۹۵۵ء میں دستور العمل قلات کے تحت کورٹ فیس کی شرح سے دس روپے مقرر کی گئی لیکن یہ تمام قانون ۱۹۶۰ء میں کالعدم قرار دیدیے گئے اور صدر کی جانب سے سنٹرل لاء آرڈیننس ۱۹۶۰ء جاری کیا گیا، اور اس طرح فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (F. C. R.) کا نفاذ ہوا، قاضی کے خلاف اپیل مجلس شوریٰ میں اور دوسری اپیلیں عدالت عالیہ میں کرنے کے احکامات جاری کئے گئے۔

سرکاری منتظمین اعلیٰ کی فہرست

نام	عہدہ	سال	اہم کارنامہ
۱۔ خان محبت خان آفریدی	وزیر	۱۹۴۰ء	
۲۔ عبدالکریم اچکزئی۔	"	۱۹۴۱ء	شاغاسی فتح محمد کو ریاست بدر کر دیا
۳۔ فقیر محمد خان	"	۱۹۴۲ء	شاغاسی صاحب کو خاران آنے کی اجازت دے دی
۴۔ خان لال گل خان۔	"	۱۹۴۳ء	
۵۔ خیر محمد خان پانیزئی۔	"	۱۹۴۶ء	
۶۔ نواب زادہ میر طاہر خان نوشیروانی	"	۱۹۴۷ء	

نام	عہدہ	سال	اہم کارنامے
۷۔ حاجی محمد صدیق مری	وزیر	۱۹۵۰	شاغاسی صاحب کو ریاست بدر کر دیا۔
۸۔ کیپٹن سلطان علی ہزارہ	"	۱۹۵۰ء (صرف ۳ ماہ)	شاغاسی صاحب کو واپس بلا لیا
۹۔ خان لال گل خان	"	۱۹۵۱ء	
۱۰۔ مولوی محمود	"	۱۹۵۲ء	جسے بعد میں ترقی پر ڈپٹی کمشنر بنا دیا گیا
۱۱۔ ملک محمد وارث	ڈپٹی کمشنر	۱۹۵۳ء	
۱۲۔ حاجی محمد صدیق	"	۱۹۵۶ء	
۱۳۔ سید عابد حسین (سی ایس پی)	"	۱۹۵۸ء	صرف ایک ماہ تین دن قیام کیا۔
۱۴۔ میجر محمد افضل	"	۱۹۵۸ء	
۱۵۔ جہانگیر شاہ جوگیزئی	"	۱۹۵۹ء	سنگاپ چھپلی اور بے سیر خاران روڈ کی تعمیر
۱۶۔ صفدر حسین گردیزی	"	۱۹۶۱ء	
۱۷۔ اے آر صدیقی (سی ایس پی)	"	۱۹۶۲ء	
۱۸۔ امیر یوسف علیخان (")	"	۱۹۶۳ء	کاریز خاران کی نالی کو پختہ بنوایا
۱۹۔ سردار غنائت اللہ جوگیزئی	"	۱۹۶۴ء	
۲۰۔ مسٹر جیلانی	"	۱۹۶۵ء	
۲۱۔ ایس ایم حسن	"	۱۹۶۵ء	
۲۲۔ شیخ گل محمد	"	۱۹۶۸ء	
۲۳۔ مجیب الرحمن خان	"	۱۹۶۹ء	خاران میں پہلی دفعہ آبپاشی کیلئے ڈیزل انجنوں کا انتظام کیا۔ اور خاران شہر کی سڑکوں کو پختہ کرایا

نام	عہدہ	سال	اہم کارنامہ
۲۴۔ خان زیق احمد خان	ڈپٹی کمشنر	۱۹۶۹ء	
۲۵۔ اختر مرزا	//	۱۹۷۰ء	
۲۶۔ ملک عبدالصمد خواجہ خیل	//	۱۹۷۱ء	
۲۷۔ امین اللہ خان	//	۱۹۷۲ء	

تعلیم

سردار آزاد خان کے دور سے قبل یہ خطہ تعلیم جیسی نعمت سے محروم تھا، لیکن سردار آزاد خان نے، جو ایک مذہبی رہنما تھے، افغانستان سے چند مبلّغ (ملّا) لا کر اہلِ خاران کے لئے اسلامی تعلیمات کا انتظام کیا، ان ملّاؤں کو تبلیغ اور تدریس کیلئے واشک، کلگ اور علاقہ کے مختلف اطراف میں پھیلا دیا، چنانچہ ریاست کے سینکڑوں افراد نے قرآن شریف اور فارسی پڑھنا سیکھا یہ تعلیم مسلسل جاری رہی، لیکن امیر حبیب اللہ خان نے اس میں جدت پیدا کرنے کیلئے ۱۹۴۰ء میں خاران کے مقام پر ایک پرائمری سکول کا قیام عمل میں لایا، جسے ۱۹۴۹ء میں ثانوی (ہائی) سکول کی حیثیت دیدی گئی۔ چند سال بعد علاقہ میں مزید دو پرائمری سکول کھولے گئے۔ لیکن ۶۲-۱۹۶۰ء میں موجودہ پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دینے کے علاوہ چار مزید پرائمری سکول اور ایک گرلز مڈل اسکول کا قیام عمل میں لایا گیا، ون یونٹ کے خاتمے کے بعد تقریباً ہر دیہات میں پرائمری سکول، موجودہ مڈل سکولوں کو ہائی اور خاران کے مرکزی ہائی اسکول کو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دیا گیا۔

پولیس

سرداری نظام کے تحت پولیس کا کام سردار کے عام کارندے کیا کرتے تھے، کیونکہ ان ادوار میں عوام کی جان و مال محفوظ تھے، اور کوئی سنگین جرم نہیں ہوتا تھا، مال مویشیوں کی چوری کے سلسلے میں پاسبان کھوجیوں کے ذریعے چور کا پتہ لگا کر گرفتار کرتے تھے۔

۱۹۵۹ء میں خاران کے مقام پر پولیس کا تھانہ قائم کر دیا گیا۔ چند سال بعد گر بے سیمہ اور واشک میں بھی اسی قسم کے تھانے کھول دیئے گئے، ایوب خان (اس وقت کے صد نے بے سیمہ کے مقام پر ملیشیہ پوسٹ بھی قائم کر دیا، لیکن امن وامان کے پیش نظر ۱۹۶۴ء میں بلوچستان ریزرو کا قیام عمل میں لایا گیا اور ریزرو پولیس کو بے سیمہ اور ناگ کے علاقے میں پھیلا دیا گیا۔

صفائی اور فراہمئ آب

صفائی کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے، لوگ اپنے گھروں کی صفائی کر کے کوڑا کرکٹ گھروں کے سامنے پھینکتے ہیں، البتہ خاران شہر میں، جو ضلعی مرکز ہے چند خاکروب اور ڈسٹ بن کا جزوی طور پر بندوبست ہے۔ اور اسی طرح شہر میں ہینڈ پمپ اور تالاب بھی قائم کر دیئے گئے ہیں، لیکن باقی آبادی عموماً کنوؤں اور بعض مقامات پر جوہڑوں، پہاڑی چشموں اور ندیوں کا پانی استعمال کرتی ہے۔

جیل

ریاستی نظام کے تحت جیل کا کوئی رواج نہیں تھا، سزائیں عام طور پر جرمانہ کی صورت میں دی جاتی تھیں، اور جب تک جرمانے کی وصولی نہیں ہوتی تھی، ملزم کو اس وقت تک سردار کے مقرر کردہ جائے ملزمان میں رکھا جاتا تھا، اور جونہی ملزم جرمانہ ادا کرتا، اسے رہا کر دیا جاتا، زیر حراست شخص کو سردار اپنی طرف سے خوراک فراہم کرتا، لیکن قیدی سے کوئی محنت و مشقت نہیں کرایا جاتا تھا۔

ون یونٹ کے قیام پر لیویز کے تھانے قائم کر دئے گئے، اور اس کے بعد پولیس کی تعیناتی پر ضلعی جیل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔

لیویز

۱۹۰۳ء میں والئ خاران نے ایرانی سرحد پر واقع زاوگ (لدگشت) کے مقام پر ایک لیویز چوکی قائم کی تھی، جو پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے تابع حکم تھا، اس چوکی کا عملہ ایک دفعدار یا محرر، دو سوار اور دو ڈاکیہ پر مشتمل تھا ڈاک کے سوار ہفتہ میں ایک مرتبہ زاوگ اور دالبندین کے مابین ڈاک پہنچاتے تھے اس چوکی کا سالانہ خرچہ ایک ہزار تین سو بیس روپے تھا، جو بلوچستان کے صوبائی مالیہ سے حاصل کیا جاتا تھا۔

وحدانی حکومت کے ساتھ الحاق کے بعد لیویز میں توسیع کردی گئی اور لدگشت، زرکچاؤ، واشنک، حراگرے، کلگ، بیکن، بے سیدا کوالی میں لیویز چوکیاں قائم کی گئیں اور ضلعی سطح پر لیویز کے عملہ میں اضافہ کردیا گیا۔

خزانہ

ریاستی دور میں سردار کا حساب کتاب شاغاسی رکھتا تھا اور خزانہ بھی اسی کی تحویل میں ہوتا تھا، ۱۹۵۳ء میں یہاں پر ایک ذیلی خزانہ کا قیام عمل میں لایا گیا جسے ۲۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو باقاعدہ خزانہ کی حیثیت دیدی گئی۔ ابتداء میں اس کا عملہ صرف ایک خزانچی پر مشتمل تھا، لیکن ۱۹۶۲ء میں اس کیلئے خزانہ افسر، سپرنٹنڈنٹ، اسسٹنٹ اور جونیئر کلرک بھی تعینات کئے گئے۔ ۱۹۷۶ء میں خزانہ کے عملہ کی خدمات ٹریژری سروس میں منتقل کی گئیں اور اور اسی طرح ان کے عہدوں کے نام بھی اکاؤنٹنٹ، اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ اور اکاؤنٹس کلرک رکھ دیئے گئے۔

سروے

اس علاقے کا باقاعدہ سروے ۱۹۰۶ء میں ہوا تھا جس کا باقاعدہ ریکارڈ مرتب کیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۰۰ء میں بھی ایک سرسری سروے کیا جا چکا ہے۔

تقاوی قرضے

ریاستی دور میں یہاں پر تقاوی کا کوئی نظام رائج نہیں تھا۔ البتہ سر[illegible] سال کے دوران مزارعین کو خوراک اور تخم ریزی کے لئے مالیہ کا حصہ بطور [illegible] دے دیتا تھا۔ اور بعد میں یہ قرضہ فصل کی برداشت پر یکمشت یا اقساط کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ البتہ اب یہاں قرضہ تقاوی کے دو ایکٹ [illegible] رائج ہیں، جو پاکستان کے دوسرے حصوں میں رائج ہیں

قرضہ تقاوی ضلع خاران

سال	قرضہ زیر 1883	قرضہ زیر 1958	وصولی 1883	وصولی 1958	میزان
1956-57	45,170/-	92500/-		14530	17240
1957-58	-	-	-	-	-
1958-59	60,000/-	1,50,000/-		13774	16936/-
1959-60	59,500/-	2,49,900		18629	62274
1960-61	70,000/-	1,27,300		2659	49267
1961-62	1,74,750	1,40,000		6361	2,9049
1962-63	73,600/-	65,000/-		1.71	816
1963-64	1,20,000	1,50,000		-	-
1964-65	-	99800		-	-
1965-66	1,00,000	60,000		-	-
1966-67	30,000	70,000		6146	38229
1967-68	-	4200		6409	20749
1968-69	-			-	-
1969-70	-	20,000		-	-

مالیہ کی ابتدائی تاریخ

مالیہ کی ابتدائی معلومات کے متعلق کوئی صحیح شہادت موجود نہیں۔ نادرشاہ کی سند ہجری ۱۱۴۰ اور جو سردار خاران کے نام ہیں، سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سال پہلی بار کا ایک ٹیکس خاران اور رخشان کے علاقوں پہ لاگو کیا گیا۔ اور اسی طرح منشور فارس و کرمان سے فوج کے لئے پندرہ سو تمن ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ۱۱۹۰ کی سندات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس وقت کا سردار میر جہانگیر خان کو افغان کے حاکم مظفر شاہ کی طرف سے یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے قبائل کے افراد سے پیداوار کا دسواں حصہ بطور مالیہ وصول کرے، لہٰذا یہی رواج خاران کے آخری سردار کی حکمرانی تک قائم رہا۔ البتہ چند قبائل اس مالیہ سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے تھے۔

پاکستان کے ساتھ الحاق کے بعد بھی مالیہ جنس کی صورت میں وصول کی جاتی رہی ون یونٹ کے قیام تک یہی رواج قائم رہا۔ البتہ یہ مالیہ زیادہ تر فصل کی برداشت پر وصول کی جانے لگی۔ اس دوران نہ صرف "جاگیر اور معافی" کی اراضیات پہ مالیہ لاگو کیا گیا۔ بلکہ چھ پیسہ سالانہ کے حساب سے فی بھیڑ چرائی ٹیکس، واشک اور ماشکیل کی کھجوروں پر چھ پیسہ فی کھجور، نخل ٹیکس، دو روپے فی ہنگام پانی ٹیکس اور واشک میں جواری کی فصل پہ بیس سیر کا ٹیکس عاید کر دیا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پنجاب ریونیو ایکٹ کے تحت جنس کی بجائے نقد مالیہ کی شرح مقرر کی گئی اور امپورٹ ایکسپورٹ اور ٹول ٹیکس کا بھی نفاذ عمل میں لایا گیا۔

گزشتہ چند سالوں کی مالیہ تفصیل درج ذیل ہے۔

مالیہ

سال	رقبہ زیر کاشت ایکڑوں میں	مطالبہ مالیہ	وصولی مالیہ
1956-57	15,363	1,16,451/97	1,16,451/97
1957-58	27,632	2,92,563/53	2,92,563/53
1958-59	15,227	57,079/08	57,079/08
1959-60	13606	56,374/79	56,374,79
1960-61	16,110	1,00,697/52	1,00,697/52
1961-62	6,880	56,880/54	52,885/30
1962-63	10,691	74,254/24	61,808/42
1963-64	3383	36,318/74	26,052/69
1964-65	9134	61,319/28	52,249/11
1965-66	12,467	69,779/63	72,736/51
1966-67	7422	67,779/12	68,640/54
1967-68	4732	49,363/41	46,242/83

مشہور مقامات

خاران

خاران کا قصبہ کوئٹہ سے ایک سو اسی میل کے فاصلے پر ضلع خاران کے شمال مغربی
میں سطح سمندر سے دو ہزار تین سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے، اس کے شمال مغر
کوہ راس کا سلسلہ ہے جبکہ اس کے مشرق اور جنوب میں دریائے بُدو واقع ہے۔
آبادی (بمطابق ۱۹۶۱ء) ۱۰۳۵۵ مرد اور ۱۲۳۷ خواتین پر مشتمل ہے، جو نوشیروانی
نقیب۔ لوڑی اور سید خاندانوں کے علاوہ سرکاری ملازمین پر مشتمل ہے۔

یہ قصبہ ضلع کا مرکز ہے، جہاں پر ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر، تحصیلدار اور دیگر
محکموں کے ضلعی دفاتر ہیں۔ یہاں لڑکوں کیلئے ایک ہائی سکول، لڑکیوں کا مڈل سکول،
ہسپتال۔ زچہ بچہ اور ٹی بی وارڈ کے علاوہ دینی مدرسے، لائبریری موجود ہے۔ یہاں
ہاتی کا ایک کارخانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔

قصبے کے پانی کا انحصار ایک پرانی کاریز پر ہے جس سے پینے کا پانی ہینڈ پمپوں
ذریعہ نکالا جاتا ہے۔ روشنی کیلئے ضلع کونسل کا ایک بجلی گھر اور مسافروں کی رہائش کیلئے
آرام گاہوں کے علاوہ مسافر خانے بھی موجود ہیں۔

یہ قصبہ ۹۰ میل لمبی ایک موسمی سڑک کے ذریعے نوشکی سے ملا ہوا ہے اسی طرح اسی میل
سڑک کے ذریعہ بیسیمہ (پنجگور روڈ) سے رابطہ قائم ہے۔ کوئٹہ کیلئے یہاں سے روزانہ بس کے
ٹاک اور سواری کا انتظام ہے جبکہ ہفتے میں ایک بار واشک کے لئے بھی بس جاتی

اگرچہ یہ ایک بہت چھوٹا قصبہ ہے لیکن سابق ریاست اور موجودہ ضلع کا مرکز
مقام ہونے کے باعث کافی شہرت رکھتا ہے۔ یہاں کی ایرانی طرزِ تعمیر کی گنبد نما جامع مس
سردار آزاد خان کا قلعہ۔ نواب امیر حبیب اللہ خان مرحوم کا "دل آرام" نامی بنگلہ۔ دیوان خ

اور نوروز آباد کے پُرانی گنبد قابل دید ہیں۔

لدگشت

پاک ایران سرحد پر واقع لدگشت، ماشکیل سب ڈویژن / سب تحصیل کا مرکزی مقام ہے جو خاران سے تقریباً چار سو میل شمال میں واقع ہے۔ اس کا قریبی ریلوے سٹیشن نوک کنڈی ہے جو نوے میل طویل موسمی سڑک کے ذریعے لدگشت سے ملا ہوا ہے۔ اس پر ہر دوسرے دن ایک بس آتی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں سے ایک موسمی سڑک پنجگور اور واشک جاتی ہے۔

یہاں پر پولیس تھانہ۔ مڈل سکول۔ سول ڈسپنسری۔ شفاخانہ حیوانات کے علاوہ ذیلی ڈاک خانہ۔ ایک ریسٹ ہاؤس اور دو مسافر خانے بھی موجود ہیں۔ نیز یہاں کے تقریباً ایک سو دکانوں پر مشتمل ایک منڈی بھی ہے جو ایرانی سرحد پر کافی اہمیت رکھتی ہے۔

کھجور یہاں کی عام پیداوار اور تجارت کا ذریعہ ہے۔ روزمرہ کی تمام اشیاء پر مٹ کے ذریعہ کوئٹہ اور نوشکی سے لائی جاتی ہیں۔ پینے کیلئے کنوؤں کا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔

حلوگر کے تاریخی گنبد یہاں سے چار میل مشرق میں واقع ہیں۔

بے سیمہ

بے سیمہ، سب تحصیل رخشان کا مرکزی مقام ہے، جو خاران کے جنوب مشرق میں کوئٹہ پنجگور شاہراہ پر واقع ہے۔ یعنی یہ مقام خاران سے اسی، قلات ایک سو تیرہ، خضدار سے پچھتر اور پنجگور سے ایک سو چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان مقامات کے ساتھ موسمی سڑکوں کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے، لیکن خاران، بے سیمہ کے درمیان بس وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

یہاں کی آبادی سرکاری ملازمین اور دوکانداروں پر مشتمل ہے، یہاں پر مڈل اسکول ایک ذیلی ڈاک خانہ۔ سول ڈسپنسری، شفاخانہ حیوانات۔ ریسٹ ہاؤس اور مسافر خانہ موجود ہے۔ بے سیمہ کے قرب وجوار میں متعدد ڈیزل انجن نصب کئے گئے ہیں، جن سے کافی زرخیز

فصلہ

سیراب کی جاتی ہیں۔ اس علاقہ کے لوگ زیادہ تر بھیڑ بکریاں پالتے ہیں یہاں کی اون
اور گوشت باہر برآمد کیا جاتا ہے۔

واشک

خاران سے ایک سو تیرہ میل جنوب مغرب میں واشک کی سرسبز و شاداب
واقع ہے۔ یہ یہاں کی سب تحصیل کا مرکزی مقام ہے، جہاں پر سول ڈسپنسری، مڈل
گرلز پرائمری سکول، ذیلی ڈاک خانہ، ریسٹ ہاؤس اور مسافر خانہ موجود ہے۔

یہ سرسبز نخلستان، واشک ندی کے آب رواں (چشموں) سے سیراب کیا
جس میں انار، انگور، آڑو بکثرت موجود ہیں۔ یہاں چند دوکانات بھی ہیں جن کے علاوہ روزمرہ کی اشیاء خاران یا کوہ
کی ہیں۔ اون اور کھجور یہاں کی اہم پیداوار ہیں، جہاں مناسب زمینیں دستیاب ہیں
وہاں پر گندم اور جواری کی کاشت کی جاتی ہے۔

بازیں گنبد، بی بی لال گنبد اور پرانے قلعے قابل دید ہیں۔

خاران کی اہمیت

سیاسی، جنگی اور تجارتی لحاظ سے خاران کو دو رہ مولہ کے باعث کافی اہمیت حاصل
ہے، خصوصاً جبکہ ایک طرف سے سندھ (سابق ہندوستان) اور دوسری طرف سے افغا
اور ایران کی شاہراہیں یہاں سے گذرتی ہیں۔ ان ہی امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے برطا
مختلف اوقات میں اپنے نمائندوں کے ذریعہ اس خطہ کا جائزہ لیتا رہا۔ چنانچہ سب
سنہ ۱۸۱۰ء میں بمبئے فوج کے لیفٹننٹ ہنری پوٹنگر نے اس علاقے کا دورہ کیا۔ اس کے
۱۸۳۹ء میں حاجی عبدالنبی نے قلعہ خاران کو دیکھا، اور سردار سے ملاقات کی،
میں سر چارلس میکریگر اور کپتان لاک وڈ دسمبر ۱۸۹۶ء میں سر رابرٹ سنڈیمن نے
میں لفٹننٹ گلنڈو اور ۱۹۰۵ء میں قلات کے پولیٹیکل ایجنٹ کرنل شاورز نے خطۂ خارا

مرانی میں شامل کرنے کی غرض سے یہاں کے سردار اور قبائلی نیز خان قلات کے
تنازعات کا بھی تصفیہ کرایا۔

تاریخ

خاران کے اصل نام کے بارے میں
محققین کی آراء۔

"خداوند عزوجل نے جب بابا آدمؑ کو گندم کا ایک دانہ کھانے پر "خار" سے جنت بدر کرکے
س سرزمین پر بھیجا تھا، وہ خاران ہی کا خطہ ہے، جو "خار" کی نسبت سے خاران موسوم ہوا"
میرے ایک بھلے پڑھے دوست نے خاران کی وجہ تسمیہ کو مقامی زبان براہوئی میں (خاران
نی خارے یعنی ضد سے) نسبت دیتے ہوئے دل جلے اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
اور یوں بھی یہ صحیح ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں اگر کوئی افسر اپنے کسی ماتحت سے ناراض ہو تو
خارے اُسے خاران تبدیل کر دیتا ہے میرے اس دوست کو بھی اپنے افسروں کی خار کی زد میں آکر
اران کے ویران لق و دق ریگستانوں میں بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ میرے دوست نے اپنی
ں دلیل کو صحیح کرنے کے لئے یہ قیاس آرائی بھی کی کہ چونکہ بابا آدمؑ کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں
سراندیپ" کی سرزمین پر بھیج دیا گیا تو جبکہ سراندیپ کی مناسبت سے خاران میں "سرندہ"
ی ایک خانقاہ بھی موجود ہے۔ جو سراندیپ سے بگڑتے بگڑتے سرندہ بن گئی ہے اور یہی وہ
قام ہے جسے مورخین سراندیپ کہتے ہیں، جسے خداوند قہار و جبار نے اپنی خار سے آدمؑ کی سزا
ے لئے مناسب سمجھا تھا۔

یہ تو "OVER A CUP OF TEA" ایک گپ شپ تھی، اب ذرا مورخین اور محققین کی
ر ملاحظہ ہوں کہ یہ علمائے تاریخ کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے:-
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس علاقے کا نام کوہ حاران یا ہران کی مناسبت سے حاران

اور پھر خاران پڑ گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
میں ڈالا تھا۔ اسی طرح تفہیم القرآن کے صفحہ ۱۰۹ پر سورہ البقرہ رکوع ۱۵ کی تفسیر میں
کہ حضرت ابراہیمؑ عراق میں اُر کے مقام پر پیدا ہوئے اور آگ کے الاؤ سے بچ نکلنے
چھوڑ کر پہلے حران (حاران) تشریف لے گئے اور وہاں سے فلسطین کی طرف منتقل ہو
کے ساتھ مشمولہ نقشہ میں حاران بھی دکھایا گیا ہے، جو جغرافیائی لحاظ سے موجودہ خار
پر واقع ہے۔ یعنی قرآن کی تفسیر کی رو سے حضرت ابراہیمؑ کو یہاں پر آگ میں نہیں ڈ
وہ سیر و گردش کے دوران یہاں تشریف لائے تھے۔ اس امر سے یہ واضح ہو جا
وقت یہ بنجر اور ریگستانی خطہ خاران سرسبز و شاداب تھا۔

"سکندر نامہ" کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ علاقہ خاردار پودوں اور جھا
جنگل رہا ہے جس کا نام اسی مناسبت سے "خاران" یعنی کانٹوں کا خطہ رکھا گیا اور مص
بھی انکشاف کیا ہے کہ نادر شاہ حکمران ایران اس علاقہ کو سنگین مجرموں کی سزا دہی
"کالا پانی" استعمال کرتا تھا۔

بعض تواریخ بتاتی ہیں کہ لفظ خاران اصلاً قاران یا کاران ہے کیونکہ یہاں کے
کو قاچاخ کہتے ہیں، اس لئے "ق یا ک" کا "خ" بن جانا بعید از امکان نہیں۔ اسما
یا برضین نامی جس کوہ کا ذکر کیا ہے، مورخین اُسے کوہ راس سے نسبت دیتے ہیں۔ کتاب
میں بھی کاران کا ذکر موجود ہے۔ روضۃ الصفا میں تحریر ہے کہ میدان کاران میں (خاران
میں گلوگہ کے مقام پر) ۱۳۸۳ء میں تیمور لنگ کے بیٹے میراں شاہ نے اہل نقودر کو شک
نیز ابو الفضل نے خاران سے متعلق اپنے سفرنامے میں ایک سلسلۂ کوہ کا، جس کا ایک سرا
بھرا علاقہ مکران سے ملحق ہے، ذکر کرتے ہوئے اس کا نام بھی کوہ کاران بتایا ہے۔

لارڈ کرزن کے پیش کردہ ایک نظریہ کے تحت بلوچستان زمانہ قدیم سے گدروش
کے حصوں سے مل کر بنا ہے، چنانچہ اول الذکر سے خاران اور مؤخر الذکر سے سیستان
بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں اس علاقہ میں بہت ہی گھنے جنگل تھے اور
دوسرے جنگلی جانوروں کے علاوہ گورخر بکثرت پایا جاتا تھا اور ایران کے مشہور بادشاہ

لے درنگینیا یا درنجیانہ۔

جس کو شکار کھیلنے اور بالخصوص گورخر کے شکار سے نہایت شوق و ذوق تھا۔ اسی علاقہ میں آکر شکار کھیلتا تھا، جس کی وجہ سے ایرانی تاریخوں میں وہ بہرام گور کے نام سے مشہور ہے اور یہ علاقہ گورخران کہلانے لگا تھا۔ لیکن زمانہ کے ساتھ ساتھ "گور" ساقط ہوگیا اور یہ علاقہ خران اور پھر خاران مشہور ہوگیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جس زمانہ میں ایران اور ترکستان وغیرہ کے جو تاجر خاران کے راستے ہندوستان آتے تھے تو انہیں ایرانی سرحد کے اس پار لوگ لوٹ لیتے تھے اور جب وہ اس خطہ میں داخل ہوتے تو یہاں کے لوگ انہیں پناہ دیتے اور اپنے علاقہ سے بخیر و خوبی گزار دیتے۔ جس کی وجہ سے یہ تاجران کو "خیروان" یعنی اہلِ خیر کے نام سے یاد کرنے لگے اور تاجروں کی آمد و رفت سے یہ نام بھی مشہور ہوگیا، جو خیروان سے رفتہ رفتہ خاران پڑ گیا۔

لغوی معنوں میں اگر دیکھا جائے تو خاران لفظ کے مختلف معانی سامنے آتے ہیں، مثلاً اگر ہم اسے "خران" کہیں اس کا ایک معنی "مردِ تشنہ" اور دوسرا یعنی "زرتشت کے ایک شہر کا نام" بن جاتا ہیں۔ اور اگر ہم اسے خاوران تصور کریں تو اس کے معنی "سنگِ سیاہ" یا "مشرق" بن جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں فارسی کی لغات رشیدی میں مسطور ہے کہ "خاوران" ایران کے مشرق میں ایک علاقہ کا نام ہے۔ نیز "حار" بمعنی گرم اور حاران بطور گرم خطہ استعمال ہوتا ہے اور جبکہ حضرت ابراہیم کے ایک بھائی کا نام بھی حاران تھا۔ اور خار ایک قسم کی نوکدار گھاس (خاران۔ کانٹوں کا خطہ) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بہرکیف لغت بھی اس سرزمین کو مردِ تشنہ۔ سنگِ سیاہ۔ گرم اور کانٹے سے تعبیر کرتی ہیں۔ جبکہ خاران بجائے خود جغرافیائی اور طبعی لحاظ سے انہی صفات کا حامل ہے۔

درحقیقت اس خطہ کا نام "ہاران" ہے جو مقامی زبان اور بلوچی اصطلاح میں بمعنی سیلابہ مستعمل ہے اور ہاران کا خاران بن جانا کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ بلوچی زبان میں "ح۔ ھ اور خ" کی کوئی تمیز نہیں، مثلاً یہاں کے لوگ "خدا" کو ہدا اور خرما کو "ہرما" کہتے ہیں اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیاوی آرام و آسائشوں سے محروم اور بڑے بڑے شہروں سے منقطع و دور افتادہ گرم اور جھلسے ہوئے کالے پتھروں کا یہ خطہ صرف سیلابوں سے ہی آباد ہوتا ہے اور پھر لفظ ہاران کی تشریح اس بلوچی مقولے سے بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے ؎

دستِ داران چم استاراں
ہاران جائے خواران

یعنی خاران غریب اور بے نواؤں کا وطن ہے جو ہمہ وقت ابر باراں کے منتظر رہتے ہیں۔

خاران کی ابتدائی تاریخ

جس طرح اس علاقہ کی پسماندگی، جہالت اور غربت کے گھمبیر اندھیروں سے کوئی شخص آشنا نہیں، اسی طرح اس کے دشوار گذار راستوں، تپتے ریگستانوں، بے آب وگیاہ چٹیل میدانوں اور بنجر اور برہنہ سیاہ پہاڑوں کی وجہ سے ماضی کا مورخ بھی اس کی تاریک تاریخ پر روشنی ڈالنے سے قاصر رہا ہے، چونکہ چند بیرونی حملوں کے سوا ہمیں خاران کی قدیم تاریخ سے متعلق اور کوئی مواد حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے ہم قدیم خاران کے تاریخی حالات پر سیر حاصل تبصرہ اور بحث نہیں کرسکتے۔

خاران قبل از مسیح شاہنامۂ فردوسی کے ایک استدلال اور ایک واقعہ سے استفادہ کرتے ہوئے مورخین لکھتے ہیں کہ ۵۵۰ء قبل از مسیح خاران میں ملک فریدون کی حکومت تھی، جس کی حدود پنجاب تک پھیلی ہوئی تھیں، تاریخ بلوچستان میں مرقوم ایک یورپین مورخ مسٹر ہیروڈوٹس کے ایک بیان سے اس روایت کو تقویت ملتی ہے کہ خاران اس وقت ہندوستان کے ماتحت تھا جب وہاں دارا کی حکومت تھی،[1] اسی بیان کے مطابق سکندر اعظم کے وقت میں یہ علاقہ راجہ توچی[2] کے قبضہ میں بتا گیا ہے۔

خاران قبل از اسلام اکثر مورخین اس تحقیق پر متفق ہیں کہ اسلام کے منصۂ شہود پر

---

[1] بلوچستان ون یونٹ سے پہلے۔ از ملک صالح صفحہ ۱۸۱۔ [2] خاران میں توچی کے نام سے ایک قدیم ٹیلہ اور ایک ندی بھی مشہور ہے۔

آنے سے قبل یہ علاقہ نوشیروان عادل کی حکمرانی میں آچکا تھا اور اس وقت یہ خطہ انتہائی سرسبز و شاداب اور پُرکشش تھا، چنانچہ اس کے بعد خسرو پرویز نے خاران کو ایران کے ساتھ ملا کر اس پر پورا تسلط قائم کیا لیکن مابعد یہ علاقہ اور سیستان کے بعض حصے ہندوستان کے راجہ الور کی راجدھانی میں چلے گئے تھے اور اس وقت راجہ رائے سہاسے دوئم کی یہاں عملداری تھی[1]

خاران کی جداگانہ حکومت

لارڈ کرزن کی یہ رائے کہ زمانہ قدیم میں بلوچستان گدروشیا اور درنگنیا نہ سے مل کر بنا ہے۔ چنانچہ مورخین نے اول الذکر یعنی گدروشیا کو مکران اور درنگنیا کو خاران سمیت سیستان کہتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سیستان اور خاران کے درمیان کوئی ایسے مشکل اور دشوار گذار کوہستان حائل نہیں، بلکہ دونوں علاقے چٹیل اور کفِ دست کی مانند ہموار ہیں، اس لئے ان کے یکجا ہونے میں کوئی شائبہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ نویں صدی عیسوی میں ملک طاہر نے، جو مامون کا ایک جرنیل تھا، خاران اور سیستان پر مشتمل ایک سلطنت قائم کر دی لیکن کیانیوں کے اس بادشاہ کو سامانیوں نے شکست دی اور بعد میں صفادر ملک برسرِ اقتدار آئے اور پورے ایک سو سال یعنی تیرھویں صدی تک یہاں حکومت کی[2]

خاران پر عربوں کا قبضہ

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ۲۲ھ ہجری کے دوران میں عاصم بن عمر اور عبداللہ بن امیر نے خاران پر قبضہ کیا تھا۔ واشک کے مقام پر پتھر کے بنائے ہوئے ایک مکان کے آثار موجود ہیں، جس کے بارے میں یہ روایت ہے کہ عربوں کا گورنر عبداللہ بن مبارک (یا امیر) یہیں رہتے تھے۔ یہاں پر کچھ عرصہ قبل ایک کتبہ بھی موجود تھا لیکن کوئی شخص اسے نکال کر بطور تبرک لے گیا۔

اس کے بعد ۳۰ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے دور میں عربوں نے عبدالرحمان بن سمرہ کو یہاں کا گورنر مقرر کیا[2]

---

[1] شارٹ ہسٹری آف بلوچستان از مولائی شیدائی ۱۹۴۲ صفحہ ۹۵-۹۶

[2] خاران گزیٹئر مرتبہ سی ایف مینچن ۱۹۰۶ صفحہ ۳۰، تذکرۂ خاران صفحہ ۲

خاران میں مختلف کتبوں اور عربوں کے نام سے موسوم قدیم کھنڈرات (ٹیلے) کاریزات وغیرہ کی بنا٫ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل تک خاران عربوں کے قبضہ میں رہا ہے۔

جب چنگیز خان کی باری آئی

عربوں کے بعد غزنویوں یا سلجوقیوں نے سیستان اور خاران کے قبائل پر حملہ کر کے ان کو اپنا مطیع اور باجگزار بنایا۔ ان کے بعد تیرھویں صدی میں جب چنگیز خان کی باری آئی تو اس نے اپنے ظلم و تشدد اور قتل و غارت سے سیستان اور خاران کی تمام شاداب و سرسبز اور زرخیز وادیوں کو صحرا میں بدل ڈالا۔ اہل خاران آج تک اس کے ظلم و ستم کے قصے بیان کرتے اور اس کی تعدی کو یاد کر کے کانپ اٹھتے ہیں۔

روایت ہے کہ چنگیز خان کے ہمہ گیر قتل و غارت سے بچنے کے لئے خاران کے عوام میدانوں سے نکل کر پہاڑوں کے غاروں اور محفوظ جگہوں میں چھپے۔ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں ملک نوشیروان (جد امجد نوشیروانی قبیلہ) تقریباً ایک سال کی عمر کا تھا اس کا والد میر محمد اور تمام خاندان ان ہنگاموں میں مارا گیا لیکن ان کی ایک لونڈی نوزائیدہ نوشیروان کو لیکر راس کوہ کی ایک غار میں جا چھپی اور اس وقت تک اُسے باہر نہیں لائی جب تک چنگیز خان کے وحشی حملہ آور یہ علاقہ نہیں چھوڑ گئے۔ غنیم کے چلے جانے کے بعد نوشیروان کی خاطر خواہ طور پر پرورش کی گئی، جس کی وجہ سے ایک تنومند اور طاقتور شخصیت کی صورت میں اپنا وقار قائم کیا، اس کے قبائل نے اُسے متعدد شادیاں کرائیں تاکہ اس کے خاندان کو از سر نو فروغ دیا جا سکے۔

بعد میں نوشیروان اپنی شجاعت، جرأت اور فطری صلاحیتوں کے باعث علاقہ بھر میں نامور ہوا

اور سیستان اور خاران کے مختلف قبائل نے اُسے اپنا ہیرو تسلیم کر کے اس کے زیر فرمان ہو گئے، چنانچہ وہ ان علاقوں کے متعدد قبائل کے ملک یعنی سردار بنا دیئے گئے، اور انہوں نے ملک نوشیروان کے نام سے ایک تنومند اور طاقتور شخصیت کی صورت میں اپنا وقار قائم کیا، اس کے قبائل نے اُسے متعدد شادیاں کرائیں تاکہ اس کے خاندان کو از سر نو فروغ دیا جا سکے۔

ؔ تاریخ بلوچستان ص ۱۸۲

خاران تیموری سلطنت میں

چودھویں صدی میں تیمور نے اس علاقہ کو زیر کرنے کی کوشش کی، چنانچہ خاران کے ایک
صہ سیستان کو فتح کرنے کے لئے تیمور نے ۱۳۸۳ء میں بوسٹ کا رخ کیا اس کے فوجی دستوں
نے بوسٹ کے قلعے پر قبضہ کر کے توک کے شہر کا محاصرہ کیا اور کیل کو رسے ہوتا ہوا پنج مکران کی
ف واپس چلا گیا، مگر اپنے لڑکے میراں شاہ کو امیر محمد خان اور دوسرے کمانڈروں کی معیت
ں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ میراں شاہ شب و روز کے پیہم سفر سے خاران کے (گلوگ نامی) میدان
ں پہنچا اور نقو درین سردار (ملک نوشیروان) کے عساکر سے اس کی ٹکر ہو گئی نتیجۃً نقو درین[1]
یار مارا گیا جس سے اس کے لشکر کا حوصلہ پست ہو گیا۔ اور میراں شاہ نے خاران کا علاقہ تیموری
لطنت میں شامل کر لیا۔[2]

شیروانی خاندان

ملک نوشیروان کے مارے جانے کے بعد اس کے خاندان نے امیر تیمور کی اطاعت نہیں
ں کی اور یہ آزاد منش خاندان، خاران کے مشرقی حصے میں آکر گرک پہاڑ کے محفوظ مقام پر
ائے پیشی کے کنارے رہنے لگا یہاں پر انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے ایک قلعہ تعمیر کیا
رے اپنی ملکی (سرداری) کے لئے جدوجہد شروع کی، چنانچہ یہاں کے قبائل کو اپنا حلیف
نے کے لئے انہوں نے خاران کے سرکردہ قبیلہ پیرک زئی کے ساتھ رشتہ داری کی، سردار پیرک
کے لاولد فوت ہونے پر ملک نوشیروان کے بڑے لڑکے امیر عباس اول کو اس کی شجاعت
لی ہمتی کے پیش نظر خاران کا سردار تسلیم کیا گیا اور تمام قبائل کی جانب سے اُسے ہر ممکن تعاون اور
کا یقین دلایا گیا۔

گرد (ماشکیل) کے ایک گنبد پر مزار نقو درین تحریر ہے، جو ملک نوشیروانؒ کے گنبد کے نام سے مشہور ہے۔
۱ میراں شاہ کے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد نوشیروان کو اسی گنبد میں دفنا دیا گیا تھا۔ ۲ خاران گزیٹئر صفحہ ۳۰

امیر عباس اوّل

مشرقی خاران میں از سرِ نو اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہونے کے بعد امیر عباس نے سیستان کے بعض قبائل کا اعتماد بھی حاصل کیا اور اس طرح وہ ایک وسیع و عریض علاقہ اور کثیر التعداد مگر مختلف قبائل کے ایک مضبوط گروہ کا ہیرو بن گیا۔ وہ اپنے ان قبائل کی بدولت تیموری سلطنت میں ایک مشہور اور طاقتور ملک (سردار) سمجھا جانے لگا چنانچہ اس کی اس طاقت و مقبولیت کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے تیمور نے عباس کو بھی، اپنی سلطنت کے دیگر بہادر اور جری قبائل کی ممتاز شخصیتوں کی طرح امیر کا لقب دیا اور اس کی حیثیت کے مطابق اُسے حسب روایت طوغ۔ تومان یا چرتوغ (مختلف سائز اور عہدوں کے جھنڈے) دیکر اپنے قبائلی سرداروں میں شمار کیا اس طرح امیر عباس، تیمور کے چالیس سرداروں میں نمایاں حیثیت اور امتیاز حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

چونکہ امیر عباس دیگر تمام سرداروں کے مقابلہ میں شجاع اور پُر وقار تھے، اس لئے تیمور کی نگاہوں میں وہ بہ نسبت دوسرے ملکوں کے زیادہ وقعت اہمیت اور عزت و احترام کا حامل بن گیا، اور اسی لئے وہ حاسد سرداروں کی نظروں میں بری طرح کھٹکنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے خارانِ کبیر کے اس فرمان روا کے خلاف سازشیں تیار کرکے امیر تیمور کو اس کے متعلق اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ امیر عباس اپنے والد نوشیروان کے قتل کے بدلے میں امیر تیمور کو جان سے مارنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، چنانچہ امیر تیمور نے ایک دن اچانک اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اس

رح امیر عباس کو بے خبری کے عالم میں قتل کر دیا گیا۔

لیکن بعد میں جب امیر تیمور کو اس سازش کی خبر ہوئی تو وہ بہت پشیمان اور نادم ہوا، چنانچہ اس قع پر اس نے کہا:

"امیر حسین بیگ نے سازش کر کے مجھ کو امیر تنجور اور امیر جاکو سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن میں جلد ہی معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا، میں نے سُنی ان سُنی کر دی اور ان ظالموں کے چنگل سے بچ نکلا۔ لیکن افسوس کہ امیر عباس جو میرے خاص امرائے کلاں میں سے تھا، ان حاسد اور افترا پردازوں کے حسد کی آگ سے نہ بچ سکا۔ انہوں نے مجھے جھوٹی سچی سنا کر اس سے ایسا بدظن کیا کہ میں نے بلا تحقیقات اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ مگر جب حقیقت کھلی اور میں تمام حقائق سے باخبر ہوا کہ اس کی وجہ صرف امیر حسین کا حسد اور بغض و عناد تھا، تو میں بہت متاسف ہوا۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔" [1]

---

[1] تزک تیموری صہ ۹۳

ملک دوستین

اگرچہ ملک دوستین کے متعلق مورخین کوئی ٹھوس معلومات اور تاریخی حقائق پیش نہیں کر
ہیں' تاہم مقامی روایات سے یہ صحت مند معلومات اخذ ہوسکتی ہیں کہ وہ پندرھویں صدی کا ایک
جری' سرفروش اور علاقہ میں مانی ہوئی شخصیت کا مالک تھا۔ وہ نہ صرف خاران کا بلاشرکت غیر
سردار تھا' بلکہ یہاں کے قبائل کا روحانی ہیرو بھی تھا اور جب چاہتا سینکڑوں مسلح قبائلی اس کے
ایک ہی اشارے پر جمع ہوجاتے۔ چونکہ اس زمانے میں سرداری کا کوئی نظام نہیں تھا اور نہ کوئی
خاندان وراثت کے طور پر قبائلیوں پر حکمرانی کرسکتا تھا' لہذا عوام اُس شخص کی پیروی اور اطاعت
کرتے تھے جو قبائل میں سب سے زیادہ شجاع' ہمدرد' اور طاقتور ہوتا۔ چنانچہ انہی صفات کی
موجودگی نے ملک دوستین کو خاران کے دیگر افراد سے ممتاز بنادیا تھا اور نہ صرف خاران کے لوگوں
نے اس کو اپنا ہیرو تسلیم کیا' بلکہ بلوچستان کے دیگر قبائل بھی اس کے گرویدہ بن گئے' اور چونکہ
اس وقت میر بجار بلوچستان میں براہوئی (بلوچ) قبائل کو بسانا چاہتے تھے' اس لئے اُسے
جدگالوں کو وطن سے نکالنے کے لئے میر دوستین جیسے جانباز سورماؤں کی ضرورت تھی چنانچہ
میر بجار نے اُسے اپنا دوست بنایا اور جدگالوں سے لڑائی کے لئے امداد طلب کی۔

براہو جدگال

میر بجار نے اپنے قبائل کے ذریعہ جدگالوں کو شکست دے کر سوراب اور اس کے

گرد و نواح کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا' لیکن چند سال بعد سارونہ، کرخ، وڈھ، بیلہ اور کچھی کے جتھا کو مچھوط اور جاموٹ (جدگال) قبائل نے مل کر یوسف جدگال کی سرکردگی میں براہوئیوں پر حملہ آور ہونے کو جمع آوری کی' میر بجار نے اطلاع پاتے ہی ملک دوستین کو امداد کے لئے پیغام بھیجا' پیغام ملنے پر ملک دوستین نے خاران کے سیاہ پاد۔ میرواڑی۔ ساسولی اور دیگر قبائل سے ایک عظیم لشکر لیکر براہوئی سربراہ کی امداد کو پہنچا۔ میر بجار نے اپنے علاقہ کے دیگر براہوئی قبائل کے دستوں کو بھی ملک دوستین کے لشکر میں شامل کر دیا اور اسی کو میر لشکر مقرر کر کے جدگالوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔ ملک دوستین نے ان دستوں کو لیکر جھالاوان پر حملہ کر دیا" سمان (خضدار کے قریب بجانب وڈھ) کے مقام پر جدگالوں کے لشکر کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ ہوئی' گھمسان کا رن پڑا۔ اس لڑائی میں میر بجار کے جرنیل ملک دوستین کے لشکر نے جدگالوں کو بری طرح تہ تیغ کیا' اور اس جانب سے ملک۔ دوستین کا لڑکا ملک دینار مارا گیا۔ اس بیرو نے "نال" "ہزار گنجی" اور "زہری" اور وڈھ پر قبضہ کر لیا۔

چونکہ ملک دوستین اور دیگر براہوئی قبائل کو ملک دینار کی موت کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ اسلئے نال اور وڈھ میں کچھ دن تازہ دم ہونے کے بعد انہوں نے گرز سیا کے مقام پر دوبارہ جدگالوں پر حملہ کر کے انہیں بہت جلد شکست دے کر پسپا کر دیا۔ اس شکست سے جدگالوں کی کمر ٹوٹ گئی' ان کے بڑے بڑے سردار کام آئے' آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے براہوئی قبائل سے صلح کی درخواست کی "مچھی آڈیڈار" براہوئی جدگال کی درمیانی حد مقرر ہوئی اور تمام مفتوحہ علاقے براہوئیوں کے قبضہ میں رہے۔

مفتوحہ علاقوں میں خارانی قبائل کا حصہ

ملک دوستین کی شجاعت اور براہوئی قبائل کی جرأت سے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ ہو گیا تھا۔ اس علاقہ کی آبادی اور نگرانی کے لئے میر بجار نے تمام علاقہ کو قبیلہ وار تقسیم کر دیا۔ ہر قبیلہ کو اس علاقہ کا جو اس کے سپرد ہو چکا تھا' حفاظت اور آبادی کا ذمہ دار گردانا اور ہر سردار کو اس قبیلہ کے ساتھ اس علاقہ میں بٹھا کر خود قلات چلا آیا' چنانچہ خاران کے قبائل اور ملک دوستین کو جو علاقے دئے گئے ان کی تفصیل یہ ہے:-

---

۱؎ تاریخ بلوچستان (جلد اول) ص۴۲ ۲؎ تاریخ بلوچستان (جلد اول) ص۴۲

نام سردار	نام قبیلہ	نام علاقہ جو عطا ہوا
۱۔ ملک دوستین	نوشیروانی۔	وڈھ اور گجر و گریشہ بھی ملک دینار نے خون بہا میں ملک دوستین کو عطا ہوئے۔
۲۔ سہراب۔	سیاہ پاد۔	چارکوہان تا حرماگئے، نصف جیو زردِ سوراب۔
۳۔ بالا اور ٹوپو۔	میرواڑی	زیارت گاہ سے نصف تو تک، روشن ... سے جیری زک، جتے میران سے گرگٹ، گو... سے ریک وقاب گبر ریک سے سلام بیگ اور جھلاوان سے ریک واشک تک کا تمام علاقہ
۴۔ میرشاہ بیگ۔	شاہ بیگزئی، قمبرانی۔	خاران کا تمام علاقہ۔
۵۔ حاجی سوبک۔	ساسولی (خاران)	کاسگی لوپ۔
۶۔ میرگوہرام۔	میرواڑی۔	آب مولوی تا حد کوہ سیاہ، گوہری اور ترندیں کہور۔

قبیلہ زہری سے مسمی شمبے کا بدلہ

روایت ہے کہ قبیلہ زہری کا ایک شخص مُسمّی شمبے علاقہ جھلاوان سے فرار ہوکر ملک دوستین کے ہاں خاران میں آکر پناہ گزین ہوا۔ ملک دوستین نے بلوچی روایت کے مطابق اُسے پناہ دی اور ہر گونہ اس کی حفاظت اور خاطر مدارت کا خیال رکھنے لگا لیکن جب ملک دوستین کسی معاملے کے سلسلے میں امیر افغانستان کے پاس تشریف لے گئے تو بعد میں قبیلہ زہری کے چند اشخاص نے مسمی شمبے کو اغوا کرلیا اور خاران اور قلات کی سرحد پر ''گجر'' کے مقام پر قتل کر دیا۔

جب ملک دوستین کابل سے واپس آئے تو راستے میں آزادگز کے مقام پر انہیں اس سانحہ کی اطلاع ملی؛ چنانچہ ملک دوستین اپنے پناہ گزین کا بدلہ لینے یہیں سے بجانب جھلاوان روانہ

ہوئے اور مشکے اور دو دیگر دیہاتوں کو تاخت و تاراج کر کے کچھ مال اور مویشی بطور مال غنیمت اپنے ساتھ لا رہے تھے کہ سردار زہری نے اُن کا تعاقب کیا اور خاران پہنچنے سے پہلے ان پر حملہ کیا، ملک دوستین کا لشکر بھی جنگ آموز اور تجربہ کار تھا، اس لئے سردار زہری کو ناکامی ہوئی بلکہ وہ اور اس کے دو تین دیگر ساتھی بھی مارے گئے۔

ملک پُردل خان

ملک پردل خان ایک مدبر، با حمیت اور موقع شناس شخصیت کا مالک تھا۔ اُس نے نہ صرف خاران کے منتشر طائفوں کو متحد کرنے کی کامیاب کوشش کی، بلکہ خان قلات کو اپنا حلیف اور معاون بنانے کی خاطر میر احمد خان قلات کی دختر بی بی بانو سے اپنے بھائی میر براہیم کی شادی کرا دی۔ اسی طرح اپنے تعلقات کو مزید وسعت دینے کی خاطر اپنے بھائی میر براہیم کو شاہ حسین غلزئی کی عسکری خدمات پر مامور کرا دیا۔ میر براہیم نے بھی بڑھ چڑھ کر معرکوں میں حصہ لیا اور قابلِ داد اور لائق تحسین کامیابیاں حاصل کیں، جس کے نتیجے میں شاہ حسین غلزئی نے اسے تین لاکھ روپے انعام بخشا۔ مگر خاران کی اس ہردلعزیز شخصیت نے یہ پوری رقم اپنے علاقہ کے غریب اور بیروزگار قبائل میں تقسیم کر دی۔ جس کے نتیجہ میں وہ آج تک "لکھ بخش" کے نام سے مشہور ہے۔

وسیع تر خاران

میر پردل خان کو اپنی شجاعت، تدبر اور لیاقت کے علاوہ اپنے بھائی میر براہیم "لکھ بخش" کی سخاوت، شہرت اور ملازمت نیز خان قلات سے رشتہ داری کے سبب اپنا اثر و رسوخ پھیلانے کے وسیع تر مواقع دستیاب ہوئے اس نے ایران افغانستان اور قلات کے حکمرانوں کی اطاعت اور خدمت گذاری سے سترھویں صدی میں خاران کے مختلف طائفوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے اور ان کا سربراہ بننے میں کامیابی حاصل کی۔

اگرچہ وہ اپنے علاقہ کی بدحالی اور وسائل کی کمی کے باعث ایک علیحدہ تسلیم شدہ آزاد ریاست

قائم نہیں کر سکا۔ لیکن نادر شاہ کی ایک سند سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ریاست کو وسیع تر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی یہاں تک کہ وہ کرمان۔ ایرانی بلوچستان۔ سیستان کے کچھ حصے اور مکران کے بعض علاقوں کو اپنی ریاست میں شامل کر لیا تھا اور وہ ان علاقوں کے عوام سے مالیہ بھی وصول کرتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ اپنی شجاعت اور فراست کی بدولت ہمسایہ ممالک میں بھی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے میں کامیاب ہو گیا خاران کے جنگلوں (خصوصاً لٹی یعنی گز کے درختوں) کے دیس میں رہنے کے باعث ''پردل گزی'' کے نام سے معروف ہوا اور اندرونی طور پر اپنے زیر اثر علاقوں کے قبائل پر حسب منشأ حکمرانی کرتا رہا' چنانچہ نادر شاہ اس کو اپنی خط و کتابت کے دوران حسب ذیل القاب سے یاد کرتا تھا:[1]

"ضبط القبائل میر پردل خان — یا
عمدۃ القبائل ملک پردل خان

کوہ نور ہیرے کا حصول

نادر شاہ نے محمود سیستانی پر حملہ کر کے اس کو مع لواحقین کے قتل کر دیا اور مشہد سے سیستان تک تمام علاقے پر قابض ہو کر وہاں کے قبائل پر غلبہ حاصل کر لیا اس کے بعد اصفہان کے شاہ اشرف پر لشکر کشی کی چنانچہ خواجہ موات کے مقام پیران کا زبردست مقابلہ ہوا۔ لیکن شاہ اشرف کو شکست ہوئی اور وہ جان بچا کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور امداد لینے کی غرض سے لاڑکانہ (سندھ) کی جانب چلا گیا۔ مگر وہاں اسے کوئی پناہ نہ مل سکی ان حالات میں وہ خاران کے راستے اپنے بھائی شاہ حسین غلزئی کے پاس قندھار جانا چاہتا تھا کہ میر پردل کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ چونکہ خاران نادر شاہ کے زیر اثر تھا' اس لئے نادر شاہ کی خوشنودی اور اپنی شہرت بڑھانے کی خاطر سردار خاران نے شہزادہ اشرف کی ہر طرف سے ناکہ بندی کر لی اور جب شہزادہ اشرف بارہ سو افراد کے ساتھ "بن بند (خاران) کے آب جو پر پڑاؤ کرنے کے بعد روانہ ہوا تو ملک پردل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا اور شوراوک کے مقام پر اس کو گرفتار کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ لیکن تلاشی لینے پر حسب توقع وہ مشہور کوہ نور ہیرا برآمد نہ ہوا جس کی پردل کو تلاش تھی' اس پر

---

[1] نداے نادر شاہ محررہ ۱۷۳۰ء

اس نے شاہ اشرف کو دربار میں بلاکر ہیرے کا مطالبہ کیا اور انکار پر اس کو قتل کر دیا لیکن بعد میں
اس کی مکمل تلاشی لی گئی تو یہ قیمتی ہیرا برآمد ہوگیا۔ ملک بر دل خان نے اس کو اچھے داموں پر کسی
تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یوں یہ ہیرا بالآخر دہلی پہنچ کر شاہجہان کے قدر شناس ہاتھوں میں

قصہ ہیرے کی نحوست کا

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یہ ہیرا کسی طریقہ سے دہلی سے...
آیا اور اس مرتبہ یہ ہیرا راجہ رنجیت سنگھ نے جو پنجاب کا واحد سکھ "مہاراجہ" تھا فریب سے
ہوا یوں کہ ملک بر دل خان کا ایک قریبی عزیز کسی وجہ سے اپنے بھائیوں سے ناراض ہو کر پنجاب چلا
اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس بطور مہمان ٹھہرا مہاراجہ نے اس کی بہت خاطر مدارات کی اور جب
یہ بلوچ میر رخصت ہونے لگا تو اس نے اپنے میزبان کے احسانات کے عوض کوہ نور ہیرا بطور
مہاراجہ کو دے دیا۔ انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر اس ہیرے پر بھی قبضہ کیا۔ جان
لارنس گورنر جنرل کے زمانے میں کوہ نور ولایت بھیج دیا گیا' جہاں ملکہ معظمہ نے اس کو...
چونکہ یہ ہیرا منحوس سمجھا جاتا تھا' لہٰذا ملکہ نے مرتے وقت یہ ہیرا اپنے بیٹے اور وارث شاہ ایڈورڈ
ہفتم کو نہ دیا' جو شہنشاہ ہوا' بلکہ اپنی بہو یعنی ایڈورڈ کی ملکہ کو دے دیا اب بھی یہ ہیرا برطانیہ کے
پاس ہے اور یہ اسی ہیرے کی نحوست کا اثر ہے کہ برطانوی تاج کا راج روز بروز سکڑتا جا رہا
ہے۔

نادر شاہ کا حملہ

۱۷۳۰ء میں جب نادر شاہ افغانستان پر حملہ کرنے کی غرض سے یہاں
سے گزرا تو اس نے ملک بر دل خان کو فوجی امداد کے سلسلے میں ملاقات کی دعوت دی' مگر کہا جاتا
ہے کہ یہ پیغام جو خان قلات کی معرفت بھیجا گیا تھا' بر دل خان کو تاخیر سے ملا' اس لئے وہ موقع پر
نادر شاہ کی دعوتِ امداد میں شمولیت نہیں کر سکا' جس سے نادر شاہ سخت ناراض اور برہم ہوا
اگرچہ اس سے پیشتر ملک بر دل خان نے شاہ کے باغی شہزادہ اشرف کو مع ساز و سامان گرفتار کر

لہ تاریخ بلوچستان از ہتورام ص ۴۹ ' تذکرہ خاران ص... ' تاریخ بلوچستان ون...

قتل کیا تھا اور اس طرح نادر کے اہم دشمنوں میں سے ایک کا قلع قمع کیا تھا لیکن نادر شاہ نے اپنے اصلی روپ میں آکر اس احسان کی پرواہ کئے بغیر کیل کانٹے سے لیس ایک بھاری فوج کے ذریعے خاران پر حملہ بول دیا۔ اس وقت ملک پردل خان بھی پوری طاقت کا مالک تھا چنانچہ داد شجاعت دیتے ہوئے خلافِ توقع اپنی مدافعت میں کامیاب رہا اگرچہ کچھ عرصہ جنگ جاری رہی لیکن بالآخر چند شرائط طے ہونے پر ان کی صلح ہوگئی اور اس طاقتور سردار کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے نادر افشار نے اس کی ریاست کو تسلیم کرنے کے علاوہ ایرانی مکران کے مالیہ میں سے اس کے لئے ۲۰۰ دو سو تومان وظیفہ بھی مقرر کر دیا تاہم اس کی سرگرمیوں پر نگرانی رکھنے کے لئے مکران کے گورنر کو چند ہدایات بھی جاری کر دیں۔

نادر شاہ کا دوسرا اور تیسرا حملہ

ملک پردل خان ایک آزاد منش، جری اور خوددار شخص تھا اُس کو کسی کی بالادستی اور نگرانی گوارا نہ ہوئی کیونکہ وہ ہر طرح سے خود مختار رہنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے مکران کے گورنر کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ واضح ہو کہ اس مصالحت کے دوران میں یہ بھی طے پایا تھا کہ سیستان اور کرمان کے علاقوں میں نادر شاہ اپنے گورنر مقرر کر سکتا ہے۔ چنانچہ سیستان میں الماس خان اور کرمان میں پیر محمد اس کی طرف سے گورنر مقرر ہوئے۔ اگرچہ بظاہر وہ ملک پردل خان کے ماتحت تھے لیکن ۱۷۳۴ء میں نادر شاہ نے کرمان کے گورنر کو ملک پردل خان کو مطیع بنانے کے لئے بھیجا مگر یہ گورنر سردار خاران کی ناقابل تسخیر طاقت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور اسے بے نیل مرام واپس جانا پڑا۔ ادھر نادر شاہ بھی اس کو زیر کرنے کی کوشش سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لئے دو سال بعد پھر محمد علی بیگ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ خاران کی مہم پر روانہ کیا۔ اس دفعہ خاران کا یہ سردار نادر کی

کثیر التعداد فوج کی تاب نہ لا کر شکست کھا گیا۔

پردل خان کی جیت

اس شکست کے بعد ملک پردل خان ایرانی مکران۔ خاران اور اپنے دیگر علاقوں کے قبائل سے ایک کثیر التعداد لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ان قبائل کے لشکروں کو مختلف دستوں کی صورت میں منظم کر کے انہیں مسلح کر دیا پھر پوری طاقت کے ساتھ ایران پر بھرپور حملہ کیا۔ ملک

پردل خان کا یہ حملہ کارگر ثابت ہوا اور ایرانی سپاہ عبرتناک شکست سے دوچار ہو کر پسپا ہو[illegible]
اس طرح سردار خاران نے نہ صرف اپنے علاقہ کو پھر سے حاصل کر لیا بلکہ اس دفعہ وہ چند اور ایر[illegible]
علاقوں پر بھی قابض ہو گیا۔

ایران کا خاران پر اچانک حملہ

۱۷۳۶-۳۷ء میں ایرانی حکومت نے اچانک خاران پر شبخون مارا اس ناگہانی حملے سے سردار خار[illegible]
کو ایک تباہ کن شکست کا سامنا ہوا جس میں اس کے دونوں لڑکے بھی مارے گئے۔ اس کا پوتا میر عباس [illegible]
ایرانی افواج کے نرغے میں آ کر گرفتار ہو گیا۔ اس کے باوجود ملک پردل خان شکست ماننے کے لئے تیا[illegible]
نہیں تھا بلکہ بدستور گوریلا لڑائی لڑتا رہا۔ دوسری جانب نادر کی ٹڈی دل فوج نے علاقہ میں قتل عا[illegible]
اور غارتگری میں مصروف ہو کر عام آدمی کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی، چنانچہ ان تباہ کاریوں سے متاثر [illegible]
خارانی عوام نے اپنی خواتین کو یا تو خود اپنے ہاتھوں قتل کر دیا یا پھر کوہ راس کے محفوظ غاروں میں چھپا [illegible]
اس کے بعد چند دوراندیش اشخاص نے پردل خان کو لڑائی سے باز رکھنے کی نیت سے بیہوش کر دیا [illegible]
اسی عالم میں اٹھا کر افغانستان کی جانب لے گئے۔ اس طرح یہ لڑائی اپنے انجام کو پہنچی۔

اس سلسلے میں یہ روایت بھی ہے کہ عباس خان کی اہلیہ حاملہ تھی، جسے اس کے خدمت گاروں نے
راس کوہ کے ایک محفوظ غار میں چھپا دیا تھا چنانچہ جنگ کے اختتام پر اس کے بطن سے ایک لڑکا پید[illegible]
ہوا جس کی اطلاع میر عباس کو ایرانی جیل میں جا کر دی گئی اور اسکی تجویز پر نومولود کا نام جہانگیر رکھا گیا[illegible]

جب بیوہ نے پردل خان کی غیرت کو اُبھارا۔

اس ناقابل فراموش ایرانی حملہ کے بعد، امن کے دنوں میں ایک دن ایک ضعیف العمر بیوہ خاتون نے
پردل خان سے درخواست کی کہ نادر شاہی فوج اس کے مال و متاع کو لوٹنے کے علاوہ اس کے
اکلوتے بیٹے کو بھی گرفتار کر کے لے گئی ہے، اس لئے اس کی بے کسی کے پیشِ نظر اس کے بیٹے کو واپس
لانے کا بندوبست کیا جائے۔ پردل خان جو پہلے ہی سے انتقامی جذبے سے سرشار تھا، اس بیوہ کی
زبوں حالی اور درد بھری کہانی سے متاثر ہو کر آبدیدہ ہو گیا اور وعدہ کیا کہ وہ اس بیوہ کے لڑکے اور
مال کو واپس لانے کی بھرپور کوشش کرے گا اور اس کوشش میں یا تو اپنی جان پر کھیل جائے گا یا پھر
ایران سے اتنے سپاہی اور مال غنیمت لائے گا، جس سے اس بوڑھی عورت کی اولاد اور مال و متاع

کے علاوہ تمام خارانیوں کا دگنا خون بہا وصول ہو جائے۔

چنانچہ غیض و غضب کے عالم میں بیقرار ہو کر میر پر دل خان نے اپنی ریاست کے غیور اور جری قبائل کا ایک لشکر جمع کر کے ایرانی سلطنت پر زبردست حملہ کیا اور ان خارانیوں کے جو گذشتہ جنگ میں مارے گئے تھے، خون کے عوض چار ہزار ایرانی سپاہیوں کو گرفتار کر کے خاران لایا اور یہاں پر ان میں سے دو سپاہیوں کو اس بیوہ کی خدمت پر مامور کر دیا، جس کے اکلوتے بیٹے کو نادر شاہ نے گذشتہ لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا اور بقایا سپاہیوں کو غلام بنا لیا گیا۔

خدمتگاروں پر عنایات

اس کامیابی، نصرت اور فتح کی خوشی میں مسمیان سوڈ، بیتگیں، مسیتان اور حاکی کو جنہوں نے گذشتہ لڑائی میں اپنے تدبر سے ملک پر دل خان کی اور عباس خان کی حاملہ اہلیہ کی جان بچائی تھی، طلب کر کے پوچھا کہ وہ اس ناقابل فراموش احسان کے بدلے کیا انعام چاہتے ہیں، ان کی خواہش کے مطابق پر دل خان نے حلفیہ وعدہ کیا کہ آج کے بعد نوشیروانی خاندان کا ہر فرد اپنی شادی کی رات اس وقت تک حجلۂ عروسی میں قدم نہیں رکھے گا جب تک کہ وہ بیتگین کو ایک راس بیل یا ایک مہار شتر نہ بخش دے اور شادی کے موقع پر دولہا اپنا پہنا ہوا لباس مسیتان کو دے گا اور شادی ہی کے موقع پر "سرگرد" کی رقم (جو ہزاروں تک ہوتی ہے) حاکی کو دینے کا پابند ہوگا۔ چنانچہ نوشیروانی خاندان آج تک اپنے جد ملک پر دل خان کے اس وعدہ و اقرار کا پاس رکھتے ہیں اور ان خدمتگاروں کی اولاد (سوڈو زئی، مسیتان زئی، حاکی زئی اور بیتگیں زئی) کے ساتھ کئے گئے وعدہ کے مطابق پیش آتے ہیں۔

ایرانی تباہ کاریوں سے پیشتر

اور جب ۱۷۴۰ء میں نادر شاہ ہندوستان سے واپس آیا تو اس نے میر تغیر خان بلوچ کی معیت میں ایک بھاری فوج کو خاران پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا، ایرانی حملہ کی یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح خاران کے قریہ قریہ میں پھیل گئی، چنانچہ سیاہ کے قبائل بھی اپنے دفاع اور غنیم کے مقابلہ کے لئے جوق در جوق ملک پر دل خان کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ اور ہمہ وقت دشمن سے دو بدو لڑنے کیلئے مستعد اور مسلح ہو گئے، اسی دوران میں ایک رات ملک پر دل خان نے چند بلوچ خواتین کی یہ سرگوشی سنی:

"خدا غارت کرے پُردل خان کو اس کی بہادری کے ساتھ، جس نے ایرانی حکومت سے دشمنی مول لی، اور اب ایران کے گجر آکر ہماری بے حرمتی کریں گے۔"

ملک پردل خان بلوچ خواتین کی ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اور اسے اس بات کا شدید احساس ہوا کہ واقعی ایرانی لشکر کی حملہ آوری سے یہاں کی باحیا خواتین پریشان ہوں گی، اس لئے وہ ایرانی لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی بجائے خود نادر شاہ کے سامنے پیش ہوا اور اپنی تلوار نادر شاہ کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ : "ایرانی حکومت کا مجرم 'پُردل' میں ہوں اور اپنی سزا پانے کے لئے خود حاضر ہوا ہوں" شاہ کے دریافت کرنے پر کہ وہ ایران کی حکومت کی اطاعت ایک بار تسلیم کرنے کے باوجود اتنی سرکشی کیوں کرتا ہے! پردل خان نے "کل کشتہ" (حنظل۔ توُمہ) کی روٹی پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے عوام علاقہ کی خشک سالی کے باعث ہمہ وقت "کل کشتہ" کھانے کے باوجود اپنے ہمسایوں کے ساتھ پرامن رہنا چاہتے ہیں لیکن ایرانی حکومت نے یہاں کے عوام پر جارحانہ حملہ کرکے کئی ماؤں کی گودیں خالی کر دیں کئی خواتین کا سہاگ اجاڑ دیا اور کئی والدین کو بے اولاد اور بے شمار بچوں کو یتیم بنادیا اور یہ کہ میرا یہ تاریخی حملہ ایک بیوہ کی درخواست پر ہوا تھا، جس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کا اکلوتا بیٹا لاکر اسے دے دوں۔ لیکن اب میں ہزاروں بلوچوں کی خونریزی اور خواتین کی بے حرمتی کی نسبت اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دیتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔[1]

نادر شاہ کی معافی

نادر شاہ نے اس معاملہ پر ٹھنڈے دل سے سوچنے اور پردل خان کی جوانمردی کو جانچنے کے لئے اسے ایک علیحدہ خیمے میں ٹھہرایا اور ساتھ ہی نگران عملہ کو ہدایت کی کہ وہ اس امر کا بطور خاص خیال رکھیں کہ آیا پردل خان رات کو بے فکری اور دلجمعی کے ساتھ سوتا ہے یا جان کے لالے پڑنے کے خوف سے بیقراری کے عالم میں کروٹیں بدلتا ہے۔ چنانچہ دوسری صبح کو محافظوں نے شاہ کو اطلاع دی کہ پردل ساری رات پُرسکون اور گہری نیند سوتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ چند خودغرض امراء کی سازش سے نوکرشاہی نے میر پردل پر اس وقت ایک شیر مست چھوڑ دیا جب وہ صبح وضو کرنے

[1] عوامی روایات سے ماخوذ۔ [2] یہ طائفے اب بھی خاران کے مختلف مقامات پر مقیم ہیں

کے بعد واپس آرہا تھا۔ پر دل خان نے شیر کو اپنی طرف تیزی سے آتے دیکھ کر اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنے ہاتھ کا کوزہ شیر کے سر پر دے مارا، جس سے شیر کا بھیجا باہر نکل آیا۔

جب شاہ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور پر دل خان کی جرأت، شجاعت اور دانشمندی سے متاثر ہو کر نہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ اس سے معذرت کی دو تین مہینے اپنے ہاں مہمان ٹھہرا کر اس کی خوب خاطر مدارت کی اور پھر انعام واکرام دے کر باعزت طور پر رخصت کیا۔[1]

نادر شاہ کی امداد

جب نادر شاہ نے ملک پر دل خان کو خاران کا حکمران تسلیم کیا اور اسے اپنے علاقہ میں مختار کل بنا دیا تو اس نے بھی اس کے عوض نادر شاہ کو امداد دینے سے گریز نہیں کیا۔ مثلاً دہلی کی مہم پر امداد دینے کے علاوہ جب نادر شاہ نے بخارا پر چڑھائی کی تو اس موقع پر ملک پر دل خان نے نادر شاہ کو نہ صرف اپنے قبائلی لشکر کی پیشکش کی بلکہ اسی سال کرمان، بمپور، قصر قند، گیہ، صفل، سرباز، جلکوال، بامری، ریگی، جالق، دزک (ایرانی بلوچستان) کیچ، تمپ، کولواہ (مکران) رخشان اور خاران سے سینکڑوں مسلح نوجوانوں پر مشتمل ایک لشکر جمع کر کے نادر شاہ کی امداد کو پہنچایا۔ نیز اس لشکر کے خرچ کے لئے کرمان کے مالیہ سے پندرہ سو تومان کی ایک خطیر رقم بھی نادر شاہ کو پیش کی گئی۔

ملک پر دل خان کی دل کھول کر امداد دینے سے نادر شاہ بہت خوش ہوا اور اس نے اسکے صلہ میں پیدارک اور کولواہ (مکران) کے علاقے سردار خاران کو بطور انعام بخش دیئے۔[2]

وفات،

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ نادر شاہ کے دربار سے باعزت اور خوش و خرم واپس اپنے وطن آرہے تھے کہ راستے میں شہزادہ اشرف کے حامیوں میں سے کسی نے اسے کھانے میں زہر دے دیا، جس کی وجہ سے وہ خاران پہنچنے سے قبل وفات کر گیا۔ لیکن کچھ اور روایات کے مطابق میر پر دل خان دردِ شکم کا دائمی مریض تھا اور یہی اس کی موت کا سبب بنا۔ بہرحال وجوہات کچھ بھی ہوں تواریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میر پر دل خان اسی سال یعنی ۱۷۴۰ء میں جہانِ فانی سے دار البقا کو کوچ کر گیا۔[3]

---

[1] مختلف روایات سے ماخوذ۔ [2] بحوالہ مختلف روایات سے ماخوذ۔ [3] تذکرۂ خاران۔

میر شہداد

میر پُردل خان کی وفات کے بعد ۱۷۳۰ء میں اس کے چھوٹے بیٹے میر شہداد کو سردار بنا کیونکہ میر شاہو جو پردل خان کا بڑا لڑکا اور سرداری کا جائز حقدار تھا وہ اپنے والد کی وفات سے فوت ہو چکا تھا اور میر شاہو کا لڑکا عباس دوئم اس وقت نادر شاہ کی فوجی خدمت پر مامور تھا میر رحمت اور میر ابراہیم یعنی میر پردل خان کے بھائی، شاہ حسین غلیجی کی ملازمت میں تھے، اس اس دوران میں کچھ عرصہ کے لئے سرداری میر شہداد کے سپرد ہوئی۔ اس زمانے تک خاران، قلا دسترس سے باہر تھا اور میر شہداد نے بھی اپنے والد کی طرح نادر شاہ کی اطاعت قبول کر رکھی تھی لئے وہ اپنے علاقہ کو ہر طرح سے آزاد رکھے ہوئے تھا۔ لیکن ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل ہو جا بعد جب خاران، احمد شاہ درانی کی حکمرانی میں آگیا تو میر شہداد نے درانی کی حکومت کو تسلیم کیا اور گورنر احمد شاہ کی حکومت کے ماتحت رہا۔[1]

۱۷۵۸ء میں جب احمد شاہ ابدالی نے قلات پر حملہ کیا تو اس نے سردار خاران میر شہداد کو بھی نص اول کے خلاف حملے میں شامل ہونے اور فوجی امداد دینے کے لئے پیغام بھیجا جس پر میر شہداد بھی اپنے قبائلی لشکر کے ساتھ آکر احمد شاہ ابدالی کے ساتھ شمولیت کی اور قلات پر حملہ کیا۔[2]

---

[1] تذکرہ خاران صـ۶

[2] - - -

نصیر خان اول کا خاران پر قبضہ

اسی سال یعنی ۱۷۵۸ء میں میر نصیر خان اول نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ دوستانہ معاہدہ طے کرنے کے بعد اپنی طاقت نواحی علاقوں میں مضبوط کرلی، جن میں ایرانی بلوچستان کے وہ حصے بھی شامل تھے جن سے میر پردل خان سردارِ خاران کو نادر شاہ نے بخارا کی مہم کے لئے لشکر جمع کرنے کے اختیارات دئے تھے۔

چنانچہ میر نصیر خان نے ایرانی سرحدات کی حفاظت کے لئے قلات سے میر کیا خان ریکی زئی کو بہمراہ پچاس سوار با تشکیل بھیجا اور خود خاران سے انتقام لینے کے لئے اسی سال ایک چپاول دستے کے ساتھ خاران پر ٹوٹ پڑا اور خاران کو تاخت و تاراج کر کے خارانی سپاہ کو گرفتار کرلیا۔ اس اچانک حملہ سے میر شہداد بری طرح متاثر ہوا اور فوجی امداد لینے کے لئے احمد شاہ درانی کے پاس کابل چلا گیا۔ لیکن ایک تازہ معاہدہ کی رو سے احمد شاہ ابدالی، چونکہ میر نصیر خان کے ملکی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرسکتا تھا اور چونکہ اس نے علاقہ خاران کو بھی نصیر خان کی ریاست کا حصہ تسلیم کرلیا تھا اس لئے اس نے میر شہداد سے معذرت کا اظہار کیا چنانچہ میر شہداد اس سے ناامید ہو کر میر نصیر خان کے پاس آیا اور باہمی طور پر بات چیت کے ذریعے اس سے مصالحت کرلی، جس کے بعد میر نصیر خان نے اُسے خلعت و انعام دے کر از سرِ نو خاران کی سرداری و گذار کردی [1]

میر دولت خان کی سرداری

۱۷۶۴ء میں میر شہداد خان فوت ہوا تو اس کے لڑکے میر دولت خان نے سرداری پر قبضہ کرلیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سرداری کے جائز حقدار میر عباس دوئم نے میر دولت خان سے سرداری حاصل کی اور فوجی ملازمت چھوڑ کر خاران آئے۔

---

[1] تذکرہ خاران ص۲۲

میر عباس دوئم

گو میر پُردل خان کی وفات کے بعد یعنی سن ۱۷۳۰ء میں میر عباس دوئم کو خاران کا
مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن میر عباس سن ۱۷۳۶ء سے نادر شاہ کے ذاتی محافظوں اور خادمو
میں شامل کیا گیا تھا۔ اس لئے میر شاہداد نے عباس خان کی نمائندگی اور جب میر
انتظامیہ کے چلانے میں ناکام ہوا تو نادر شاہ نے اس کے چھوٹے بھائی رحمت کو خار
انتظامیہ سپرد کی۔ نادر شاہ کی وفات کے بعد مظفر شاہ نے ۱۷۶۴ء میں میر شاہداد کے
میر دولت خان کو میر عباس کا نمائندہ مقرر کر کے خاران کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں
اور اسے یہاں کے قبائل سے پیداوار کا دسواں حصہ وصول کرنے کی اجازت دیدی۔
چونکہ میر عباس دوئم نے ذاتی طور پر خاران میں کوئی سرگرمیاں عمل میں
لائی ہے؛ اس لئے اس کے دور کے متعلق کوئی روایت یا دستاویز موجود نہیں ہے

میر جہانگیر

میر عباس دوئم کا ایک ہی لڑکا 'جہانگیر تھا' جو اپنے والد کی وفات کے بعد خاران کا سردار بنا۔ وہ پُردل خان کے بعد دوسرا سردار تھا' جسے اپنے علاقہ کے عوام سے مالیہ وصول کرنے کا اختیار تھا۔ سردارانِ خاران کی ایک سند سے اِس اَمر کی وضاحت ہوتی ہے کہ میر جہانگیر خان سردارِ خاران علاقہ خاران کی انتظامیہ کا منتظم اعلیٰ تھا اور مظفر شاہ نے اسے اپنے قبائل سے مالیہ کا دسواں ($\frac{1}{10}$) حصہ وصول کرنے کی اجازت دے رکھی تھی[1]

خُدا بادان کی جاگیر کا عطیہ

جب احمد شاہ ابدالی نے میر نصیر خان سے علی مردان حاکمِ طون و طبس پر حملہ کرنے کے لئے عسکری امداد کا مطالبہ کیا تو میر نصیر خان قلات کے علاوہ خاران کے قبائلیوں سے بھی کئی سو نوجوان احمد شاہ ابدالی کی مدد کے لئے لے گیا تھا' چنانچہ مشہد کی اس لڑائی میں ان ہی بلوچوں کی وجہ سے احمد شاہ کو کامیابی ہوئی اور ابدالی نے فتح و نصرت کی خوشی میں بلوچوں کو کافی جاگیریں بطور انعام دے دیں۔ اسی طرح میر نصیر خان نے میر جہانگیر خان کی طرف اس لڑائی کے موقع پر وافر "غم لشکر" مہیا کرنے کے صلے میں ۱۷۶۹ء میں مشہد سے واپس آتے ہی خدا بادان کا علاقہ

۱۔ دفترِ خاران

اسے "غمی جاگیر" کی صورت میں عطا کر دیا۔

کوہک پر ایرانی قبضہ

میر جہانگیر نے اپنے دورِ اقتدار میں زیادہ تر توجہ مکران اور قلات سے رابطہ قائم کرنے پر
چنانچہ اس نے گچکیوں سے شادی کی اور اس طرح ان کا اعتماد حاصل کیا۔ اسی طرح وہ قلات کے
سے بھی نزدیک رہنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس لئے وہ خاران کے مغربی حصہ کی طرف کبھی توجہ نہیں
جس کے نتیجے میں ایرانیوں نے اس کے علاقہ کوہک پر قبضہ کر لیا۔

سلطان مسقط کی امداد

۱۷۸۳ء میں جب سید سلطان والئے مسقط اپنے بھائی سے شکست کھا کر بلوچستان کی
فرار ہوا تو وہ سب سے پہلے سردارِ خاران میر جہانگیر کے پاس آیا۔ اور اس سے امداد کا خواہاں ہوا
پر میر جہانگیر نے اُسے میر نصیر خان کی خدمت میں پیش کر کے اس کے لئے امداد کی درخواست کی میر نصیر
نے اسے جواب دیا کہ براہویوں کی فوج سید سلطان کی امداد کے لئے مسقط نہیں بھیجی جا سکتی البتہ
گوادر کی بندرگاہ کفایت اخراجات کے لئے اسے بطور قرضہ دے سکتا ہے۔ چنانچہ شاہِ مسقط میر
جہانگیر کی اس سفارش اور امداد سے بہت خوش ہوا اور گوادر میں رہائش کو پسند کیا[1]

کولواہ کے میر داڑیوں سے جنگ

گچکی خاندان کے ساتھ رشتہ داری کے باعث میر جہانگیر کے دو لڑکے میر مہم خان اور میر اللہ غلام
جنہیں اپنی ماں (جو گچکی تھی) کی طرف سے پنجگور میں جائیداد ملی تھی، پنجگور چلے گئے اور وہاں میر گوہرام
سردار گچکی کے فوجی مشیر مقرر ہوئے، اس نے انہیں سوردو اور دشبود میں سیاہ آبہ زمینیں بھی دیں
چنانچہ میر جہانگیر کے ان جیالوں نے کوہک سے لے کر کیچ تک کے تمام قلعوں پر قبضہ کر کے مال غنیمت اور
خراج وصول کرنے کے بعد قلعے متعلقہ قبائل کو واپس کر دئے۔ اسی طرح ایک دفعہ میر گوہرام کے بھائی

---

[1] تاریخ بلوچستان جلد اول ص ۱۵۶

پر میر اللہ خان نے کولواہ پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں وہ میرواڑیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

جب میر جہانگیر کو اپنے لڑکے کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ میر گواہرام گچکی کی مدد سے ایک مشترکہ لشکر جمع کر کے میرواڑیوں پر حملہ آور ہوا چنانچہ میر جہانگیر خان کے تین ہزار نفوس پر مشتمل اس لشکر نے میرواڑیوں کے چار سو آدمیوں کے ٹولے کو سمندر کی طرف دھکیل دیا۔ اور سات سال تک وہ کولواہ پر قابض رہے۔[1]

میرواڑیوں کا سرکردہ میر بوہیر خان جام علی خان کے پاس جا کر بیلہ میں پناہ گزین ہوا اور سات سال کے بعد جام علی کی مدد سے اس نے کولواہ کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے حملہ کیا جنگ کی صورت میں تو اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی البتہ مصالحت سے بات طے ہو گئی اس طرح مارہ مدد گئے قلات اور بیدی کا علاقہ میر اللہ کے خون بہا میں دے دیا گیا (اگرچہ تو شیروانیوں نے بعد میں یہ اراضیات میرواڑیوں کو بیچ دیں لیکن اب میر مہیم خان کی اولاد کولواہ اور ناگ پر قابض ہے)

مالیہ کی وصولی کے اختیارات

قلات کا یہ سردار مظفر شاہ کی طرف سے ایک نمائندہ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا تھا اور تمام احکامات پر عمل درآمد کرتا تھا اس لئے مظفر شاہ نے انتظامیہ کے چلانے کے لئے اسے یہ اختیار دے رکھا تھا کہ وہ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے وسائل کو استعمال کرے چنانچہ میر جہانگیر خان نے ۱۷۶۷ء میں اپنے قبائل سے ۱/۱۰ حصہ مالیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔[2]

لازمی عسکری خدمت

ایک اور سند کی رو سے میر جہانگیر خان اس امر کا مجاز تھا کہ وہ بوقت ضرورت اپنے قبائل کے نوجوانوں کو فوج میں شامل کرے اسی طرح قبائل بھی پابند تھے کہ وہ ایسے احکامات کی تعمیل سے گریز نہیں کریں گے نیز قرار پایا تھا کہ اگر کوئی شخص حسب الحکم اس لازمی خدمت سے جان چھڑانے کی کوشش کرے گا تو جرمانے کی صورت میں اس کی جائداد ضبط کر لی جائے گی۔

---

[1] مکران گزیٹیر صفحہ ۵۵ [2] سند مجریہ ۱۷۶۷ء

افغانستان کو خراج

سردار خاران افغانستان کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اپنے قبائل سے سالانہ اٹھارہ اونٹ جمع کرکے شاہِ افغان کو بطور خراج دیتا تھا۔ ان اونٹوں کی وصولی صرف خاران اور واشک کے قبائل سے کیجاتی تھی۔ یعنی تیرہ شتر خاران اور پانچ واشک کے قبائل دیتے تھے۔

میر عباس سوئم

از ۱۷۹۷ء تا ۱۸۳۲ء

میر عباس نے ۱۷۹۷ء میں برسر اقتدار آتے ہی خاران کو پھر سے قلات کی غلامی سے آزادی دلانے کی ہر ممکن جدوجہد کی یاد رہے کہ میر شہداد اور میر دولت خان کی کمزوریوں سے خاران قلات کے زیرنگیں ہو چکا تھا' چنانچہ میر عباس نے اپنے قبائل سے ایک کثیر التعداد لشکر ساتھ لیکر پنجگور اور قلات کی جانب خان کے کئی دیہاتوں پر قبضہ کرلیا اور خان کے کارندوں کو وہاں سے نکال باہر کیا اس کے بعد اس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔[1]

اندرونِ وطن آتش بغاوت

قلات کی غلامی کا جوا اُتار پھینکنے کے علاوہ وہ اپنے علاقہ کے قبائل کو بھی قابو میں رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے دو بھائیوں محراب خان اور رحمت نے جو بالرزئی ماں سے تھے بالرزئی قبیلے کے ساتھ مل کر اس کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا جن کی دیکھا دیکھی قمبرانی۔ سیاہ پاد اور کبدانیوں نے بھی اس کے واجبات کی ادائیگی سے انکار کردیا اس کے دوسرے بھائیوں مسمیان میر اللہ اور میر مہیم خان نے بھی حالات کی نزاکت کو دیکھ کر خاران کو خیرباد کہا اور پنجگور میں جاکر گچکیوں کے ساتھ ناطہ جوڑا گویا انہوں نے اپنے بھائی سے لاتعلقی اختیار کرلی۔

---

[1] تاریخ بلوچستان جلد اول ص۱۸۶

زہری قبیلہ کی یلغار

خاران کے قبائل کے انتشار اور میر عباس خان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے زہری قبیلہ نے، جہاں قلات میں ابتری اور بغاوت پھیلا رکھی تھی، خاران پر بھی حملہ کیا، چونکہ میر عباس سوئم زیادہ تر اپنے ہی قبائل کے ساتھ جھگڑے میں مصروف تھا، اس لئے وہ اپنی طاقت نہیں سمیٹ سکا اور قلعہ میں محصور ہوگیا۔ لیکن چند ایام کے محاصرہ کے بعد ان کی باہمی مصالحت ہوگئی اور زہری واپس چلے گئے۔

یوسف خان کا قتل

میر عباس نے ہالہ زئی، تمیرانی اور کبدانیوں کی سرزنش کے لئے اپنے بیٹے میر یوسف خان کو مقرر کیا اس نے باری باری ان قبائل سے بدلہ لینا شروع کر دیا لیکن ایک مرتبہ ان تمام قبائل نے دریائے ٹڈو کے سیاتا گزئی نامی مقام پر میر عباس خان کے لشکر پر حملہ کر کے اس کے لڑکے یوسف خان کو قتل کر کے پورے علاقہ میں بدامنی اور افراتفری کی فضا پیدا کر دی۔

مصالحت

بھائیوں کی ناچاقی، قبائل کی ہمہ گیر بغاوت اور بیرونی حملوں کی وجہ سے میر عباس امداد کے لئے افغانستان جانے پر مجبور ہوگیا۔ وہ اپنے لڑکے میر آزاد خان کو ساتھ لیکر امیر کابل کے ہاں پہنچا اور اس سے اس بغاوت کو کچلنے کے لئے امداد کا مطالبہ کیا جس پر امیر افغانستان نے اس کے ساتھ ایک افغانی فوج بھیج کر خان قلات کو ان کی باہمی مصالحت کرانے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ خان قلات کی ثالثی میں میر عباس اور باغی قبائل کے مابین مصالحت ہوگئی۔ لیکن یہ مصالحت دیر پا ثابت نہ ہوئی۔

اور پھر کچھ عرصہ بعد میر عباس خان بیمار ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔

سردار آزاد خان

سردار میر آزاد خان اپنے والد میر عباس ثالث کی وفات پر ان کا جانشین ہوا۔ چونکہ میر عباس
موت کی تاریخ یقینی طور پر معلوم نہیں؛ اس لئے میر آزاد خان کی تاریخ ابتدائے حکومت بھی مشتبہ ہے
تاہم ہمیں کتابوں میں اتنی معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ سردار آزاد خان چالیس سال کی عمر میں ۱۸۲۹ء
اور ۱۸۳۱ء کے درمیان برسر اقتدار آیا۔

اگرچہ میر ابراہیم خان نوشیروانی (جو جنگ باروزئی میں خان قلات کی طرف سے قتل ہوا تھا) کی
تاریخی حیثیت کے اعتبار سے نوشیروانی خاندان کے خوانین قلات سے دیرینہ مراسم تھے اس کے علاوہ
خاران ریاست قلات کے درجہ سراوان میں شامل تھا اور اس کی جانب نشست سردار رئیسانی کے
دوسرے نمبر پر تھی نیز اس امر کو سردار خاران نے روبرو سر رابرٹ سنڈیمن تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن یہ
تعلق برائے نام تھا اور آزاد خان بہر صورت اپنے نام کی نسبت سے آزاد رہنا چاہتا تھا۔ لیکن اگر
مفادات وابستہ ہوتے تب تو وہ خان قلات کی مدد کرتا ورنہ وہ قلات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا
کیونکہ اس کا علاقہ "خاران" تین سلطنتوں (ایران، افغانستان اور بلوچستان) کے درمیان واقع تھا
اس لئے وہ ان تینوں سے رابطہ رکھتا تھا یعنی اگر ایک سلطنت سے اس پر زور ڈالا جاتا تو وہ دوسری
سلطنت کی پناہ لیتا اور اگر دوسری بادشاہت سے باز پرس یا سخت گیری ہوتی تو تیسری کی پناہ میں چلا جاتا۔

لے تذکرہ خاران صـ۲ گزیٹیر خاران صـ۳ ۔ ٹے ہتو رام صـ۵۵

قبائل کی سرکوبی

سردار آزاد خان نے برسرِ اقتدار آتے ہی خاران کو ایک مکمل آزاد ریاست بنانے کی تحریک شروع کی جو بڑی طاقت بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس نے ملک کی اندرونی بڑھتی ہوئی سازشوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے مخالفین اور حریفوں کو مختلف طریقوں سے قتل کرکے ان کا خاتمہ کر دیا اور ان میں سے اکثر کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا۔ علاوہ ازیں اس نے ملک میں شرپسند اور سرکش قبائل سیاہ پاد۔ قمبرانی، کبدانی اور بادنزئیوں کو مطیع کرنے میں بھی پوری طرح کامیابی حاصل کی۔ بادنزئیوں کے قلعہ "پٹلیں قلات" کو زمین زیست و نابود کر دیا اور علاقہ بٹرو کی اراضیات کو یوسف خان کے خون بہا کے طور پر ضبط کر لیا۔

روایت ہے کہ سردار آزاد خان جو انتہائی سخت گیر واقع ہوا تھا۔ اپنے مخالف اور سرکش قبائل کو دو پگڑی باندھنے، چھوڑ" اور نہ چپلیاں پہننے کی اجازت دیتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرتا تو اس کی جائیداد ضبط کر لی جاتی۔ چنانچہ اس طرح یہاں کے قبائل پر مکمل طور پر قابو پا لیا گیا۔

سنجرانی قبیلے سے عوضانہ

خاران کے قبائلی انتشار سے نہ صرف ایرانی ڈاکو استفادہ کر رہے تھے بلکہ خاران کے ہمسایہ علاقہ چاغی کے لوگ بھی اس لاوارث علاقے کے عوام کو لوٹا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ سنجرانی قبیلہ نے ژدہ پاس پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے حملہ کیا۔ یہاں کے عوام نے ڈاکوؤں کے اس اچانک حملہ کا سختی سے مقابلہ کیا لیکن مسلح سنجرانیوں کے آگے ان کا بس نہیں چل سکا۔ سنجرانیوں نے یاگی نامی ایک نوشیروانی کو قتل کرنے کے بعد علاقہ میں لوٹ مار شروع کی اور کچھ مال مویشی جمع کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔

جب سردار آزاد خان کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے ایک قبائلی لشکر لے کر سنجرانی قبیلہ پر حملہ کیا۔ سنجرانی اپنے اپنے قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ ایک مہینے کے محاصرے سے تنگ آکر سردار کمال خان سنجرانی مصالحت پر اتر آیا۔ سردار آزاد خان ایک ہوشیار اور معاملہ فہم شخص تھا اس نے قبیلہ سنجرانی کی جانب [illegible] علاقہ خاران کو ضبط کرنے کے لئے یاگی نوشیروانی کے خون بہا اور عوام کے مال مویشی کے نقصان کے عوض ندی [illegible] گور [illegible] رخشان چاہ ونک سے ایک وسیع و عریض علاقہ کا مطالبہ کیا۔ سنجرانی قبیلہ، آزاد خان کے حملے سے بہت خوفزدہ تھا، اس لئے انہوں

نے اس کا یہ مطالبہ منظور کر لیا۔ اور اس طرح یہ اراضیات سردار خان کی تحویل میں
جن میں سے کچھ اراضیات مقتول کے ورثا اور دیگر متاثرین کو دے دی گئیں۔

ایرانی قبائل کی سرزنش

گذشتہ سرداروں کے ادوار میں ایران کے ڈاکو خاران
کو لاوارث خیال کر کے جب چاہتے یہاں سے لوٹ مار کر کے چلے جاتے؛ ایک مرتبہ
جب وہ پہلے کی طرح خرگوشی بند پر حملہ کر کے بارہ اونٹ اور کچھ اور مال لوٹ کر
جانے لگے تو راستے میں میر آزاد خان کو اطلاع کر دی گئی چنانچہ اس نے اپنے ایک دستے
کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور گلہ چاہ کے مقام پر اُن کو جا لیا، لیکن ڈاکو جو سینکڑوں کی
تعداد میں تھے، اپنی کثرت پر غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور آزاد خان کے دستے پر حملہ آور
ہوئے۔ آزاد خان کے مسلح نوجوانوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اُن کے کشتوں کے
پشتے لگا دیے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں ان ڈاکوؤں کے سو سے زائد آدمی مارے
گئے۔

ایک مرتبہ یار محمد دامنی نے حملہ کر کے جمعہ خان کبدان کو قتل کر دیا اور محمد حسنی
قبیلہ کے ریوڑوں کو ہانک کر لے گیا، جس پر سردار آزاد خان نے ان پر شبخون مارا۔
کئی دامنی قتل کرنے کے علاوہ یار محمد اور اس کے تین بھائیوں کو گرفتار کیا جنہیں
بعد میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ان دو واقعات کے بعد دامنی ڈاکو کمزور ہو گئے اور آئندہ خاران پر ڈاکہ
ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن گورگیج اور سالارزئی قبائل کو میر آزاد خان
کی طاقت کا علم نہیں تھا؛ چنانچہ ایک مرتبہ مؤخرالذکر قبائل نے خاران پر ڈاکہ
ڈالنے کے لئے اپنے پر تولے، مگر حسنے ناوڑ کے مقام پر سردار خاران نے انہیں
اس طرح گھیرے میں لے لیا کہ وہ اس لق و دق ریگستان میں نہ تو بھاگ سکے اور نہ اپنی

جان بچا سکے۔ بلکہ ان میں سے اکثر گولیوں اور تلواروں سے قتل کر دیے گئے اور جو جان بچا کر ریت کے ٹیلوں میں چھپ گئے۔ وہ پیاس اور گرم ریتلی ہواؤں کے سبب مر گئے

اسی طرح اس نے حایق اور کوبک کے بزرگ زادوں کو بھی مطیع کر کے کوبک کے علاقہ پر قبضہ کر لیا، جو امیر عباس ثالث کی کمزوری سے اس قبیلہ کی تحویل میں چلا گیا تھا۔

زرعی نظام کا مستقل رواج

سرکش قبائل کو زیر کرنے کے بعد سردار خاران نے اراضیات کی آبادکاری اور کاشت کے سلسلے میں حسب ذیل مستقل رواج قائم کر دیئے۔

۱۔ زمیندار اپنی اراضیات نہ بیچ سکتے ہیں اور نہ تبادلے میں دے سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ اسی قبیلے کے لوگ ہوں۔

۲۔ جب کاشتکار غیر وفاداری کا مجرم ہو یا ملک چھوڑ کر چلا جائے تو اس کی زمینات کو سردار اپنے قبضہ میں لے سکتا ہے۔

۳۔ اصل زمیندار کے علاوہ باقی تمام کاشتکار طابع مرضی ہوں گے۔

۴۔ مزارع جو آبی زمینوں پر کاشت کرتے ہیں، ان کا زمین کی ملکیت پر کسی قسم کا بھی حق نہیں۔

۵۔ وہ مزارع جو سیلابہ اور بارانی بندات اپنے خرچ پر تعمیر کریں، انہیں ان زمینات پر اس وقت تک حق حاصل ہو گا۔ جب تک ان کے تعمیر کردہ بندات کا وجود ہے۔

فصل کی کٹائی (لوڑ بڑی) پر پیداوار کی تقسیم بطریق ذیل ہو گی۔

۱۔ ۲۰ بیس گھٹڑی میں سے

دو

اس سے فصل کاٹنے والے مزدور کو بیس پوکیوں میں سے ایک بطور مزدوری دی جائے گی اور بقایا پیداوار کا $\frac{1}{4}$ حصہ سردار کو اور $\frac{3}{4}$ کاشتکار کو دیا جائے گا۔

۲۔ لوڑی کے لئے = بیس گھٹڑیوں پر ایک

۳۔ شام (شام کا کھانا) = بیس گھٹڑیوں پر ایک (اس میں سے $\frac{1}{2}$ سردار $\frac{1}{2}$ کاشتکار)

۴۔ نانبی = ایک سو گھٹڑیوں پر چار (سردار کو دیا جائے گا)

۵۔ تورگی = ایک سو گھٹڑیوں پر ایک (سردار کی گھوڑی کے لئے دیا جائے گا)

فصل کو صاف کرنے کے بعد باقی ماندہ پیداوار کی تقسیم یہ ہوگی۔

۱۔ نابتی = ایک سو من[ۂ] پر چار من (سردار کو دیا جائے گا)

۲۔ تپہ داری = ایک من تمام فصل سے (سردار کو دیا جائے گا)

۳۔ لوری = دو من تمام فصل سے (سردار کو دیا جائے گا)

۴۔ باقی ماندہ پیداوار کا ۱/۴ حصہ (سردار کو دیا جائے گا)

زمینداروں کے لئے زرعی مراعات

مالیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ

سردار آزاد خان نے خاران کے عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے علاقہ کے حسب ذیل بااثر اور سرکش قبائل کے چند خاندانوں پر نہ صرف مالیہ معاف کر دیا بلکہ انہیں کچھ الاؤنس بھی دیا جانا طے کیا۔

نام قبیلہ	خاندان	مراعات
ریکی	میر کیا خان ریکی اس کے بھائی بچاپاد بھائی	کھجور کی پیداوار (زرشہ) پر ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ
قمبرانی	سراوان کے قمبرانی	سراوان کی کچھ اراضیات پر مالیہ کی معافی
بارزئی	واشک کا ملک خاندان	کھجور کے سات بار بطور الاؤنس اور

ۂ۔ خارانی من سوا تین سیر ہوتا ہے۔

ایجوازی	وفادار خاندان	کچھ بارشتہ اجناس کے
		کچھ زمینیں دے کران پر مالیہ معا
ہوتکازی	〃 〃 〃	〃 〃

تقاوی قرضے

۔ خشک سالی کے دوران کاشتکاروں کو خوراک اور تخم ریزی کیلئے مالیہ کا حصہ بطور قرض دیا جاتا تھا اور یہ قرض فصل کی برداشت پر یکمشت یا اقساط کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔

التواء اور معافیاں

۔ جب علاقہ میں متواتر خشک سالی ہوتی اور کاشتکار مالیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تو سردار اپنا مالیہ معاف کر دیتا یا بصورت دیگر وصولی التواء میں رکھی جاتی اور جب علاقہ آباد ہوتا اور کاشتکار اس ادائیگی کے قابل ہو جاتا تو اس سے بقایا مالیہ وصول کیا جاتا تھا۔

سردار آزاد خان کا مقرر کردہ مالیہ اور دیگر ٹیکس

(ا)۔ مالیہ

۔ سردار اپنی ذاتی اراضیات اپنے نوکر۔ غلام یا بزگروں کے ذریعے کاشت کراتا جس کی پیداوار میں سے وہ ان مزدوروں کو ۱/۵ حصہ دیتا تھا۔ جہاں ریاست کی دیگر اراضیات مستقل کاشتکاروں کے ذریعے آباد کی جاتی تھیں اس صورت میں مزارع سے ۱/۳ سے ۱/۲ شرح مالیہ وصول کیا جاتا تھا۔ جس کی وصولی جنس اور نقدی دونوں صورتوں میں کیجاتی تھی

(ب)، گٹا یا چراگاہ ٹیکس

۔ محمد حسنی، گرگ کے ساسولی، رخشان کے ساجی زئی، ونک

کے مروان شبی اور ہارونی طائفوں سے سالانہ ایک بھیڑ یا بکری اور ایک دنبہ بطور چراگاہ ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اسی طرح غیر خارانی خانہ بدوشوں سے بھی فی ریوڑ سالانہ ایک بھیڑ بطور گٹا وصول کیا جاتا تھا

(ج)۔ **زرشہ (کھجوروں پر ٹیکس)** ماشکیل کے ریکی قبیلہ سے بحساب ایک روپیہ نقد فی درخت ہر مکرر شخص سے بطور زرشہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن قبیلہ کا سربراہ میر کیا خان، اس کے لڑکے، بھائی اور رشتہ دار اس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنا تھے۔ واشک کی کھجوروں پر ۳ ۱/۲ سیر فی درخت مقرر تھا، جسے بعد میں سردار نے کاشتکاروں کے اصرار پر ۲ ۱/۲ سیر کھجور فی درخت کر دیا۔ لیکن ان سے سرکاری حصہ کھجور کی اچھی قسم "رباٖ" کی صورت میں لیا جاتا تھا

(د) **افغانستان کو خراج دینے کے لئے اجتماعی ٹیکس**۔ شاہ افغانستان کو سالانہ ۱۸ اونٹ کا جو خراج دیا جاتا تھا۔ اس کی تقسیم حسب ذیل تھی۔

۱- بالزئی، ۲ مہار شتر
۲- واشکی، ۲ مہار شتر
۳- بیسرک زئی، ۱ " "
۴- کوچہ سیاہ پاد، ۱ " "
۵- کوہ سیاہ پاد، ۲ " "
۶- جنگلی زئی، ۱ " "
۷- شاہجانی، ٹیکی اور مارگزئی، ۱ " "
۸- کبدانی، ۲ " "
۹- نکاپی، ۲ " "
۱۰- موجہ، ۱ " "
۱۱- سہر، ۱ " "
۱۲- امیرآتری، ۲ " "

کل - ۱۸

اگرچہ امیر شیر علی کے عہد میں یہ خراج دینا بند ہو تھا، لیکن سردار خاران بدستور مندرجہ بالا طائفوں سے یہ ۱۸، اونٹ وصول کرتا رہتا۔ چنانچہ افغانستان کی جنگ دوئم کے وقت جبکہ اونٹوں کی قیمت ایک سو بیس روپے فی مہار تک پہنچ گئی تھی تو اُس دوران سردار اونٹوں کی قیمت نقدی صورت میں وصول کرتا رہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کی قیمت جنس کیصورت میں تبدیل کر دیگئی اور پہاڑ کے سیاہ بادیہ ٹیکس بھیڑ بکریوں کی صورت میں ادا کرنے لگے رفتہ رفتہ یہ محصول جنس اور کپڑے کیصورت میں بھی وصول کیا جانے لگا۔

علاوہ ازیں بعض صورتوں میں ہر شخص پر انفرادی ٹیکس بھی عاید کیا جاتا تھا، جیسے کہ علاقہ گواش کے جالواری طائفہ سے دیگر ٹیکسوں اور مالیہ وغیرہ کے علاوہ سالانہ مبلغ تیس روپے بطور انفرادی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔

خاران میں محصُول چونگی کی ابتداء

روایت ہے کہ سردار میر آزاد خان کے دور اقتدار سے قبل، جبکہ یہاں کے قبائل منتشر اور حالات ابتر تھے، یہاں پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس وغیرہ عاید نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ریاست کی مالی حالت ابتر تھے، یہاں پر کسی قسم کا کوئی ٹیکس وغیرہ عاید نہیں کیا جا سکا تھا۔ لیکن ریاست کی مالی حالت مستحکم کرنے کی غرض سے سردار آزاد خان نے خاران میں محصول چونگی کے تحت حسب ذیل ٹیکس[1] عائد کیے۔

۱۔ جُوری (کپڑے پر) فی بار ۔ ایک روپیہ
۲۔ جوری (اونٹ پر) جو علاقہ میں خریدا جائے
۳۔ " (اجناس کے فی بار پر) ایک روپیہ کا شانی (۱۲ آنے)

[1] گزیٹیر خاران صد ۱۲۳

مالیہ

زرعی اصلاحات

مقامی روایت کے مطابق نوشیروانیوں کی طاقت میں آنے سے قبل ہالہ زئیؒ، تہرانی، پیرک زئی اور موجودہ طائفے، واشک۔ بڈوا ور سراپ کی وادیوں کے بلا شرکتِ غیرے مالک تھے، گواش اور کلگ کی وادیاں سیاہ پاد طائفے کے قبضہ میں تھیں، جبکہ جالوار اور گلہ چاہ بجزانیوں کی ملکیت تھے۔ ماشکیل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پرانے زمانے سے ریکیوں کے قبضہ میں چلا آرہا ہے۔ نوشیروانیوں نے آہستہ آہستہ تمام علاقہ پر اپنا قبضہ بڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ سردار آزاد خان نے خاران کے قبائل کو حکم دیا کہ وہ اپنی زمینات پورے حقوق کے ساتھ اس شرط پر اپنے قبضہ میں رکھ سکتے ہیں کہ وہ اپنی وفاداری اور مالیہ کی ادائیگی کے بارے میں سردار کو یقین دلا دیں۔ اور اگر زمیندار غیر وفاداری کے مجرم ہوں، یا ملک چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کی زمینات سردار اپنے قبضے میں لے سکتا ہے۔

انگریزوں سے نفرت ۔ اگرچہ انگریزوں نے پوری طرح خاران پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا، تاہم سردار آزاد خان انگریز قوم کو بلوچستان کا دشمن سمجھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ۱۸۵۴ء میں انگریزوں نے ایران پر حملہ کیا تو سردار آزاد خان نے جا کر ایرانی بلوچوں کی بھرپور مدد کیؒ۔ کیونکہ سردار خاران کو یہ خطرہ تھا کہ انگریز اس سرحد پر جم گئے تو ان کی استعماریت سے خاران کو بچانا مشکل ہو جائے گا اور یہ معاملہ ان کے لئے ایک مستقل پریشانی کا سبب بن جائے گا۔ چنانچہ ایران کے بلوچوں اور سردار آزاد خان کی اس مشترکہ دفاعی جنگ سے انگریزوں کا کافی نقصان ہوا اور ان کے قدم خاران

لہ اولس بلوچی کوئٹہ جولائی ۱۹۷۰ء

اور ایران کی سرحدوں کے اندر جم نہیں سکے۔

جب انگریز قلات میں اپنا رسوخ قائم کر چکے تو انہوں نے اپنی توجہ خاران مبذول کی اور قلات میں مقیم انگریزی نمائندہ میجر منیچ نے ۱۸۳۹ء میں حاجی [illegible] ایک ہندوستانی کو بلوچستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے اور خبریں لانے پر [illegible] کیا، یہ شخص سردار آزاد خان کو انگریزوں کا دوست بنانے کے لئے خاران [illegible] دن تک سردار کا شاہی مہمان رہا اور یہی کوشش کرتا رہا کہ کسی نہ کسی طریقے سے خان انگریزوں سے تعلق پیدا کرے۔ لیکن سردار خان نے انکار کر دیا۔

خان میر محراب خان سے اظہارِ ہمدردی

میر محراب خان ایک سادہ دل اور غیور حکمران تھا، اسے عقل اور تدبر سے کام [illegible] کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا، درشتی اور تندی اس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی [illegible] وہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح من مانی کرنے کا خوگر تھا، لیکن اس میں استقلال نہ [illegible] وہ تُند اور بے باک ہونے کے باوجود خوشامد پسند تھا، یہی وجہ ہے کہ خوشامدی وزیروں اور غلط کار مشیروں کی وجہ سے قبائلی سرداروں کا اعتماد کھو چکا تھا۔

جب انگریز بلوچستان کی پاک سرزمین کی طرف پیش قدمی کرتے تو انہیں درۂ بولان میں لوٹ لیا جاتا تھا۔ چونکہ اس وقت سراوان کے سردار بھی محراب خان سے بدظن تھے اس لئے بولان میں سے انگریز خان کو ان ڈاکہ زنیوں اور لوٹ مار کا مرتکب ٹھہرایا۔

اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے سردار میر آزاد خان نوشیروانی نے اپنی خدمات پیش کیں اور خان سے متعدد بار استدعا کی کہ درہ کو بند کرا دے اور اس پر جا بجا سنگر

(موقعے) بنا دیئے جائیں۔ یہاں تک کہ سردار میر آزاد خان درہ کی ناکہ بندی کا کام بھی اپنے ذمہ لینے پر تیار ہو گیا مگر خان نے ہر بار انکار کیا اور اپنے ارادہ پر کہ انگریزی فوج کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی بدستور اڑا رہا۔

چنانچہ انگریزی جاسوسوں (ملا محمد حسن وغیرہ) نے خانہ بدوش قبائل کو ورغلا کر انگریزوں کے سلسلہ رسل و رسائل اور کانیوالیوں پر ڈاکے ڈلوائے، ان کو لوٹا اور قتل و غارت کیا اور پھر ہر ڈاکہ وہر قتل کے متعلق انگریزوں کو غلط اطلاعات بھیج کر میر محراب خان کے خلاف انگریز کو آمادہ بجنگ کر دیا۔

میر محراب خان کا میر آزاد خان کے نام پیغام ۔ انگریزوں نے میر محراب خان کے خلاف لشکر کشی کی تیاری کی، جس کی اطلاع پاکر محراب خان نے سردار آزاد خان کے نام امداد کے لئے پیغام بھیجا، بلوچی شاعر نے یہ پیغام یوں نظم کیا ہے۔[1]

به تحقیقا پہ دیوان ءَ   بیا دارد غگی دانا
بہ گوش آزاد عباسءَ   پہ جلدی بیا بہے پاسءَ
مروچی جنگ بنگاہی   گوڑآ انگریز تہنائی
دی تخت ءِ سرءَ جائ   کئان جنگے پہ بنگائی

ترجمہ:۔ بھری مجلس میں اپنے دانا داروغہ کو بلا کر کہا کہ وہ جا کر آزاد ابن عباس کو یہ پیغام پہنچا دے کہ وہ فوراً سے پیشتر آئے، کیونکہ آج انگریزوں سے آخری جنگ ہے، انگریزوں کو نہتا کر کے ہم اپنے تخت پر دلجمعی سے قائم رہ سکتے ہیں۔

---

[1] تاریخ بلوچستان جلد اول صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲

پنیغام ملتے ہی سردار آزاد خان نے ایک کثیر مسلح لشکر جمع کر کے ...
کے لئے بھیج دیا۔ لیکن سراوان کے سرداروں نے انگریزوں کا پرتپاک خیر...
کی امداد کی۔ لہٰذا انگریزوں کی توپوں اور اسلحہ اور کثیر فوج کی وجہ سے میر محراب ...
نومبر ۱۸۳۹ء کو شہید ہوا اور اس طرح سردار میر آزاد خان نے انگریزوں ...
میر محراب خان کا ساتھ دے کر بلوچی ننگ و ناموس پر اغیار کی بدمستیوں اور ...
کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

نصیر خان دوئم آزاد خان کی پناہ میں

میر محراب خان کی انگریزوں کے ہاتھوں شہادت کے بعد انگریزوں کو ...
بلوچستان پر قابض ہونے کا سنہری موقع میسر ہوا، بلکہ انہوں نے بلوچی روایات کو بھی ...
ڈال کر میر نصیر خان کی بجائے میر شہنواز خان کو قلات ریاست کا خان نامزد کر دیا۔ چنانچہ
میر نصیر خان دوئم، جو اس وقت قریباً پندرہ سال کا تھا، داروغہ گل محمد کے ...
سردار آزاد خان کے پاس آکر خاران میں پناہ گزین ہوا۔ میر آزاد خان، جو اس سے پیشتر ...
محراب خان کی امداد بھی کرتا رہا تھا، اب بھی بلوچی غیرت سے کام لیتے ہوئے ...
میر نصیر خان کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور حسب روایت ...
ہر طرح کی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ سردار میر آزاد خان کے سلوک سے مطمئن ہو کر چند
دنوں کے بعد میر نصیر خان نے اپنی والدہ اور داروغہ گل محمد کے عیال کو بھی خاران ...
کر لیا چنانچہ سردار آزاد خان نے دل کھول کر ان کی خاطر مدارت کی[1]۔
میر محراب خان کی شہادت کے موقع پر نوشکی کے قبائل نے انگریزوں کے ...

[1] تاریخ بلوچستان از منو رام ص ۳۴۹

جنگ کی تھی، اس لئے میر شہنواز خان کا مشیر اور انگریزی نمائندہ لبدین نے نوشکی کے قبائل پر فوج کشی کی، چنانچہ سردار آزاد خان نوشیروانی نے میر نصیر خان منغیر کی درخواست پر اُسے سینکڑوں جنگجو اور مسلح نوجوانوں سمیت قبائل نوشکی کی امداد کے لئے روانہ کر دیا لیکن انگریزوں کی کثیر التعداد اور منظم فوج کے ساتھ لڑائی میں انہیں ناکامی ہوئی اور میر نصیر خان بے نیل مرام واپس خاران آگئے۔

ایک دو ماہ گذرنے کے بعد پنجگور کے نائب فقیر محمد بزنجو اور اللہ داد خان سردار گچکی کے اس پیغام پر کہ خاران کی نسبت انہیں پنجگور میں آسودگی اور ذہنی سکون میسر ہو گا، وہ مع اپنے اہل و عیال کے پنجگور چلا گیا۔ لیکن چند ماہ گذرنے کے بعد سردار اللہ داد خان گچکی نے میر شہنواز خان اور لبدین کے ساتھ خفیہ ساز باز کی کہ خان اپنے بھائی فتح خان کے ذریعہ نصیر خان پر اچانک چھاپہ مارے اور اسے مع عیال اطفال گرفتار کرلے اس سے قبل کہ فتح خان اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہناتا، کسی نے سردار آزاد خان کو اس مکروہ فریب کی اطلاع کر دی، چنانچہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر سردار خاران نے اپنے دو خاص معتمد، معتبر اور نڈر اشخاص کو پنجگور بھیج دیا، جنہوں نے وہاں پہنچتے ہی میر نصیر خان کو مع اہل خانہ واشک کے راستے خاران پہنچا دیا۔ اور جب دوسرے دن فتح خان پنجگور پہنچا تو اُسے اپنے اس ناپاک ارادے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ شرمندہ ہو کر بے نیل مرام واپس چلا گیا۔

آزاد خان نے جہانگیر کو داماد بنا لیا

۔اس مرتبہ سردار آزاد خان نے پہلے سے بھی زیادہ بلوچی ننگ و غیرت کے احترام کا عملی مظاہرہ کیا اور حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے میر نصیر خان کو لاس کوہ کی کلگ جیسی سرسبز و شاداب، دلکش مناظر سے لبریز اور صحت افزا وادی میں رکھا اور ہر طرح سے اس کی حفاظت اور خدمت کی، چنانچہ سردار خاران کے جذبۂ

ایثار، ہمدردی اور پرخلوص سلوک سے متاثر ہو کر میر نصیر خان کی والدہ ماجدہ نے میر آزاد خان سے درخواست کی کہ اگر واقعی وہ میر نصیر خان کو دل سے چاہتا ہے، تو اسے اپنا داماد بنا دے تاکہ یہ کمسن شہزادہ حقیقی سکون اور مسرت حاصل کر کے آئے دن کے خطرات اور پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکے! چنانچہ اپنی نیک نیتی کا عملی ثبوت دیتے ہوئے میر آزاد خان نے اپنی دختر مسماۃ بی بی ماہ ناز کو میر نصیر خان کے عقد میں دے دیا، جس سے ان کو سردار آزاد خان کے مکمل اعتماد کا یقین ہو گیا اور اس رشتہ داری کے بعد سردار خاران نے پہلے سے بھی زیادہ ان کی دیکھ بھال اور خاطر مدارت کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

میر نصیر خان کی تخت نشینی کے لئے مساعی اور کامیابی

۔ میر شہنواز خان ایک سخت گیر اور بدزبان شخص تھا[1]۔ اس لئے سراوان کے قبائل اس سے متنفر ہو گئے انہوں نے اس کے خلاف بغاوت شروع کر کے میر نصیر خان کو خان بنانے کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ میر محمد خان شاہوانی نے بحیثیت سربراہ سراوان قبائل، سردار آزاد خان کو پیغام بھیجا کہ وہ میر نصیر خان کو کمک وامداد دے کر سراوان بھیج دے تاکہ میر شہنواز خان کو تخت سے اتار کر نصیر خان کو خان بنا دیا جائے۔ لیکن سردار خاران نے جوابی پیام میں کہا کہ اگر واقعی سراوان کے قبائل نصیر خان کو چاہتے ہیں تو پہلے وہ بغاوت کی ابتداء کر دیں اور جب یقین ہو جائیگا کہ واقعی سراوان کے تمام قبائل آمادہ بہ جنگ ہیں تو انہیں ہر ممکن امداد دی جائے گی[2]۔

سردار آزاد خان کے اس پیغام پر عملدرآمد کرتے ہوئے میر محمد خان شاہوانی نے سراوان کے قبائل کو تیار کر کے بغاوت کا آغاز کر دیا اور قلعہ مستونگ میں انگریز منشی اور چند دیگر اشخاص کو قتل کرنے کے علاوہ کوئٹہ کی انگریزی فوج کے دو آفیسر "میجر" اور "بیلے" کو بھی قتل کر دیا۔

---

[1] تاریخ بلوچستان ہتورام صفحہ ۲۳۱ [2] تاریخ بلوچستان ہتورام صفحہ ۲۳۲

ان واقعات کی اطلاع پاتے ہی سردار آزاد خان نے میر نصیر خان کو ایک بھاری جمعیت کے ساتھ میر محمد خان شاہوانی کی امداد کے لئے بھیج دیا۔ سریاب و کرنڈہ کے مقام پر سراوان اور خاران کے مشترکہ قبائلی دستوں اور انگریزوں کے درمیان خونریز لڑائی ہوئی۔ انگریزی فوج نے توپوں اور جدید ہتھیاروں سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کی اور اس کے ساتھ ہی جان محمد مینگل زئی کے فتنہ کے باعث نصیر خان کو پسپا ہونا پڑا۔ لیکن ایک دفعہ پھر اس نے ان قبائل کو جمع کر کے مستونگ اور اس کے بعد قلات پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ میر نصیر خان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر میر شہنواز خان نے قلعہ چھوڑ کر فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھی۔ انگریزی نائندہ لیدین کو گرفتار کر لیا گیا اور میر نصیر خان کو تخت پر بٹھا کر میر آزاد خان کا لشکر نصرت اور کامرانی کے ساتھ واپس خاران چلا آیا۔

مینگل اور رخشانیوں کی لڑائی

جب سے قبیلہ زگر مینگل میر نصیر خان اول کے حکم سے نوشکی میں آباد ہو چکا تھا، اسی وقت سے انہوں نے یہاں کے قدیم قبیلہ کو تنگ کر کے ان کی اراضیات کو غصب کرنا شروع کر دیا تھا جس کے باعث مینگل اور رخشانی قبائل کے درمیان قتل و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔

جب میر نصیر خان دوئم قلات کی حکومت پر قابض ہوئے تو مینگلوں کی سرگرمیوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور انہوں نے رخشانی قبیلہ پر ناقابل برداشت دست درازی کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ رخشانی قبیلہ نے مجبور ہو کر نوشکی کا علاقہ خالی کر دیا اور خاران آ کر میر آزاد خان کے ہاں پناہ گزین ہوگیا۔

چونکہ قبیلہ رخشانی کو سردار میر آزاد خان اپنی قوم شمار کرتا تھا اس لئے سردار نے نہ صرف انہیں پناہ دی۔ بلکہ ان کی مدد کر کے مینگلوں کے خلاف لڑائیاں بھی لڑیں۔ ایک لڑائی جبکہ نوشکی کے نائب کی انگیخت پر خاران پر حملہ کیا گیا تھا۔ سردار آزاد خان نے

حملہ آروں کو عبرتناک شکست دی، جس میں بے شمار مینگل مارے گئے۔ اس لڑائی سے ذگر مینگلوں کے حوصلے اتنے پست ہو گئے کہ وہ اب مصالحت کی راہ ڈھونڈتے پھرتے تھے۔

چنانچہ ذگر مینگلوں نے اپنی فریاد میر نصیر خان کو سنائی اور اس سے مدد مانگی، جس پر میر نصیر خان نے ان کی مصالحت کا بیڑا اٹھایا اور سردار میر آزاد خان کو قلات طلب کیا لیکن سردار خاران نے جو اپنے کو میر نصیر خان کا محسن خیال کرتا تھا، قلات جانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار پر میر نصیر خان کو سخت غصہ آیا اس نے داروغہ گل محمد کو دستہ سراوان کے ساتھ براستہ نوشکی اور سردار تاج محمد زرکزئی کو دستہ جھالاوان کے ساتھ براستہ نوشکی اور سردار تاج محمد زرکزئی کو دستہ جھالاوان کے ساتھ براستہ خدا بادان پنجگور رخاران پر حملہ کرنے کو روانہ کر دیا۔ سردار تاج محمد اچانک خدا بادان پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

لیکن داروغہ گل محمد جو نوشکی پر قیام کر کے بیٹھ گیا اور اسے خاران پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ میر نصیر خان نے بارثانی سردار آزاد خان کو ذگر مینگل قبیلہ کے ساتھ مصالحت کرنے کی دعوت دی، اس دفعہ سردار خاران رشتہ داری کا پاس رکھتے ہوئے میر نصیر خان کے پیغام پر قلات گیا، جہاں رخشانی اور مینگل قبائل کے زیر تنازعہ معاملات کا فیصلہ کر کے میر آزاد خان خوش وخرم واپس وطن آیا۔ اُدھر خان کی فوج بھی خدا بادان کو چھوڑ کر قلات چلی گئی۔

خان خدائیداد کی دست درازیاں ۔ جب نصیر خان دوئم کی وفات کے بعد خان خدائیداد قلات کے روائتی خان متعین ہوا تو اس نے : صرف سراوان اور جھالاوان کے قبائل پر دست درازی شروع کی اور جھالاوان کی مشہور شخصیت سردار نورالدین مینگل اور سراوان کے سردار ملا اللہ خان کو قتل کیا، بلکہ سراوان کے قبائل سے سورساد اور ترنگڑہ کے نام سے دونے ٹیکس وصول کرنے کے علاوہ اکثر قبائلیوں

کی موروثی اراضیات بھی ضبط کرنا شروع کردیں۔ مزید براں اس نے "نشارِ باجانی" رسم کے تحت نصیر خان دوئم کی بیواؤں سے قصداً" اور جبراً شادی کرنا چاہی۔ ان بیواؤں میں میر آزاد خان کی دختر بی بی ماہ ناز بھی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اس نے خاران کے اندرونی معاملات میں دخل دے کر سراوان (خاران) کے قبرانیوں سے لئے جانے والے مالیہ کو اپنا حق قرار دیا اور سردار آزاد خان کی عمنی جاگیر پنجگور کو بھی اپنانے کی کوشش کی۔

لہٰذا ان مظالم اور ناجائز اقدامات کے خلاف خاران۔ سراوان اور جھالاوان کے قبائل نے علم بغاوت بلند کیا اور علاقہ میں بدامنی پھیلانے کے لئے ڈکیتی، رہزنی اور قتل و غارت پر مجبور ہوگئے۔

شیرزال ماہناز کا استقلال

اس تحریک کی ابتداء مسماۃ بی بی ماہناز نوشیروانی کی نشار باجانی کے تحت شادی نہ کرنے سے ہوئی، جب کہ بی بی ماہناز نے خدائیداد خان کو نااہل ناعاقبت اندیش اور کوتاہ بین قرار دے کر اس کی رضامندی کے بغیر خاران چلی آئی اور پھر قلات جانے سے انکار کردیا۔ خان خدائیداد خان نے متعدد بار بی بی ماہناز کے لئے پیغام بھیجا کہ وہ واپس آجائے۔ لیکن وہ ہر دفعہ خان کے قاصدوں کو یہی جواب دیتی کہ "خدائیداد خان مجھ سے تو شادی نہیں کرسکتا، البتہ اگر وہ میری لاش سے شادی کرے تو اور بات ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ خدائیداد خان نے بی بی کے لئے تلخ الفاظ میں پیغام کیا کہ اگر وہ اس دفعہ بھی نہیں آئی تو خان، خاران ریت تک ریتیہ کر قلات اٹھوا لائے گا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت بی بی مہناز کھانا کھا رہی تھی، جب اسے یہ پیغام سنایا گیا تو اس نے غیض و غضب میں شیرنی کی طرح غرا کر جواب دیا "خان۔ خاران کی ریت کو قلات نہیں لے جاسکتے بلکہ یہ ریت اس کی آنکھوں میں پڑکر اسے اندھا کردے گی" یہ کہتے ہی اس کا خنجر غیرارادی طور پر پوری قوت سے برتن میں لگا اور پیتل کا برتن اس کی طاقت سے سوراخ ہوگیا

پنجگور کی جاگیر پر قبضہ

خدا بادان (پنجگور) سردار میر آزاد خان نوشیروانی کی عمنی جاگیر تھی۔

جیسے ۱۷۶۹ء میں میر نصیر خان اول نے مشہد کی لڑائی کے بعد اس کے دادا کو عطا کیا تھا۔ اس کے علاوہ میر نصیر خان کی خدمت گذاری اور رشتہ داری کی وجہ سے اسے قلات کے خان کے ساتھ زیادہ رسوخ قائم کرنے کا موقع ملا تھا، چنانچہ پنجگور میں اس کو مزید چند دیہات بطور جاگیر ملے اور اس سے پیشتر بھی علاقہ پنجگور میں گچکی خاندان کے ساتھ رشتہ ناطہ کی بنا پر اسے کچھ اراضی ملی تھیں، اس لیے پنجگور پر اس کو زیادہ عمل دخل حاصل ہو گیا تھا، چنانچہ اس نے اپنی جاگیر اور املاک سے خاطر خواہ استفادہ کرنے کی خاطر وہاں پر دو قلعے تعمیر کروائے تھے۔ ؎

بی بی مہناز کے تلخ جواب نے جلتی پر تیل کا کام کیا جس کے نتیجے میں خان خدائیداد خان نے ایک جم غفیر بھیج کر اچانک پنجگور پر قبضہ کر کے اس پر اپنا نائب اور سپاہی متعین کر دیے۔

افغانستان سے تعلقات

۔ سردار آزاد خان اس دوران بالکل آزاد تھا، ادھر قلات کے سردار، خان قلات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس لیے اس نے نہ صرف جام میر خان لسبیلہ اور نور الدین مینگل کو خان کے خلاف تحریک چلانے میں مدد دی بلکہ ۱۸۶۸ء میں سراوان اور جھالاوان کے سرداروں کو بھی چار سو گھڑ سوار اور ایک ہزار فوج کی امداد دی۔ گو خان قلات نے سردار خاران سے مصالحت کی کوشش کی اور ۱۸۶۹ء میں مسٹر ہیرلیس اور ۱۸۷۱ء میں ملا محمد رسراوان، اور سردیم حیدر کو مصالحت کے لیے بھیجا۔ لیکن سردار خاران نے خان قلات کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس نے اپنی ریاست کی آزادی اور سالمیت کے لیے ۱۸۶۵ء، ۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۹ء میں تین مرتبہ افغانستان سے امداد لینے کی خاطر امیر کابل سے ملاقاتیں کیں جن کے نتیجے میں آزاد خان اور امیر کابل کے درمیان یہ سمجھوتہ ہوا کہ آزاد خان ہر سال امیر کابل کو ۱۸ اونٹ اور پنجگور کی کھجوریں بھیجا کرے گا اور امیر اسے چھ ہزار تومان بطور وظیفہ سالانہ دیا کرے گا۔ چنانچہ اس تعلق کو مزید تقویت دینے کے لیے سردار آزاد خان نے دو محمد زئی (افغان) خواتین سے شادیاں

ؔ۔ تاریخ بلوچستان ہتورام ص۵۵

کیں اور امیر نے جہیز اور تحفہ کی صورت میں اسے کچھ علاقے عطا کئے[1]

دوسری افغان جنگ

دوسری افغان جنگ کے موقعہ پر جب غازی محمد ایوب نے ۱۸۸۰ میں انگریزوں کے خلاف میں علم جہاد بلند کیا تو اس نے خان میر خدائیداد خان کو اس مقدس جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دی لیکن اس کے برعکس خان نے غازی محمد ایوب خان کے خلاف انگریزوں کی مدد کی۔ جبکہ خاران کے سردار میر آزاد خان نوشیروانی نے اپنا ایک قبائلی لشکر غازی محمد ایوب خان کی امداد کے لئے بھیج دیا جس کی دیکھا دیکھی دیگر غیور بلوچ قبائل نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں جا کر شمولیت کی۔ اس وقت اگر میر آزاد کی طرح خان خدائیداد بھی انگریزوں کے خلاف قدم اٹھاتا تو انہیں بلوچستان کے راستے غازی محمد ایوب خان کے خلاف اپنی فوجیں بھیجنے میں ناقابل عبور دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا[2]

میر نوروز خان کا پنجگور پر حملہ

میر عیسٰے خان گچکی کو خان میر محراب خان شہید نے پنجگور کا نائب مقرر کیا تھا۔ لیکن میر خدائیداد نے اپنے دور اقتدار میں اُسے اس عہدہ سے سبکدوش کر کے اس کی بجائے سردار میر کاجیان کو پنجگور کا نائب مقرر کر دیا۔ خان صاحب کے اس اقدام سے میر عیسٰے خان گچکی برافروختہ ہُوا۔ چونکہ ان دنوں سردار آزاد خان نوشیروانی بھی میر خدائیداد خان کی دست درازیوں سے نالاں تھا۔ اس لئے میر عیسٰے خان نے خاران آکر میر آزاد خان کو پنجگور پر حملہ اور قبضہ کرنے کی شہ دی۔

چنانچہ سردار آزاد خان نوشیروانی نے ۱۸۸۲ء میں اپنے بیٹے میر نوروز خان کو ایک مسلح اور جنگجو لشکر کے ساتھ میر عیسٰی خان گچکی کی امداد اور پنجگور کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے بھیجا۔ میر نوروز خان نے پنجگور پر اچانک حملہ کر کے قرب وجوار کی آبادیوں کو لوٹا اور کامیابی

---

[1] تذکرہ خاران ص۹۵ [2] تاریخ بلوچستان جلد دوئم صہ ۱۹۲

و نصرت کے ساتھ واپس ہوا۔ لیکن اس اثنا میں خان کے نائب میر گاجیان نے بھی لڑائی کی تیاری مکمل کر لی اور وہاں پہ ... اور دشتنگ کور کے مقام اتصال پہ جا پہنچا۔

فریقین کے مابین گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس میں خود میر گاجیان اور فیروز خان کا ... نائب جمال مارے گئے اور اس طرح سردار آزاد خان کے لشکر کا پلہ بھاری رہا اور وہ بہت سے اور مال مویشیوں کے علاوہ ایک توپ اور قصد ... ساتھ لایا۔ اس واقعہ کے بعد اس مقام کا نام "... جانے گاجیان" مشہور ہوا۔

خدا باران کی ضبطی ۔ جب خان کو میر فیروز خان کے ... اور سردار گاجیان کی موت کی اطلاع ملی تو آپے سے باہر ہو گیا اور انگریزی حکومت کو اطلاع دیئے اور اس سے مشورہ کئے بغیر جس کا وہ ایک معاہدہ کے تحت پابند تھا۔ اس نے سردار آزاد خان کی جاگیر واقع خدا باران کو ضبط کر لیا۔ سردار گاجیان چونکہ خورد سال تھا اس لئے خان نے سردار گاجیان کے بھائی میر محمد علی خان کو اس کا سرپرست اور پنجگور کا نائب مقرر کیا۔

شہزادہ میر محمود خان کا پنجگور پر حملہ

سردار آزاد خان نے خدا باران کی ضبطی کا سن کر میر نوروز خان کو پھر پنجگور پر حملہ کرنے کو تیار کیا، اس پر خان نے انگریزی حکومت سے سردار آزاد خان کیخلاف فوجی امداد طلب کی لیکن انگریزی حکومت کے نمائندے نے ان کو مشورہ دیا کہ پہلے معاملہ کی تحقیقات ہونی چاہیئے خان کو انگریزوں کا یہ مشورہ پسند نہ آیا، چنانچہ اس نے شہزادہ میر محمود خان کو تقریباً ایک ہزار فوج اور ایک توپ دے کر میر محمد علی خان کی مدد کو پنجگور بھیج دیا۔

انگریزی حکومت نے خان کی اس حرکت کو ۱۸۵۴ء کے معاہدہ مستونگ کے خلاف قرار دے کر اس پہ اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ خان نے مجبور ہو کر شہزادہ محمود خان کو واپس بلا لیا

۱۔ سنڈیمن ص ۱۱۵

اور اس طرح نوروز خان اور محمود خان کے درمیان لڑائی نہ ہو سکی۔

۵

سردار خاران کی انتقامی کارروائیاں

سردار آزاد خان بھی سراوان اور جھالاوان کے سرداروں کی طرح خان کے خلاف بدامنی پھیلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا، وہ متعدد بار خاران کی سرحد پار کر کے اس کے علاقے سے مال مویشی لوٹ لایا، چنانچہ ایک مرتبہ جب خان کا لشکر مکران گیا اور کیچ پر حملہ کر کے فتح و کامرانی سے قلات آرہا تھا تو باغبانہ کے مقام پر سردار آزاد خان نے ان پر شبخون مار کر ان کا بہت سا مال و متاع خاران لے آیا، اسی طرح دوسری مرتبہ خان کا ایک کاروان مکران جا رہا تھا جس میں خان کی والدہ بھی ہمسفر تھی، سردار آزاد خان کے لشکریوں نے کاروان کو روک کر اس سے ٹنگ وصول کیا۔

انگریزوں کی موقع پرستی چونکہ اس وقت تک سردار خاران انگریزوں کی دسترس سے بالاتر تھا اور وہ کسی بھی صورت میں انگریزوں کے قابو میں نہیں آرہا تھا، چنانچہ بلوچستان کی اس خانہ جنگی جیسے حالات سے فائدہ اٹھانے اور میر آزاد خان کی ریاست کو انگریزی استعماریت میں شامل کرنے کے لئے نہ صرف خان خدائیداد خان کو سردار خاران کے خلاف بھڑکایا، بلکہ اسلحہ وغیرہ کی صورت میں اس کی امداد بھی کی کہ وہ خاران پر بزور طاقت قبضہ کرے۔

خدائیداد خان کا سہ طرفہ حملہ خدائیداد خان جو پہلے سے ہی آتش زیر پا تھے، انگریزوں کی فراخدلانہ امداد حاصل کر کے اس کا حوصلہ اور بھی بلند ہوا، چنانچہ اس نے شاغاسی داروغہ عطا محمد کے مشورے سے دو سو نفر، پلٹن نوروا ہی، پچاس سوار رسالہ، دو ضرب توپ، ایک عبارہ اور رند ولگسی کا پرستی ایک لشکر خاران کی جانب بھیج دیا اسی طرح شاغاسی کے بھتیجے کے ساتھ جھالاوان کے

لشکروں کو واشک اور پنجگور روانہ کر دیا۔

قلعہ بلنج کا انہدام سردار خاران ان اچانک سہ طرفہ حملوں سے بے خبر تھا اور اسے یہ
بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ خان قلات انگریزوں کی مدد سے اُس پر بھرپور حملہ کریگا، لہٰذا وہ
معمول امن جیسے حالات میں بے فکر بیٹھا تھا کہ دارو غہ کے دستوں نے بلنج (موجودہ نوزنہ)
کا محاصرہ کرکے توپوں اور بندوقوں سے بے تحاشا فائرنگ شروع کردی، سردار کی اس چوکی کے
مختصر دستے نے ایک ہفتہ تک متواتر ان کا ڈٹ کر جوان مردی سے مقابلہ کیا، لیکن آخری دن
خاران کے سپاہیوں کی گولیاں وغیرہ ختم ہو گئیں اور خان کی فوج نے نہ یہ کہ انہیں گرفتار کیا
بلکہ اس نے قرب وجوار کی آبادیوں کو لوٹا اور غارت کیا۔ اس کے علاوہ یہ اس نے بلنج کے قلعہ
کو توپوں سے گرا کر منہدم کر دیا۔

اس دوران میں جب سردار آزاد خان کو بلنج کے علاوہ واشک اور پنجگور پر حملوں کی
اطلاع ہوئی تو اس کو فوری طور پر قبائلی لشکر جمع کرنے کا کوئی موقع نہ مل سکا لہٰذا اس نے اپنی تمام
فوج کو ہی واشک، پنجگور، بلنج اور خاران کے چار مقامات پر تقسیم کر دیا؛ جس کی وجہ سے مقام خاران
کی حفاظت کے لئے صرف ایک قلیل سی فوج اور اسلحہ رہ گیا دوسری طرف خان کی فوج نے آکر
خاران کاریز پر قبضہ کرکے پڑاؤ ڈال دیا۔ وہیں پر توپیں نصب کرلیں اور قلعہ کے چاروں طرف
ہموار زمین کی وجہ سے انہوں نے راتوں رات زمین کھود کر مورچے بنالئے۔

روشنی پھوٹتے ہی خان کی فوج نے گولہ باری شروع کردی۔ اگرچہ سردار آزاد خان انتہائی جرأت
مندی۔ استقلال اور بے جگری سے اُن کا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن توپ جیسے جدید اور انگریزی اسلحوں کی
کی وجہ سے وہ انہیں گولہ باری سے نہیں روک سکا۔ چنانچہ ایک جانب ان کی توپوں سے قلعہ خاران کو نقصان
پہنچ رہا تھا۔ اور دوسری جانب میر آزاد خان کو اطلاع ملی کہ خان کے ایک ہزار سپاہیوں نے وادی گگ
کے عوام پر حملہ کرکے ان کے مال مویشیوں کو لوٹ لیا ہے اور مدافعت میں فریقین کے کچھ آدمی قتل ہوئے

زخمی ہوئے ہیں اور ریگ کر پانچ سو افراد کو قید کر لیا گیا ہے۔ نیز کچھ دن بعد اسے یہ خبر بھی ملی کہ خان کی دوسری فوج نے واشک پر اچانک حملہ کر کے قلعہ واشک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور رخشتے عوام کی لوٹ مار میں مصروف ہے اور وہ پنجگور کے قلعہ پر بھی قابض ہو گئے ہیں [1] اور وہاں کے عوام پر بھی ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں۔

چنانچہ اپنے عوام پر ان مظالم سے متاثر ہو کر سردار آزاد خان نے داروغہ کے ذریعہ خان کو صلح کا پیغام بھیجا کہ بی بی ماہ ناز کے سوا وہ ہر سیاسی معاملہ پر گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیونکہ بی بی مہناز خان سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ اور اگر خان شادی پر مصر ہیں تو اسے بی بی مہناز کے عوض خاران سے ایک دوسری عورت دے دی جائیگی۔ خان نے ان شرائط کو اس صورت میں قبول کیا کہ ان پر عملدرآمد ہونے تک وہ کچھ معتبر بطور یرغمال بھیج دیں چنانچہ سردار خاران نے میلار خان نوشیروانی اور چند دیگر معتبرین کو بطور یرغمال داروغہ کے حوالے کر دیا جس کے عوض داروغہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مذکورہ اشخاص کو لیکر قلات چلا گیا۔

سردار آزاد خان ایک غیور بلوچ تھا۔ اسے اپنی ناکامی اور خارانی عوام کے اس طرح بیدردی سے قتل و غارت اور بے حرمتی کا شدید صدمہ ہوا۔ چنانچہ وہ خان قلات سے انتقام لینے کے لئے بیقرار ہو گیا اور اس غرض کے لئے وہ قبائلی لشکر جمع کرنے ہزار جفت (سیستان) چلا گیا

بلوچ خان نوشیروانی کا خاران پر قبضہ میر آزاد خان کے سیستان چلے جانے کے بعد مکران کی مشہور شخصیت میر بلوچ خان نوشیروانی کو خاران پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے علاقہ خاران کو اپنی تحویل لے کر خاران کی فوج کو اپنی زیر کمان رکھا اور کچھ دن بعد ایک مختصر لشکر کے

---

[1] تاریخ بلوچستان از ہتورام ص ۲۴۳

ساتھ سوراب کے علاقہ پر حملہ کیا اور وہاں سے کچھ مال غنیمت لیکر بخیر و خوبی واپس خاران
چونکہ ان دنوں خان قلات ۔ سراوان اور جھالاوان کے قبائلیوں کے ساتھ جنگ میں مصروف
تھا اس لئے وہ دوبارہ خاران پر حملہ نہیں کر سکا، البتہ حفظ ماتقدم کے طور پر باغبانہ (خضدار)
مقام پر چند سواروں کو متعین کر دیا، لیکن چند ماہ بعد یہ سوار بھی اٹھا لئے گئے چنانچہ میر
خان نے ۱۸۲۵ء میں جھالاوان کے قبائل کے ساتھ مل کر باغبانہ اور خضدار پر حملہ کیا۔
پر خان خدائیداد خان خود بھی مقابلہ کرنے کے لئے فوج کے ساتھ تھا۔ چنانچہ نازک مرحلہ
توپوں کی آواز کی تاب نہ لاکر مصالحت پر اُتر آیا۔ اور اس نے پانچ چھ دن کی لڑائی اور
سپاہی، گھوڑے اور اونٹ مروا کر میر بلوچ خان اور جھالاوانی قبائل سے مصالحت کر

سردار آزاد خان کی واپسی

سردار میر آزاد خان سیستان اجانے کے بعد دار
افغانستان چلا گیا وہاں محمدزئی خاندان میں شادی کی اور ان ہر دو علاقوں کے قبائل سے
افراد کی امداد کا مطالبہ کیا، لیکن اسے ان سے مناسب لشکر نہیں مل سکا، لہٰذا کچھ عرصہ
وہ واپس خاران آگیا۔ اور میر بلوچ خان سے قبضہء خاران لے کر سراوان کے
قبائل کے پاس جاکر کہا کہ مجھے کون اپنا بھائی بناتا ہے، جس پر میر عبدالقادر شاہوانی
نے جواب دیا کہ میں تمہیں اپنا بھائی بناتا ہوں، تب اس نے سردار شاہوانی سے کہا کہ وہ خان
سے اس کی معززانہ مصالحت کرائے۔ چنانچہ وہ اُسے خان کے پاس لے گیا، لیکن
منہاز کے مشلہ نے انہیں رضامند نہیں ہونے دیا اور سردار خاران واپس اپنے وطن چلے

سردار محمد خان شاہوانی کے نام خط

مندرجہ بالا واقعہ کے بعد سے سردار خاران

لے تاریخ بلوچستان از ہتو رام ص۔ ۲ گزٹیئر خاران ص۔ ۳ تاریخ بلوچستان ہتو رام ص۔ ۲۱۹

اور سردار شاہوانی ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر یک جان دو قالب ہو گئے تھے۔ لہٰذا عبدالقادر کی وفات کے بعد اس نے اس کے لڑکے سردار محمد خان شاہوانی کے ساتھ اسی طرح کا رابطہ رکھا، چنانچہ جب مسٹر رابرٹ سنڈیمن براہوئی سرداروں اور خان کے درمیان ثالث بن کر مصالحت کرنے قلات آیا تو اس دوران میں مورخہ ۱۲ رمئی ۱۸۷۶ء کو سردار آزاد خان نوشیروانی نے سردار محمد خان شاہوانی کو تحریر کیا کہ اب جب کہ سرداران براہوئی اور خان کی مصالحت کے لئے مسٹر سنڈیمن آ رہا ہے تو اس موقعہ پر مجھے بھی طلب کیا جائے تاکہ میں بھی اپنے تنازعات پیش کر کے سرداروں کی موجودگی سے انصاف حاصل کر سکوں۔ سردار خاران کے اس خط کو سنڈیمن کو پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ سردار آزاد خان کا مقدمہ سراوان اور جھالاوان سے بالکل علیحدہ ہے، اس لئے وہ اپنا کام ملتوی کرے۔ اس کی مصالحت کے لئے بھی کوشش کی جائیگی [1]

اور انگریز ثالث بنا

خان خدائیداد خان اور سردار آزاد خان کی مسلسل باہمی چپقلشوں سے استفادہ کرنے کی غرض سے انگریزوں نے موقع غنیمت سمجھ کر ان کے درمیان مصالحت کرانے کا فیصلہ کیا تاکہ اس طرح وہ مقبولیت اور شہرت حاصل کر کے خاران کو اپنے قابو میں رکھ سکیں۔ چنانچہ $\frac{1869}{1869}$ء میں حکومت انڈیا نے کپتان ہیریلسن کو ثالث بنایا جو ناکام ہوا۔ ۱۸۷۶ء میں ایک دوسرے انگریز نے داخل دیا مگر اسے بھی چنداں کامیابی نہیں ہوئی اور ۱۸۸۲ء میں سر رابرٹ سنڈیمن کو خان قلات اور سردار خاران کے درمیان مصالحت کے لئے بھیج دیا۔ سنڈیمن بہت چالاک، ہوشیار اور معاملہ فہم شخص تھا، وہ خان صاحب کے وکیل کے علاوہ سراوان اور جھالاوان کے چیدہ چیدہ اور بااثر سرداروں کو بطور میڈمبر کر د) سردار

---

[1] تاریخ بلوچستان ص ۵۴۳
[2] تاریخ بلوچستان جلد اول ص ۳ اور تذکرہ خاران ص ۹

آزاد خان کے گھر (خاران)[1] لایا۔ اور یہاں پر آزاد خان کو رضامند کر کے پنجگور لے گیا۔ جہاں پہنچ کر
گئی۔ سردار خاران اور خانِ قلات کے مابین تمام متنازعہ امور کا تصفیہ کرایا۔ اس طرح سردار
گاجیان کے قتل کے قضیے کا فیصلہ بھی کر دیا۔ لیکن خود دار سردار میر آزاد خان نوشیروانی بذات خود
قلات کے پاس نہیں گیا بلکہ اپنے بیٹے میر نوروز خان کو سنڈیمن کے ہمراہ کیا۔ جس نے جا کر خان
خان قلات کو تصفیہ کی تفصیلات بتائیں اور مصالحت کی۔

خاران میں کرسمس کی تقریب

اسی دورہ کے دوران انگریزوں کا بڑا دن (کرسمس ہالیڈے) تھا۔ لہٰذا سنڈیمن نے بھی اس دن چھٹی کی اور خاران میں اپنا بڑا دن منایا۔ اس تقریب پر اس نے سردار خاران اور متعلقہ میر و معتبرین کی ضیافت کی اور محفل ساز و سرود سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اس موقع پر سنڈیمن کی ٹیم کے ایک رکن منشی چوکھانند نے جو نظم کہی تھی، اس میں ٹیم میں شامل افراد کے نام اور خاران کی حالت اور احوال کے بارے میں بعض معلومات بھی ہیں، لہٰذا قارئین کے استفادہ کے لئے مذکورہ نظم ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مبارک باد انا فضلِ یزدانی — بہ سر رابرٹ اہلِ حکمت دانی
کہ امروز است روز عید عیسیٰ — ز ہر سو صد مبارک را بیانی
ہمہ اصحاب لشکر را مبارک — کہ نور از ظلمت و خورسندی نشانی

۱؎ ہتورام لکھتا ہے کہ یہ پہلا یورپین افسر تھا، جس نے خاران اور پنجگور میں جا کر سرکار انگریزی کا نشان قائم کیا۔ اور اس طرح سنڈیمن نے جنوب بلوچستان میں بھی امن قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی اور رعایا اس کے اس عمل سے نہایت خوش ہوئے (تاریخ بلوچستان از ہتورام)

۲؎ تاریخ بلوچستان از ہتورام ص ۵۱۱ ، ص ۵۱۵

مبارک باد این جشن ما را | کہ از فیض تو دارد شادمانی
بہ ہر سو جشنت آوازہ کردہ | ز نغمت این ہمہ با آسمانی
شدہ آوازۂ لطفت بہ عالم | بغیر از رام کہ دی داستانی
وزیر خاص تو حب الٰہی ست | کہ شیرت ببر ہیرانہ توم رسانی
با تمام شد بہ تدبیرت کلک آئین | بہ سوز کاغذ آید در روانی
بہ نظم ملک داری آن تجمر | کہ ماچہ از تو آموزد معانی
چنان عدل تو عالم کرد معمور | کہ پلنگے درت را پاسبانی
ز فیض مقدرت شد ملک خاران | خلع با خلاع گلستانی
ز تاب ماہ تو ما ضرگشت نوروز | بجا آورد رسم میزبانی
پسر آزاد شب بہ رنگ پایت | سغرز زید ترا ز حکمرانی
تمہول رتبہ دعائے خیر بیکس | کہ مانی تا ابد در دار فانی
مبارک این غزل را بحر طبعم | کہ در گیتی بماند جاودانی
پے تاریخ و سن چون فکر کردم | صدا ہاتف ز غیبم دار فنی
سی و ہژدہ صد و بیست و دو بود | نہ از دیگر ز بیکے سن بیانی
د مہر بود بیت و ہم تاریخ | کہ سر شد خطرہ و نوشیروانی

ط بزبان سنسکرت۔ چترورام ت ببر یعنی شیر اور عربی میں شیر کو اسد کہتے ہیں ۔ یعنی سردار اسد اللہ خان رئیسانی ث خدا ث ماچہ یعنی زیرک جو سنڈیمن کا ذاتی معاون اور ساتھ تھا۔ ش کہتے ہیں کہ تین سال قبل سے خاراں میں بارش نہیں ہوئی تھی اور اس جشن کے آمد پہ بارش ہوئی ش سردار آزاد خان کا بیٹا نوروز خان جو سنڈیمن کے استقبال کے لئے یک منزل گیا تھا ش سردار میر آزاد خان نوشیروانی

سردار آزاد خان کا نیا دور

سنڈیمن کے اس دورہ کے وقت تک سردار آزاد خان، ریاست قلات کی برا
کنفیڈریسی میں شامل تھا اور براہوئی دربار میں اس کی جائے نشست درم
تھی، اس کے علاوہ اسے افغانستان کی جانب سے چھ ہزار روپیہ سالانہ ملا کرتا
طرح وہ ایران سے بھی کچھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔
لیکن سنڈیمن نے خاران کو سرحدی اور تجارتی اہمیتوں کے پیش نظر ا
لئے سردار خاران کو کرنہ طلب کیا، جہاں میر آزاد خان کو آزادی کا یقین دلایا گیا
حکومت برطانیہ سے اپنی رقم رجو افغانستان سے ملتی تھی) وصول کرنے پر آمادہ کرلیا
یہ بھی اختیارات دے دئیے گئے کہ وہ آئندہ خان قلات یا اس کے اہلکاروں کی بجائے برا
پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ساتھ رابطہ قائم کیا کرے، چنانچہ اس نے ایران اور افغانستا
قطع تعلق کر کے حکومت برطانیہ کی ماتحتی قبول کی اور اس طرح اپنی ریاست کو آزاد
بنانے کے لئے حسب ذیل نیابت ہا (تحصیل) تشکیل دیں اور ان میں نائب، وکیل اور
مقرر کئے

نیابت	نائب	وکیل	اعزازی نائب	گزیر
۱۔ سرآران	ایک	ایک	ایک	-
۲۔ شمشان، سلام بیگ	ایک	-	ایک	-
۳۔ گرش	ایک	-	-	-
۴۔ حرماگئے	ایک	ایک	-	-
۵۔ ماشکیل (دو گوار)	تین	ایک	-	-

۶۔ داشک، پلنتاک	دو	ایک	ایک	دو
۷۔ رخشان بے بیزنزیک	دو	۔	۔	۔

افغان باؤنڈری کمیشن کی امداد اور اس کا صلہ

اُس نے ۱۸۸۴ء میں سرکار برطانیہ کی درخواست پر افغان باؤنڈری کمیشن کے لئے ڈھائی سو جاز شتر مہیا کئے اونٹ سوار، جن میں سے ایک سوارنٹ اپنے قبائل سے جمع کئے اگرچہ اس نے انگریزی حکومت کے حکم کے باوجود اونٹوں کے کرایہ کی وصول سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی حکومت ہند نے ۱۷ مئی ۱۸۸۴ء کو اُسے شاہی دربار کوئٹہ میں مدعو کیا اور اس خاص تقریب میں اُسے اس امداد کے عوض خلعت عطا کیا اور خاران کی تجارتی شاہراہوں کی حفاظت اور اپنے علاقہ میں امن و امان کے انتظام کے لئے اس کے چھ ہزار روپے سالانہ کے الاؤنس میں توسیع کر دی گئی۔ اسی طرح مبلغ بارہ سو روپے سالانہ پر اس کے بیٹے کو بطور رسالدار مقرر کیا گیا، دو سو چالیس روپے سالانہ کے حساب سے بیس سواروں کی تنخواہ بھی اسی میں شامل تھی۔

روس افغان حد بندی میں
سردار آزاد خان کی خدمات

جب ۱۸۸۵ء میں روسی افواج نے پنجدیہ افغانستان، ضلع ہرات پر حملہ کر کے امیر کابل کی فوج سے مقابلہ کیا تو امیر کابل کی درخواست پر حکومت برطانیہ نے روس اور افغانستان کی حد بندی کے لئے ایک کمیشن بھیجا۔

یہ کمیشن جو تقریباً چار ہزار افراد اور دو ہزار فوج پر مشتمل تھا۔ خاران کے راستے ماں و دبار حصہ افغانستان بھیجا گیا۔ گلہ چاہ (خاران) کے مقام پر سردار آزاد خان نے اس

کیشن کے لئے نہ صرف پانی کے متعدد کنویں احداث کئے بلکہ اس مقام پر اس نے
تمام پیادگان کے لئے جہاز شتران (سواری کے تیز اونٹ) بھی بہم پہنچائے
لوت کو۔ جس کا طول جلیہ سند تک پچاس میل ہے۔ انہی شتران کی بدولت پار کیا گیا۔
اور تعاون کے سلسلے میں سرکار انگریزی نے سردار آزاد خان کو خلعت اور انعام

سردار آزاد خان کے عمّال[1] کی تفصیل

شاغاسی (وزیر اعظم)

سردار کے ذاتی عمال میں شاغاسی کی اہمیت اور عزت
تھی۔ شاغاسی بیک وقت سردار کا معاون خصوصی اور قبائلی امور کا مشیر تھا۔ یہ واحد شخص
سردار کے دربار میں مسلح ہو کر آتا تھا۔ سردار اپنے تمام فرمان اور ہدایات اسی شخصیت
سے جاری کرتا تھا۔ چونکہ شاغاسی امن و امان۔ نظم وضبط اور مالیہ (غیرہ کی وصولی
بھی تھا۔ اس لئے سردار کی عدم موجودگی میں وہ تمام اختیارات کے استعمال کا مجاز تھا۔

نائب

نیابتوں میں متعین نائب، زمین کی کاشت کے متعلق تمام معاملات کے
تھے، اس کے علاوہ وہ مالیہ کی وصولی اور نظم وضبط کی نگرانی کے فرائض بھی انجام دیتے
ان کی تمام خط وکتابت براہ راست سردار سے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے جا
سے ہوتی تھی۔ نیابت سے متعلق تمام سنگین معاملات اور پیچیدہ مقدمات کو سردار کے
کرتے تھے البتہ دیگر معمولی اور چھوٹے چھوٹے معاملات کو نائب خود ہی نپٹاتے تھے اور اگر
نائبوں کے فیصلوں سے مطمئن نہیں ہوتے تھے تو وہ نائبوں کے فیصلے کے خلاف سردار کے

لہ تاریخ بلوچستان ہتورام ص ۶۱۲

اپیل کرنے کا حق رکھتے تھے۔

وکیل ۔ نائبوں کے ساتھ جو معاون مقرر کئے گئے تھے۔ انہیں وکیل جاتا تھا۔ وکیل نائبوں کے فرائض کی ادائیگی میں ان کی مدد کرتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے فرائض ادا کرتے تھے۔ وکیل اور نائب دونوں مستقل ملازم تھے، جنہیں جنس کی صورت میں مشاہرہ دیا جاتا۔ جو پندرہ من وزن خاران (یعنی پچاس سیر) جنس اور پندرہ گز کپڑا بحساب فی نفر سالانہ مقرر تھا۔ بعض اوقات ان اس کے کچھ حصے کے عوض انہیں کھجوریں بھی دی جاتی تھیں۔

اعزازی نائب اعزازی نائب صرف شنشان، سلام بیگ اور واشک کی نیابتوں میں مقرر تھے۔ واشک میں متعین اعزازی نائب وہاں کے لوگوں سے چرائی ٹیکس وصول کرتا۔ جس کو مال شماری اور وصولی کے عوض شدہ رقم (جنس) کا دسواں حصہ دیا جاتا۔ شنشان کا اعزازی نائب وہاں سے برآمدی اونٹوں کی فروخت پر ٹیکس (رسنگ) اور دیگر ٹیکسوں کی وصولی کی نگرانی کرتا تھا۔ اسے عام طور پر خلعت دیا جاتا۔ یعنی اس کا کوئی خاص الاؤنس مقرر نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جب سردار کو کسی مسافرت یا دیگر امور کے لئے اونٹوں کی ضرورت ہوتی تو یہی نائب سردار کے لئے ناخ بانوں کی جمع آوری اور پہنچانے کا ذمہ دار تھا۔

فوج سردار آزاد خان، انگریزوں کی آمد سے قبل بالکل خود مختار تھا، اگرچہ وہ نصیر خان اعظم کی گزشتہ وفاداری کی بناء پر خانِ قلات کو مدد دیا کرتا تھا، لیکن اس پر کوئی تعدادِ لشکر مقرر نہیں تھا۔ اس نے ریاست خاران کے دفاع کے لئے جو فوج (لشکر) مقرر کی تھی۔ اس کی تعداد

۱۔ خاران گزیٹیر ۱۲۹

کے متعلق کوئی شخص صحیح اعداد و شمار نہیں بتا سکتا۔ البتہ ۱۸۳۸ء میں انگریزی مشن کا جو ایک اہلکار حاجی عبدالنبی خاران آیا تھا، وہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ سردار آزاد خان کے پاس اس وقت ساٹھ تنخواہ دار شہسوار تھے، ان سپاہیوں کے تمام گھوڑے سردار کے اپنے تھے۔ اور اس کے بعد سردار آزاد خان نے ان کی تعداد دو سو باقاعدہ انفنٹری اور ایک سو گھڑ سوار کر دی، اس کے علاوہ چار توپیں بھی موجود تھیں۔ گھڑ سواروں کے پاس تلواریں، ڈھالیں اور پستول ہوتے تھے، ان کو وردیاں بھی دی گئی تھیں، جن میں سرخ پگڑیاں شامل تھیں۔ انفنٹری کے چالیس افراد رائفلوں سے مسلح تھے۔ بیس مسلح جوان سردار کے ذاتی محافظ تھے اور باقی ماندہ ایک سو چالیس سپاہی دیسی بندوقوں سے مسلح ہوتے تھے جن بندوقوں میں ؟ سے مسلح ہوتے تھے۔ ان بندوقوں میں مختلف اقسام شامل تھیں۔

لیکن ہتورام تاریخ بلوچستان (ص۳۱۰) میں لکھتا ہے کہ خاران کے قبائل کی اسلحہ بند نفری کی تعداد چھ ہزار تھی۔ جبکہ سر رابرٹ سنڈیمن لکھتا ہے کہ اس کی فوج ایک سو گھڑ سوار اور دو سو پیدل دستوں پر مشتمل تھی اور ہنگامی حالات میں وہ اپنے قبائل سے آٹھ ہزار مسلح جوان جمع کر سکتا تھا

اسلحہ

سردار آزاد خان کا لشکر عموماً مقامی (توپیدار) بندوقوں اور تلواروں سے مسلح ہوتا تھا خاص حالات میں انہیں "سیاہ بست" اور رائفلیں بھی مہیا کی جاتی تھیں۔ افغانستان کی دوسری جنگ کے موقع پر جو بندوقیں حاصل ہوئی تھیں وہ بہت ہی کارآمد ثابت ہوئیں جو فوج کے بعض سپاہیوں کو دے دی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ قلعہ خاران میں چار توپیں بھی موجود تھیں

ان بنادیق اور اسلحہ جات کی مرمت مقامی اسلحہ اور بارود تیار کرنے کے لئے ریاست کے مرکزی مقام پر ایک کارخانہ قائم کیا گیا تھا، جس میں فوج کے سپاہیوں کو تربیت بھی دی جاتی تھی۔

۱۔ گزیٹیر خاران ص۱۰۱

سردار آزاد خان کی مقرر کردہ اُجرتیں

خاران کے معظم اور خانہ بدوش قبائل میں اجرتوں کا کوئی توازن متعین نہیں تھا۔ چنانچہ سردار آزاد خان نے جہاں دیگر قبائل اور کو منظم کیا، وہاں اس نے مختلف اُجرتوں اور قیمتوں کا بھی تعین کیا،

سپاہی عسکری سپاہی یا گھریلو ملازم کو ان کے فرائض کی انجام دہی کے عوض نقد رقم کی بجائے کپڑے اور جنس (گندم۔ کھجور) کی صورت میں اجرت دی جاتی تھی، ایسے افراد کے ماہانہ اُجرت کی مالیت پانچ روپے کے برابر ہوتی تھی، اور اگر ایسے اشخاص کو پہاڑی علاقوں میں اپنے فرائض ادا کرنے ہوتے تو انہیں سردار گھوڑے بھی مہیا کرتا تھا۔

مذہبی پیشوا افغانستان سے جو علماء درآمد کیے گئے تھے، انہیں اسلامی تبلیغ کرنے۔ دیہاتی بچوں کو پڑھانے اور دیگر مذہبی خدمات کے بدلے قرب و جوار کے گھروں سے دو وقت کا کھانا مفت دیا جاتا اور زکوٰۃ کے علاوہ عید۔ شادی اور دیگر تہواروں پر ملا کو کپڑے اور دیگر تحائف دیے جاتے۔

لوہار ترکھان زرعی آلات کی تیاری اور مرمت کرنے نیز بچوں کے ختنے کرنے کی اُجرت کے لوہار اور ترکھان کو فصلات کی پیداوار سے حسب ذیل حصہ دیا جاتا تھا۔

بارانی یا سیلابہ اراضیات کی پیداوار سے

(ا) ایک بنڈل فصل، بحساب فی ہل

(ب)۔ پانچ من صاف شدہ جنس، بحساب ایک سو من

سیلابہ آبپاشی اراضیات سے

(ا)۔ فی ہل = ایک بنڈل فصل

(ب) ، ایک سو من جنس پر ایک من جنس

یہ اُجرت لوہار اور ترکھان کو ایک ساتھ دی جاتی تھی ، جسے یہ خود مساوی طور

پر آپس میں تقسیم کر لیتے ۔

چرواہے ــــ بھیڑ بکریوں کے چرواہے کو خوراک کے علاوہ ہر دس بھیڑ یا بکری پر سالانہ دو چوتھ

کپڑے ایک لیلا دیا جاتا تھا۔ جبکہ ساربان کو ہر چالیس اونٹنیوں کی چرائی پر سالانہ چار

چھ روپے کی مالیت کا جنس اور ایک دو سالہ اونٹ دیا جاتا تھا۔

مزارع

ــــ (ا) ، اگر مزارع (سیلابہ اراضیات کی کاشت کے لئے) صرف مزدوری کا کام کرے

اور آلات کشاورزی ، بیلوں ، تخم اور زمین زمیندار کا ہو تو بزگر کو $\frac{1}{5}$ یا $\frac{1}{4}$ حصہ دیا جاتا تھا۔

(ب) ، اگر کاشتکار مزدور کے علاوہ بیل بھی مہیا کرتا تو اسے $\frac{1}{3}$ حصہ دیا جاتا تھا۔

(ج) ، کاشتکار اگر بیل ، مزدور اور تخم (زیج) بھی فراہم کرتا تو وہ مالک زمین کو پیداوار

کا $\frac{1}{2}$ یا $\frac{1}{3}$ حصہ دیتا تھا۔

(د) ، اگر کوئی مزارع کسی بنجر اراضی کو قابل کاشت بناتا تو وہ اس زمین پر قبضہ کے حقوق

رکھتا اور ایسی زمین کی پیداوار کا $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{4}$ تک مالک کو دیتا۔

(ہ) ، بیا ہ آبہ اراضیات کی صورت میں مزارع اگر صرف مزدور مہیا کرتا تو اجناس سے $\frac{1}{3}$

اور باغات اور کھجوروں یا سبزات کی پیداوار کا $\frac{1}{3}$ سے $\frac{1}{5}$ وصول کرنے کا حق رکھتا تھا

(ز) ، گواش سراوان اور جھالاوان میں واقع سردار کی جاگیر سے مزارع کو $\frac{1}{10}$ مالیہ ادا

کرنے کے علاوہ بٹایا پیداوار سے $\frac{1}{6}$ کی شرح بھی ادا کرنی پڑتی تھی

کرائے

ــــ نقل و حمل کے لئے اونٹ واحد ذریعہ تھا ، جس کا کرایہ حسب ذیل مقرر کیا گیا تھا۔

فاصلہ	(کرایہ بحساب فی بار ۳ یا ۴ من)		
خاران تا نوشکی	۳/- روپے	خاران تا ماشکیل	۹ تا ۱۲ روپے
" " دالبندین	۳/- یا ۴/- روپے	خاران تا چاغی	۴ روپے
" " نال	۳/- یا ۳½ روپے	خاران تا گرمسیل	۸/- "
خاران تا واشک	۲ روپے	خاران تا ملمند	۱۲ تا ۱۵ "
خاران تا پنجگور	۸ سے ۱۰/- روپے		

آٹے کی پسائی کی اُجرت کے لئے ۱/۴ حصہ لیا جاتا تھا

نرخ سردار آزاد خان نے انسانی خوراک گندم۔ جو۔ جواری اور کھجوروں کی حسب ذیل نرخ بندی کی تھی

۱۔ گندم اور کھجور — ۵ من خارانی (۴½ ۱۶ سیر) = فی روپیہ

۲۔ جواری — ۷ من خارانی (۴¾ ۲۲ سیر) = "

۳۔ دیسی گھی — پونے دو سیر = "

۴۔ اون — فی ہمند = چار آنہ

سردار آزاد خان کے اصلاحی اور ترقیاتی کام

آب پاشی کی سکیم وطن کی زرعی پیداوار بڑھانے خصوصاً گندم کی کاشت کو فروغ دینے کے لئے سردار میر آزاد خان نے بم بند سے زور آباد تک امداد باہمی (رضاکار) کے ذریعے ایک نہر کھدوائی۔ جس سے ایک علاقہ کا ایک وسیع رقبہ سیراب ہونے لگا۔ بعد میں جب بارش یا سیلاب کا پانی آ

شکست وریخت کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ۔ اسی مقام پر آجکل بڈرو دیر اسی فائدہ کے تحت سائنسی اور جدید طور پر قائم ہے اور نہر آجکل چینل کی شکل میں ہے ۔ زمینوں کی سیرابی الاکثر میں خود حصہ لیتا، اور کاشتکاروں (غلاموں) کے ذریعے تخم ریزی کراتا ۔ آبپاشی کے معاملات میں آزاد خان ایک قدرتی اور فطری بھی تھا ۔ اس کے ذاتی ڈائری سے پتہ چلا ہے کہ خاران کی موجودہ کاریز کے علاوہ دور و نزدیک پانی کا کوئی سراغ نہیں ملے گا ۔ چنانچہ مرحوم امیر محمد حبیب اللہ خان نے ایک ایک انچ پر بھی پانی کی تلاش کی ہے ۔ لیکن کوئی سراغ نہ ملا یہاں تک کہ موجودہ حکومت نے بورنگ کے ذریعہ پانی کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے لیکن ناکامی ہوئی ہے ۔

اونٹوں کی افزائش ____ وہ اونٹوں کی افزائش کے لئے خصوصی دربار منعقد کرکے اچھے اور تندرست حال اونٹوں کے مالکوں کو مناسب امداد اور انعام دیتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ۔ اس کے برعکس کمزور اور لاغر اونٹ پالنے والوں کو جرمانے کرتا تھا ۔ اس کے ان اقدامات سے وطن میں بہترین اونٹوں کی نسل کشی اور افزائش کا شوق روز افزوں ہو گیا تھا

اسلحہ سازی کا کارخانہ ____ سردار آزاد خان نے ریاست کی ضروریات کے پیش نظر پنجاب سے ایک اسلحہ ساز کی خدمات حاصل کیں اور خاران قلعہ سے ملحق اسلحہ سازی کی ایک فیکٹری قائم کی ۔ جس میں نہ صرف مقامی بندوقیں اور بارود وغیرہ تیار کیا جاتا، بلکہ یہاں پر مقامی لوگوں (سپاہیوں) کو اسلحہ سازی اور بارود بنانے کی عملی تربیت بھی دیجاتی تھی ۔

قحط سالی کے دوران عوام کو قرضہ کی سہولت ____ خاران میں اکثر خشک سالی اور قحط کے سانحے رونما ہوتے رہتے تھے ۔ لہٰذا ان حالات میں جب یہاں کے عوام بھوک سے مجبور ہو کر بلیند یا

سندھ کی سرزمین پر جانے کی سوچتے تو ایسی صورت میں میر آزاد خان انہیں اپنے سرکاری گودام سے گندم وغیرہ بطور قرض دے دیتا۔ اور سال آباد ہونے پر فصلات کی پیداوار سے اپنا پیٹ قرضہ وصول کر لیتا ہے۔

سردار میر آزاد خان کے آخری ایام

سردار آزاد خان جب کافی ضعیف العمر ہو چکا تو اس نے اپنی جائیداد اپنے بیٹوں میں تقسیم کر کے میر نوروز خان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ لیکن میر عظیم خان نے نصف جائیداد اور سرداری کے منصب کا مطالبہ کیا جسے میر آزاد خان نے مسترد کر دیا۔ چنانچہ میر عظیم خان کی بغاوت اور شر انگیزیوں سے کہن سال سردار کے آخری ایام تلخ گذرے۔ ۱۸۸۳ء میں آزاد خان نے شاہی جرگے کی صورت میں بلوچستان کے (بلوچی علاقوں کے سرداروں) سرداران کو بلا کر اپنی جائیداد اپنے تین بیٹوں میں برابر تقسیم کر دی اور میر نواز خان کو سرداری کے منصب پر بٹھا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

(۱) سردار آزاد خان سنڈیمن کی نظر میں

سردار آزاد خان کو قریب سے دیکھنے کے بعد سر رابرٹ سنڈیمن اپنے تاثرات یوں بیان کرتا ہے۔

۹۰ سال کی لمبی عمر کے باوجود آزاد خان اپنی ذہنی صلاحیتوں کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کی نظر اور اس کا حافظہ قابل رشک حد تک درست ہے۔ اس کی جسمانی صحت و طاقت حیرت افزا ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ یہ تنومند کہن سال عالم جوانی میں انتہائی حسین، غیر معمولی خدوخال اور جسمانی طور پر کافی تندرست شخص ہو گا۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کی جسمانی طاقت کے بارے میں حیرت کہانیاں مشہور رہیں، وہ دیوتاؤں کے زمانے کے کسی ہیرو سے مماثلت و مناسبت رکھتا ہے۔ اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی کمر جھکی ہوئی ہے اور وہ اپنی گھوڑی پہ زین ڈالنے

کے قابل نہیں ۔ لیکن جب وہ گھوڑی پر بیٹھتا ہے تو نوجوانوں سے زیادہ طاقتور معلوم ہوتا
آزاد خان مضبوط ارادے کا مالک ہے ۔ اگرچہ وہ غلطی کو ٹھکرانے والا ہے لیکن
دیتے وقت اس سخت گیر کوئی شخص نہیں۔ انعام دیتے وقت وہ دل کھول کر خندہ پیشانی
سخاوت کرتا ہے ۔ اپنے وعدے کا پکا ہے اور اپنی غلطی پر مخلصانہ طور پر غور و خوض کرتا
مستقل طور پر ایک منصف مزاج اور رحمدل شخصیت ہے ۔ اسے اپنی رعایا کا بہت خیال
رہتا ۔ اس لیے اس نے اپنے عوام کو کبھی تنگ نہیں کیا اور نہ ان پر زائد ٹیکس لگائے وہ ایک
بہترین منتظم ہے اور قحط سالیوں کے دوران اپنے گودام سے عوام کو راشن دیا کرتا
وہ اپنی شہرت ۔ ثابت قدمی اور دیانتداری کے باعث بلوچستان میں یادگار شخ ہے ۔"

ب) **سردار آزاد خان کی صحیح تصویر** سردار میر آزاد خان نوشیروانی شخصیت سے
متعلق اس وقت کے ایک انگریز نے یوں خاکہ کشی کی ہے ۔

" سردار میر آزاد خان نوشیروانی ۔ ایک چھوٹے مگر طاقتور قبیلہ رخشانی کا وراثتی سردار
نوشکے اور ایرانی سرحد کے درمیان ایک ناقابل گذر ریگستان میں سکونت پذیر تھا ۔ اس مخبر
علاقہ سے ۔ جو دو طرف سے ناقابل گذر ریگستانوں اور دوسرف سے اونچے اونچے پہاڑوں
کی پناہ میں ہے ۔ آزاد خان اور اس کے آدمی تیز رفتار اونٹوں پر چڑھ کر قلات یا فارس کے
علاقوں پر ، جیسا کہ موقع ہوتا ، تاخت کیا کرتے تھے ۔ اور جیسا کہ خاران درہ مولہ سے آنے
کا رہے اور ایران و افغانستان کے کاروانوں کے راستے پر واقع ہے ۔ اس لئے وہ ان
کاروانوں سے حسب منشا ٹیکس وصول کر سکتا تھا ۔ نصف صدی تک آزاد خان کو اس سرحد
پر ایک بہت بڑا خطرہ خیال کیا جاتا تھا ۔

سردار آزاد خان انیسویں صدی کے شروع ہونے سے قبل پیدا ہوا ۔ ۱۸۳۹ ء کی افغانستان
کی لڑائی اور قلات کی انقلابی تحریک (خان نصیر خان دوم کے عہد میں) میں جو قلات کی فتح

کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ حکومت برطانیہ کے خلاف اس نے نمایاں حصہ لیا۔ وہ پنجگور میں ایک جاگیر کا مالک تھا۔ اور نصیر خان دوم نے اس کی بیٹی سے شادی کی تھی مگر بعد ازاں کسی جھگڑے کی وجہ سے اس کی جاگیر ضبط کرلی گئی۔ اس دن سے وہ خان اور اس کے جانشینوں کا شدید مخالف بنا۔ اس کے علاوہ حسب موقعہ یا سہولت کے پیش نظر وہ فارس اور افغانستان کی بھی اطاعت قبول کرتا رہا۔

۱۸۵۶ء میں فارس کی لڑائی میں وہ فارسیوں کے ساتھ جاملا۔ بلوچستان کی [1] ۱۸۷۱ء کی بغاوت میں اس نے سراوان کے سرداروں کا ساتھ دیا۔ ۱۸۷۶ء میں اس نے فارس کی سرحدات پر حملے کئے۔ ۱۸۸۰ء میں اس نے سردار ایوب خان کی امداد کو اپنا ایک قبائلی دستہ بھیجا جس نے میوند کی لڑائی میں حصہ لیا۔ ۱۸۸۳ء میں اس کے بیٹے نوروز خان کی سرکردگی میں اس کے ایک قبائلی لشکر نے پنجگور پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں سردار گاجیان پگل کام آیا۔ خان قلات اور اس کے کردار کے شاکی تھے۔ انگریزی حکومت اس سے متنفر تھی"

(ج) سردار آزاد خان کے متعلق بلوچی کہاوتیں

آزاد خان کی طاقتِ جسمانی کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک جماز یعنی سانڈھنی پر سوار ہو کر سفر کر رہا تھا کہ اتفاقاً مہار سانڈھنی کی ناک سے نکل گئی۔ سردار نے سواری سے اترے بغیر مہار اس کی ناک میں باندھنے کی کوشش کی اور اونٹنی کی گردن کو پکڑ کر اس کے دونوں کان اپنے ہاتھوں میں قابو کر لئے۔ سواری بھی زور آور تھی۔ وہ اپنے کانوں کو چھڑانے کے لئے سر کو کھینچتی رہی لیکن اپنے کانوں کو آزاد خان کی گرفت سے نہیں نکال سکی۔ آخر الامر اس کشمکش میں سانڈھنی کے دونوں کان سر سے اکھڑ کر آزاد خان کے ہاتھوں میں رہ گئے۔

---

[1] تاریخ بلوچستان ہتورام ص ۵۷۹

اس کے علاوہ میر آزاد خان کے متعلق یہ بھی زبان زد عام ہے کہ وہ گینڈے کے
کو ہاتھ سے توڑ دیتا اور روپیہ کے حروف کو انگوٹھے کی رگڑ سے مٹا دیتا تو آزاد خان کے
ادنیٰ کام تھا

آزاد خان کے ساتھ چائے کی مذاق سردار میر آزاد خان گو ایک مشہور اور نامور سردار تھا
بسا اوقات انگریزوں کی محفلوں میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ لیکن کسی کو اس کے ساتھ مذاق کرنے کی
جرأت نہیں ہوتی تھی۔ چونکہ انگریز بھی اس کی عادت اور مزاج سے واقفیت رکھتے تھے اس لئے
انہوں نے اُسے چائے جیسی نئی چیز بھی پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اس کے مقابلے میں نوروز
خان ایک ترقی پسند جوان تھا۔ اس نے صرف اپنے لئے میز کرسیاں بنائیں بلکہ چائے پینے کا شغل
بھی شروع کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ اس نے علاقہ کے معتبرین کی ایک محفل میں اپنے ضعیف العمر والد
میر آزاد خان کو گرم چائے کی پیالی پیش کی، میر آزاد خان نے گرم چائے کو حرام سمجھ کر نہ صرف پیالی
کو پھینک دیا اور خود محفل سے اٹھ کر چلا گیا بلکہ اس واقعہ کے بعد عرصہ تک نوروز خان سے بات چیت
تک نہیں کی

ننگ و حیا کی پاسداری ۔ آزاد خان کی غیرت اور حیا کے بارے میں متعدد روایتیں مشہور
ہیں ۔ مثلاً

محمد نامی ایک شخص اس کا چہیتا نائب تھا جس پر اسے مکمل اعتماد اور بھروسہ تھا۔
حتیٰ کہ اکثر سیاسی معاملوں میں وہ اپنے اس نائب سے صلاح و مشورت بھی کر لیا کرتا۔ اس
کے علاوہ وہ محمد کے خلاف کسی کی شکایت پر کان نہیں دھرتا تھا۔ لیکن جب اسی شخص کو ایک
عورت کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا گیا تو اُسے فوراً قتل کر دیا۔
جس طرح وہ اپنے عوام کو بداخلاقی اور بدکرداری سے باز رہنے کی تلقین کرتا تھا۔

اسی طرح وہ خود بھی پرہیزگار تھا کہتے ہیں کہ سردار آزاد خان کے استنجا کا ایک مخصوص لوٹا تھا اور تمام زیست وہ اسی ایک لوٹے کو استعمال کرتا رہا۔ گویا اس کے نزدیک لوٹے کی تبدیلی بھی اس کے احساس حیا کے منافی فعل تھا

ایک اور روایت ہے کہ ایک دن وہ رفع حاجت کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک عورت کو ندی میں غسل کرتے دیکھا۔ چنانچہ وہ اُلٹے پاؤں واپس آیا اور اپنی آنکھوں کو سزا دینے کے لیے ان میں نمک ڈال دیا۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ گزنی کے مقام پر قلعہ میں سردار آزاد خان کا دار الخلافہ تھا۔ جب اس نے صبح سویرے ایک عورت کو غسل کرتے ہوئے ننگا دیکھا۔ تو اسی وقت اپنا خاران شہر کا قلعہ بنانے لگا۔ جب تعمیر مکمل ہوئی تو اپنی جائیداد ۱۸۹۲ء میں اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دی اور نوروز خان کو سربراہ مقرر کر کے اپنی آنکھوں میں نمک ڈال دی اور لوگوں نے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے خاران کا حیا دیکھا ہے اس لیے ان آنکھوں کو حق نہیں کہ وہ باقی رہیں۔

سر میر نوروز خان کے سی۔ آئی۔ ای

سردار میر آزاد خان کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق ۱۹۰۹ء میں ان
بڑے لڑکے میر نوروز خان کو بلوچی رواج کے مطابق خاران کا سردار تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس کے
بھائی عظیم خان نے سرداری کو اپنا حق قرار دے کر میر نوروز خان کی مخالفت شروع کی۔

میر عظیم خان کی متوازی حکومت میر عظیم خان جو اپنے والد کی زندگی ہی میں تقسیم جا
میر نوروز خان کی نامزدگی پر ناخوش تھا۔ بھائی کے سردار بننے پر کھلم کھلا اس کی مخالفت شروع
اس نے ایرانی سرحد پر واقع ماشکیل میں ایک متوازی حکومت قائم کی اور "لڑاؤ اور حکومت
کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے نوزئی طائفہ کران کے سربراہ کے انتخاب پر آپس میں لڑا دیا۔ جس
نتیجے میں جانو خان زئی اور سابق زئی ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ جانو خان زئی نے
میر عظیم خان کو سردار تسلیم کرنے کے علاوہ اسے کھجوروں کا مالیہ (زرزشہ) زیادہ دینے کا پ
کر سابق زئی کے خلاف لشکر کشی پر آمادہ کر لیا، چنانچہ میر عظیم خان نے جانو خان زئی کی مدد سے
اور شاہ سلیم کو قتل کر دیا۔

میر کیا خان سابق زئی نے اپنی فریاد نوروز خان کو پہنچائی اور اسکی عظیم خان کی متوازی
حکومت، ظلم و ستم اور قتل و غارت سے آگہ کرتے ہوئے اس کے سدباب کے استدعا کی
کیا اور ساتھ ہی اپنے تعاون اور امداد کا بھی یقین دلایا۔

میر عظیم خان کی ایرانی قبائل سے سازباز اُدھر میر عظیم خان کو سر نوروز خان کے مقابل
کی تشویش ہوئی اس نے جالق کے باغی قبائل نوشیروانیوں، بزرگ زادوں، دامینوں اور ریکیوں

سر امیر نوروز خان کے سی آئی کی ایک نایاب تصویر

کے ساتھ ساز باز کر کے سردار خاران کے مقابلہ کے لیئے آمادہ اور مشتعل کر دیا۔ یہ قبائل جو پہلے سے ہی سردار خاران کی حکومت اور اس علاقہ کے عوام کے خلاف تھے، عظیم خان کی انگیخت پر انہوں نے سردار خاران کے کھجوروں کے ایک خطہ پر قبضہ کر کے اصل مالکان کو بیدخل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس تنازعہ نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی

میر عظیم خان اور ایرانی قبائل کی سرکوبی۔ میر عظیم خان کی ان حرکتوں نے سردار خاران کو بیتاب کر دیا اور غیض و غضب میں اتنا مشتعل ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہزاروں مسلح جوان جمع کر کے میر کیا خان نوشیروانی کی معیت میں اچانک میر عظیم خان پر ٹوٹ پڑا۔ جو مقابلے کی تاب نہ لا کر اپنے حواریوں کی متعدد لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ نوروز خان لشکر ماشکیل کو تاخت و تاراج کرتا ہوا جالق کے باغی قبائل کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ یہاں پر بھی غیر منظم باغیوں کو مقامی امن پسندوں کے تعاون سے کچل دیا گیا۔ بے دخل شدہ افراد ابھی ان کی جائدادیں تحویل میں دے دی گئیں۔ اور تخریب کاروں کو ہتھیار ڈالنے اور آئندہ کے لئے پُرامن رہنے کی یقین دہانی پر معاف کر دیا گیا۔

اسی طرح میر عظیم خان کے نام بھی یہ پیغام بھیجا گیا کہ اُسے بھی معاف کر دیا گیا ہے، اگر وہ آ کر میر نوروز خان سے ملے اور حکمران خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے شریفانہ زندگی گزارے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

میر عظیم خان کی معافی اور مراعات۔ میر نوروز خان کے پیغام پر عظیم خان خاران چلا آیا اور اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اپنے بھائی کی حکومت کے خلاف بغاوت اور بدامنی نہیں پھیلائے گا۔ چنانچہ میر نوروز خان نے، دست شفقت پھیرتے ہوئے عظیم خان کے وقار کو قائم رکھنے کے لئے اسے اور اختیارات دینے کے علاوہ پندرہ سو سواروں پر مشتمل ایک

ذاتی لشکر رکھنے کی بھی اجازت دے دی، جو ہمہ وقت اس کے ہمرکاب ہوا کرے
یہ بھی رعایت دے دی گئی کہ وہ بحیثیت حکمران خاندان کے فرد کے اپنے زیر انتظام
کے معاملات کا تصفیہ کرے اور مالیہ۔ ٹیکس اور دیگر واجبات کی وصولی کی
مختلف مقامات پر واقع چوکیوں کی پڑتال کرے۔

سردار میر نوروز خان نے اپنے بھانجے سلطان محمد جو صغیر سن تھا کی پرورش
اور اس کی جائیداد (جو بدل لب، کیسورت میں پیر دل خان نے اپنی بیوی کے نام منتقل کی
تھی۔ اور بیوی کے فوت ہوجانے پر یہ جائداد ماں کے ترکہ کے طور پر اس کے لڑکے
محمد کی میراث بن گئی تھی) کی نگرانی اور حفاظت کے لئے میر عظیم خان کو مقرر کر دیا۔
میر عظیم خان نے اپنے بھانجے کے علاوہ اس جائداد کو بھی اپنے قبضہ میں رکھا

ایک ہولناک سازش کا نتیجہ

چونکہ جائداد کے چلے جانے سے پیر دل خان کو
اس نے انتقاماً میر نوروز خان اور عظیم خان کو باہم لڑانے کے لئے یہ سازشی پروپیگنڈہ شروع کر
دیا کہ ایک طرف اس نے عظیم خان کو یہ من گھڑت بات بتائی کہ سردار نوروز خان اسے زعظیم خان
سوتیلا بھائی اور مشکوک خیال کر کے قتل کرنا چاہتا ہے اور دوسری جانب سردار کو اشتعال
دلانے کی غرض سے یہ شوشہ چھوڑا کہ سرداری کی خاطر عظیم خان نوروز خان کو قتل کرنے کا منصوبہ
بنا رہا ہے۔

چونکہ میر عظیم خان فطری طور پر خوددار۔ آزاد منش اور جفاکش واقع ہونے کے علاوہ کسی
کی بالادستی اور خصوصاً طعنے برداشت کرنے کا ضبط نہیں رکھتا تھا، لہٰذا وہ اس غلط بیانی
سے جذبات کا شکار ہو کر اشتعال میں آگیا۔ اس کے پاس پندرہ سو سواروں کا ایک لشکر تو تھا ہی
اس لئے اس نے پھر سے علاقہ میں بدامنی اور تخریب کاری شروع کر دی۔
اس نے شلی پٹ۔ کنگ۔ تاگزئی اور دیگر مقامات پر متعدد بار نوروز خان پر حملہ کیا

کہ اس کی جان لینے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہا۔ ایک دن سردار نوروز خان موضع بوکی (بوکہ) کے مقام پر کیمپ لگا کر نالے کی تعمیر کی نگرانی کر رہا تھا کہ امیر عظیم خان اپنے ذاتی لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا۔ ابھی تک میر نوروز خان یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا بھائی عظیم خان کیونکر اس پر قاتلانہ حملہ کرے گا کہ اتنے میں میر عظیم خان کے رمادرزاد) بھائی جنگیان اور دیگر ساتھیوں نے سردار نوروز خان کے خیمے پر پہنچتے ہی اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ جنگیان نے خصوصیت سے میر نوروز خان کے سر کو نشانہ بنا کر فائر کیا۔ لیکن یہ گولی سردار کی پگڑی کے طرہ کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ جس سے اس کی پگڑی سر سے گر گئی اور سردار بال بال بچ گیا۔ دفاعی فائرنگ میں سردار کی گولیوں کی بوچھاڑ سے عظیم خان کے پانچ آدمی مسمیان مراد۔ عیلے۔ قیصر خان نیک محمد اور ایک اور شخص زخمی ہوئے۔ ادھر جنگیان نے سردار کی پگڑی کو گرتے دیکھ کر دوڑتے ہوئے میر عظیم خان کو یہ خوشخبری سنائی کہ نوروز خان کا سر تن سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن میر عظیم خان کو یقین نہیں آیا اور وہ حفظ ماتقدم کے طور پر لوٹ کر اپنے "قلعہ کنک" میں پناہ گزین ہو گیا۔

سردار نوروز خان نے بھی اس حرکت کو شدت سے محسوس کیا اور اپنے "قلعہ نساران" کی طرف چلا گیا۔

بی بی ماہل کی تیز نظری نوروز خان کے مارے جانے کی افواہ جنگل کی آگ کی طرح قریہ قریہ پہنچ گئی میر نوروز خان کے اہل بیت کو بھی اطلاع کر دی گئی کہ نوروز خان مارا گیا ہے۔ چنانچہ سر نوروز خان کی بہن بی بی ماہل نے اپنے عسکری لشکر کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کر کے مورچے سنبھال لئے جائیں اور جب عظیم خان قلعہ پر قبضہ کرنے آئے تو اس سے مقابلہ کیا جائے، لیکن اتنے میں نوروز خان کا پیغام آیا کہ "میں زندہ ہوں اور میرے داخل ہونے کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے" سماۃ بی بی ماہل اس ناگہانی خبر اور عظیم خان کی روزمرہ کی تخریبی حرکتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ اور اسے اس خدشہ کا یقین ہو گیا تھا کہ عظیم خان اپنے برے ارادوں کے تحت کسی نہ کسی دن نوروز

خان کی جان لے لے گا۔ اس لئے اس نے اپنے بھائی کو جوابی پیغام بھیجا کہ جب تک فرزند عظیم کو قتل نہیں کر دیا جائے گا۔ وہ اس وقت تک قلعہ کا دروازہ نہیں کھولیں گی اور نہ نوروز خان کو اندر آنے دیں گی۔

مجبوراً نوروز خان کو رات قلعے کے باہر گزارنی پڑی۔ اور دوسرے دن اپنی فوج لے کر عظیم خان پر چڑھائی کی۔ لیکن وہ اپنے قلعہ میں محصور ہو گیا تھا۔ اس کا محاصرہ جاری رکھا گیا تاکہ بھوک اور پیاس سے مجبور ہو کر عظیم خان باہر نکل آئے اور بعد میں اسے ختم کیا جائے۔ ادھر عظیم خان کو اپنی موت نظر آنے لگی اور اس نے ایک تیز رفتار ذریعے نوشکی کے روحانی پیشواؤں کو اس صورتحال کی اطلاع کر کے مدافعت کی درخواست کی، جس پر پانچویں دن چند خیر خواہ صاحبزادوں نے آ کر میر نوروز خان کو قرآن کا واسطہ اور اس کو عظیم خان کے مارنے سے باز رکھا ایک مرتبہ پھر ان کے مابین مصالحت کرادی۔

میر عظیم خان کا قتل

اگرچہ وقتی طور پر میر عظیم خان کو معاف کر دیا گیا تھا لیکن دلوں کی رنجش اور بغض دور نہیں ہوا تھا۔ اس لئے میر نوروز خان نے عظیم خان سے چھٹکارا پانے کے لئے اس کے ایک خاص ملازم محمد شریف موجہ کو جائداد اور جاگیر کا لالچ دے کر اسے قتل کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ایک رات محمد شریف میر عظیم خان کو فصلات کو نقصان پہنچانے والے درندے (چرغ) کو مارنے کے بہانے آبادی سے دور لے گیا اور پیچھے سے اچانک متواتر فائرنگ کر کے اسے قتل کر دیا۔

عظیم خان کے قاتل کا انجام

میر نوروز خان نے محمد شریف کو عظیم خان کے قتل کے عوض حسب وعدہ انعام و اکرام دے کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن یہ اقدام دوسرے نوشیروانی خاندان کو ناگوار گزرا اور ایک رات میر عظیم خان کے حواریوں میں سے ایک شخص مسمی لال محمد نوشیروانی نے

دوران محمد شریف موجد کو بہلا پھسلا کر سیر و تفریح کے بہانے آبادی سے باہر لے گیا اور اُسے میر عظیم خان کے قتل کے واقعہ کی باتوں میں اُلجھا دیا اور خود کچھ پیچھے رہ کر اچانک پے درپے فائرنگ کر کے محمد شریف کو ٹھکانے لگا دیا۔

سردار نوروز خان کو اپنے محسن کے اس بیدردی سے قتل ہونے کا رنج ہوا جس پر اس نے لال محمد وزیر داغی کو وطن بدر کر دیا، چنانچہ لال محمد خاران سے نکل کر سبی میں جا کر قیام پذیر ہوا اور آخری دم تک وہیں رہا۔

بعد میں سردار نوروز خان نے "نشان بابائی" کی صورت میں اپنے مقتول بھائی میر عظیم خان کی بیوی سے شادی کر لی۔

میر عظیم خان کی شخصیت میر عظیم خان سخی، بہادر، جفاکش، خوددار اور ایک آزاد منش نوجوان تھا اس کی سخاوت کی وجہ سے بعض طائفے اس کے گرویدہ ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس کے پاس ہمہ وقت پندرہ سو رضاکار سواروں کا ایک لشکر ہمرکاب رہتا اور کسی کی بالادستی اور خصوصی طعنے کو برداشت نہیں کرتا تھا۔ روایت ہے کہ ایرانی فوج کے ساتھ پُشتیبان کی لڑائی کے اختتام پر ایک ایرانی نے کہا تھا کہ اس نے عظیم خان کی پگڑی کو گولی ماردی ہے۔ یہ طعنہ میر عظیم خان کے کانوں تک پہنچا اور محض اس بات پر کہ اس کی پگڑی کی بے عزتی کی گئی ہے۔ اس شخص کے گھر پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے اہل خانہ اور تمام اثاثہ کو اٹھا کر خاران لے آیا۔

ایران اور خاران کی حد بندی۔ اس سے پیشتر خاران اور ایران کے درمیان مستند حد بندی کوئی سرحدی حد بندی نہیں ہوئی تھی، اس لئے ماشکیل کے ریکی اور ایران کے دامنی ہمہ وقت دگو ارکے کھجوروں اور کوہک کے علاقہ کی ملکیت پر لڑتے جھگڑتے تھے۔ ان لوگوں کے

حملوں اور جوابی حملوں سے ریاست کے سرحدی حالات تشویشناک طور پر کشیدہ ہو گئے۔ چنانچہ ۱۸۷۲ء میں ایران اور بلوچستان کے درمیان انگریزوں نے اپنے سیاسی مقاصد اور جارحانہ اقدامات کے پیش نظر اپنی صوابدید کے مطابق جو حد بندی کی تھی۔ اس کی تصدیق اور نظرثانی کے لئے یہ ضروری موقع تھا۔ لہٰذا ۱۸۹۵ء میں حکومت ہند نے اس مسئلہ پر غور کر کے مداخلت کی اور ایک مشترکہ کمیشن کے ذریعے خاران اور ایرانی سرحدوں کے تعین کا فیصلہ کرنے کے لئے کرنل ٹی۔ ایچ۔ ہولڈچ کو کمشنر مقرر کر کے بھیجا۔ جس نے ۱۸۹۶ء میں سر میر نوروز خان کے تعاون سے سرحدوں کی حد بندی کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس مشن نے، جس میں ریاست خاران کی طرف سے شاغاسی مولاداد نے نمائندگی کی تھی، کوہک کے نام سے ایک وسیع علاقہ ایران کو دے دیا۔ لیکن اس بدکرداری کو چھپانے کے لئے سرداروں کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے کوہک کا قلعہ بدستور نوشیروانی خاندان کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ جس پر آج بھی میر سلیم خان نوشیروانی کی اولاد قابض ہے مگر سیاسی طور پر وہ ایرانی حکومت کے تابع ہیں۔

اس دوران میں ایک اور کمیشن کپتان میکموہن کی زیر سرکردگی بلوچستان اور افغانستان کے درمیانی سرحدات قائم کرنے آیا۔ جس نے دریائے ہلمند کی جنوبی طرف سے بلوچستان کی حدود متعین کیں اور سیستان کے جنوب مغربی کنارے پر کوہ ملک سیاہ کی چوٹی کو افغانستان، ایران اور بلوچستان کا نقطہ اتصال مقرر کیا

چونکہ ان کمیشنوں نے بعض متنازعہ حدود کا بسر خود فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے ان کے فیصلوں سے خاران کا نصف سے زیادہ بڑا حصہ ایران کے قبضہ میں چلا گیا اور اسی طرح نصف سے کچھ کم حصہ حکومت افغانستان کو دے دیا گیا۔ لاوارث خاران اور بلوچستان[1] کی سرحدات کو اس بدسلوکی سے قطع و برید کرنے کی وجہ روس کے مقابلہ میں ایران اور افغانستان کی حکومتوں کو خوش کر کے اپنے ہاتھ میں رکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔

---

[1] تاریخ بلوچستان II صفحہ ۲۶۲

مفاہمت نامہ متعلق حد بندی سرحدات مابین ایرانی بلوچستان اور قلات

اس سمجھوتہ کے مطابق جو بتاریخ ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۵ء بسلسلہ پرشو قلات باؤنڈری زوہک تا کوہ سیاہ مابین وزیر صاحب ملکہ معظمہ برطانیہ و ہز ہائی نس صدر اعظم صاحب ایران طے پایا۔ اس کی حد بندی بہ تفصیل ذیل کی گئی۔

دریائے ماشکیل سے شروع کر کے برجی نمبر ۱ سے برجی نمبر ۲ کی طرف اسی دریا کے ذریعے حد بندی کی جاتی ہے۔ اس دریا کے بائیں یا شمال کنارے پر ایک نمایاں پہاڑی پر جو گزبستان ندی کے کنارے ماشکیل کے ساتھ مقام اتصال سے تقریباً ½۱ میل نیچے اور قلعہ کوہک کے عین جنوب میں ہے۔ برجی قائم کی گئی ہے۔

برجی نمبر ۲ دریائے ماشکیل کے دائیں یا جنوبی کنارے دریائے ماشکیل اور رخشان کے مقام اتصال سے چھ میل اوراوپر کو ایک نمایاں پہاڑی پر بنائی گئی ہے۔

برجی نمبر ۲ سے یہ حد شمال مغربی سمت کو ایک معاون سلسلہ کی نمایاں چوٹی کی طرف جو تنگ گراوگ سے سیاہان کو چلا گیا ہے جاتی ہے۔ یہ چوٹی . . . .

برجی نمبر ۳ کے ذریعہ نشان کی گئی ہے۔ برجی نمبر ۳ سے یہ سرحد اس معاون سلسلے کے خط انسال اب سے لے کر سیاحان کوہ کے خطِ اتصال آب تک جاتی ہے۔ اور وہاں خط اتصال آب سے لے کر سیاحان کوہ کے خط اتصال آب تک جاتی ہے۔ اور وہاں سے عمراً راست میں سلسلہ سیاحان کے بڑے خطِ اتصال آب سے تقریباً چار میل بجانب مشرق مرو الیسریا شریف ڈور کی طرف بڑے راستے پر جو اسفندک کو جالک سے ملاتا ہے۔

حد بندی کی گئی ہے۔ اس مقام پر جو برجی ۹ سے نشان کیا گیا ہے۔ ایک ضمنی خط اتصال آب شمال کی
طرف جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ سرحد وسیع ہوتی جاتی ہے۔ جو سارے پانی کے نکاس کو مزید
خط ملے ملگم ایرانی حصہ کی طرف کر دیتی ہے۔ یہاں پر دو ایک نمایاں چوٹی کے ذریعہ جو ایک
چوڑے سے چکلے مینار کی شکل میں سب سے زیادہ بلندی پر واقع ہے۔ نشان کی گئی ہے۔ چٹان نمبر
سے یہ سرحد برجی نمبر ۶ کو جاتی ہے۔ یہ اس بڑے راستے پر ہے۔ جو موضع کلا دین سے کچھ شمال
جنوب کی طرف بجانب دریائے ماشکیل جاتا ہے۔ برجی نمبر ۶ موضع کلادین سے چار میل کے فاصلہ
پر واقع ہے۔ برجی نمبر ۶ سے نمبر ۷ کو سرحد سیدھی چلی جاتی ہے۔ جو بڑے راستے پر واقع ہے
اور جو جالک کو سر لدگشت اور ماشکیل ہے زیارت پر عمر واقع جالک سے ۱۲ میل پر واقع
ہے۔ برجی نمبر ۷ سے یہ سرحد شمال سمت میں ایک خط مستقیم کے ذریعہ برجی نمبر ۸ کو لے جاتی گئی
ہے۔ برجی نمبر ۸ اس راستے پر واقع ہے جو لدگشت کے کھجوروں کے جھنڈ کو تک سوختہ تک ہو گیا
کی کھجوروں سے تین میل کے فاصلے پر قائم کی گئی ہے۔ تاکہ جنوب میں واقع کھجوروں کے جھنڈ لدگشت
لدگشت اور کلگاں شمال جھنڈ سے بشمول تک سونگ گرانی وغیرہ سے علیحدہ کر دے۔ لدگشت مع
اس کے کھجوروں کے جھنڈ کے قلات کی ملکیت ہو سکتا ہے۔ اگر گرانی مع اس کے کھجوروں کے
جھنڈ کے ایران کو اس سمجھوتے کی بنا پر کہ ایرانی حکومت کے گورنر آئندہ ان جھنڈوں کے واصل مالیہ
کے روپیہ کی بابت ذمہ دار ہوں گے۔ دی گئی۔ برجی نمبر ۸ سے سرحد ۱۴ میل تک تقریباً شمال
کی طرف ہو کر برجی نمبر ۹ کی طرف جاتی ہے۔ جو کنڈی کے کھجوروں کے جھنڈ کے جنوب مشرق میں
واقع ہے۔ اور وہاں سے اسی سمت میں کنڈی کے کھجوروں کے جھنڈ کے کنارے سے ساڑھے
تین میل بجانب شمال مشرق جہاں برجی نمبر ۱۰ قائم ہے۔ سرحد چلی گئی ہے۔ برجی نمبر ۸ سے یہ
گیارہ میل تک کچھ مغرب سے جنوب کر ہو کر برجی نمبر ۱۱ کو جاتی ہے۔ تاکہ کنڈی کے کھجوروں کے
جھنڈ کے شمال سرے کو علیحدہ کر سکے۔ برجی نمبر ۱۱ تلب ندی کے دائیں کنارے پر ہے۔ اور
گرانی کے کھجوروں کے جھنڈ کے شمالی سرے سے تقریباً ایک میل بجانب مشرق ہے۔ برجی نمبر

سے بجانب شمال طالب ندی کے وسط سے تا مقام اتصال ہمراہ دریائے میرجاوا سرحد بن جاتی ہے
مذکورہ مقام اتصال سے ایک مستقیم خط کے ذریعہ سرحد میرجاوا کے خط انفصال آب ترین مقام
تک چلی گئی ہے۔ جو شمال کی طرف سے دریائے میرجاوا کے نکاس کو معین کرتا ہے۔ وہاں سے شمال
آبا خط کے شمال کی طرف کچھ کوہ کے سب سے بلند مقام کو جاتی ہے۔ کچھ کوہ کے سب سے اونچے
مقام سے لے کر ملک سیاہ کوہ کے سب سے بلند مقام تک یہ خط لے جایا گیا ہے۔

معاہدہ بابت ایرانی سرحدات

میں میر خدا داد خان ، خان قلات ، بکمال خوشنودی و رضا مندی اعلان کر
کہ ایک سروے آفیسر نمائندہ منجانب حکومت برطانیہ اور میر شہباز خان نمائندہ
حکومت بلوچستان برائے حدود بندی سرحد مابین حکومتیں قبل الذکر متعین کیے گ
تھے - اشخاص تذکرا لصدر مکمل طور پر لبقرارہ شمارہ برجی اول تا ہشتم اور چہارم تا
معائنہ کیا - سرحد کے اس خطے کا فیصلہ میرے مرحوم بھائی خان تصیر خان نے تسلیم و تصدیق
کیا تھا - اور میں بھی اس فیصلے کو تصدیق و تسلیم کرتا ہوں -
مندرجہ ذیل تفصیل ہے - اس سرحد کی حدود بندی میرے مرحوم بھائی کی وفات
کے بعد برجی شمارہ ۳۰ تا ۴۱ عمل میں آئی - اور جس کو دونوں حکومتوں نے تسلیم - اور جس کو
میں بھی تسلیم و تصدیق کرتا ہوں -

تفصیل

۱ - کوہ سیاہ علی	۲ - رنگو
۳ - موگرو	۴ - گگرو
۵ - ہالو	۶ - خبر گلو
۷ - سنگور	۸ - جہلک
۹ - پچنگ	۱۰ - ہار
۱۱ - کچرک	۱۲ - کوہ کلان
۱۳ - شکلو	۱۴ - ڈنگ پچنگو
۱۵ - کورگرودانا	۱۶ - لونڈی

ریاست کے ذرائع آمدورفت

ریاست کی مالیات کا دارومدار زیادہ تر زراعت پر ہے، چونکہ زراعت کی حالت یکساں نہیں، اس لئے آمدنی کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ مناسب سالوں کی آمدنی کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ لگایا گیا ہے، جبکہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً ستر ہزار سے اسی ہزار روپے سالانہ بتایا جاتا ہے۔ آمدنی اور خرچ کا زیادہ تر حصہ جنس پر مشتمل ہے۔

سردار کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مالیہ اراضی، سردار کی ذاتی اراضیات اور کھجوروں کی پیداوار	۶۶،۰۰۰/-
۲۔ محصول، درآمد ٹیکس اور اونٹوں کی برآمد کے ٹیکس	۱۲،۰۰۰/-
۳۔ انفرادی ٹیکس، مالی جات اور زرشہ	۲،۵۰۰/-
۴ (جو مختلف طائفوں سے بصورت مالیہ وصول کئے جاتے تھے)	
الف۔ چرائی ٹیکس (مالیہ اور گلّہ)	۲،۰۰۰/-
ب۔ جرمانے۔ جائدادوں کی ضبطی اور مقدمات کی فیس	۱۲،۰۰۰/-
ج۔ نمک ٹیکس	۱۵۰/-
۵۔ حکومت برطانیہ سے الاؤنس	۶،۰۰۰/-
	۱۰۰۶۵۰/-

محصول اور دیگر ٹیکسوں کی شرح

سردار نوروز خان نے اپنے دورِ اقتدار میں[1] ذیل محصول چونگی اور ٹیکس عائد کیے۔

برآمد

شے	شرح	روپے	آنے	پائی
۱- اون	اونٹ کے فی بار (۸ من) پر	۱۰	۴	۰
۲- گھی	〃 〃 (۶ من) پر	۸	۴	۰
۳- گندم	〃 〃 (〃) پر	۱	۲	۰
۴- کھجور	〃 〃 (〃) پر	۱	۱۰	۰
۵- اسفیدہ	فی من	۲	۸	۰
۶- اونٹ	فی جوان شتر	۳	۰	۰
۷- اونٹ	فی کمسن شتر	۱	۰	۰
۸- بیل	فی راس	۰	۸	۰
۹- گدھا	فی گوشش	۰	۴	۰
۱۰- گھوڑا	فی مرکب	۵	۰	۰
۱۱- مغیر (ایک مقامی جڑی بوٹی کے بیج)	فی بار (۶ من)	۱	۲	۰
۱۲- اسپغول	〃 (〃)	۱	۲	۰
۱۳- شکر گزر (لئی کے درخت کا گوند)	〃 (〃)	۱	۱۰	۰
۱۴- بھیڑ یا بکری	فی شاخ	۰	۲	۳

درآمد

۱- کپڑے۔ تیل چمڑہ اور دیگر اشیاء کی اصل قیمت پر = چھ پائی فی روپیہ

۲- اجناس مستثنیٰ۔

---

[1] خاران گزیٹیر صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳

۳۔ نساونتوں کی جابتی اور وزنگ برآمد پر ۔ چار آنہ فی مہار

ٹیکس سردار کی براہِ راست نگرانی میں اس کے اہلکار وصول کرتے تھے، اگر کوئی شخص ٹیکس کی ادائیگی کے وقت دھوکہ سے اپنا مال کم بتاتا تو ثبوت ملنے پر ملزم سے دس گنا زائد ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن تمام وصول کی رسیدیں جاری کر دی جاتی تھیں تاکہ ٹیکس دہندہ کو علاقہ کی کسی اور چوکی پر تنگ نہ کیا جاسکے۔

ان ٹیکسوں کی وصولی کے لئے حسب ذیل مقامات پر چوکیاں قائم کی گئی تھیں:۔

۱۔ پنگ (ناقوئی پاس) = یہ چوکی شارع نوشکی۔ قلات ریلوے، بر کی، پہیر وادر اور پدگ کے راستوں کی نگرانی کرتی تھی

۲۔ کوہ پُشت گیدن = یہ پدگ کے مشرقی راستوں کی نگرانی کرتی تھی۔

۳۔ مشکاد (زرد پاس) = دالبندین کے رستوں پر ناکہ

۴۔ درہ ٔراسانی = یہ ناکہ حرماگئے کی طرف سے ہلمند (افغانستان) گلہ چاہ اور دالبندین کے دوسرے رستوں کی نگرانی کرتا تھا اس کے علاوہ اس کا عملہ لدگشت کے رستوں پر بھی گشت کرتا۔ مگر اس کے مابین رہترو کے مقام پر ایک اور بھی ناکہ موجود تھا۔

۵۔ تنک گراوک = یہاں پر جو چوکی قائم کی گئی تھی، وہ ناظم کمان اور کوہک کے نوشیروانیوں کے اعتراض پر اٹھالی گئی تھی لیکن تنک زرتی پر نائب ماشکل کے اہلکار گشت کرتے تھے

۶۔ بلشاک = اس چوکی کے عمال واشک بلشاک کے رستے کی نگرانی کرتے تھے

۷۔ دریائے گروک = تال اور گدر کے کاروانوں سے ٹیکس وصول کرنے کے لئے یہاں پر ایک عارضی چوکی قائم کی گئی تھی

۸۔ زیک = یہ قلات اور خضدار کے راستوں کی نگرانی کرتا تھا

۹۔ شیرین زہ = نمبر ۸ تا ۱۳ چوکیاں قلات اور مکران کے کاروانوں سے ٹیکس کی وصولی کی ذمہ دار تھیں

۱۰۔ کلان رودپ =

۱۱۔ کینگی رو چاہ =

۱۲۔ راغئے (کلان رودپ) =

۱۳۔ تنک (راغئے) =

سردار خاران کے علاقہ سے گذرنے والے ہر کاروان کی تمام اشیاء سے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ البتہ ریاست کی درآمد و برآمد کی اشیاء پر بطریق مندرجہ بالا مقررہ محصول وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کوہ سلطان اور دادیان کے نمک پر آٹھ آنے فی بار شتر وصول کیا جاتا تھا۔ جس سے سالانہ تقریباً ڈیڑھ سو روپے آمدنی ہوتی تھی۔

سردار کو ان محصولات سے سالانہ حسب ذیل آمدنی ہوتی تھی۔

رخشان، پنجگور سے	=	چار ہزار روپے
ماشکیل سے	=	دو ہزار روپے
نوشکی (برآمد)	=	پانچ ہزار روپے
خاران میں اشیائے درآمد سے	=	ایک ہزار روپے

عسکری دستے

حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ سردار نوروز خان نے ریاست کے عسکری دستوں کی از سر نو تنظیم شروع کی اور ان کی تعداد میں اضافہ اور توسیع کی گئی۔ ۱۹۰۴ء میں ریاست خاران کے عسکری نوجوانوں کی تعداد[1] ۵۳۳ تھی۔ جن کی تفصیل حسب

[1] خاران گزٹیئر صفحہ ۱

	افسر	نوکمیشنڈ افسر	نائک اور سپاہی	میزان
۱۔ انفنٹری	۳	۲۹	۴۳۹	۴۷۱
۲۔ کیوالری	-	۲	۳۳	۳۵
۳۔ آرٹیلری	۱	۱	۲۵	۲۷
میزان	۴	۳۲	۴۹۷	۵۳۳

ان باقاعدہ دستوں کے علاوہ "بازگیر" کے نام سے پچاس افراد پر مشتمل ایک اور دستہ بھی ہوتا تھا۔ جس میں شامل افراد امن کے وقت اپنے اپنے گھروں پر ہوتے تھے مگر ضرورت پڑنے پر ہنگامی حالات میں انہیں سردار کے حکم پر عسکری فوج میں شامل ہونا پڑتا تھا۔ جہاں انہیں سرکاری اسلحہ بارود مہیا کیا جاتا تھا۔ یہ ہنگامی دستہ صرف بااعتبار اور قابل اعتماد رخشانی طائفوں یا سردار کے اپنے زیر کفالت غلاموں سے بھرتی کیا جاتا تھا۔ چونکہ نوشیروانی خاندان کی شوراوک کے بڑیچ قبیلہ سے رشتہ داری بھی تھی، اس لئے بعض اوقات شوراوک کے افغانوں کو بھی اس دستہ میں شامل کیا کرتے تھے۔

ماسوائے "بازگیر" دستہ کے باقی تمام عسکری لشکروں کو پریڈ اور ڈرل کرائی جاتی تھی۔ جبکہ ریاست کا صدر مقام خاران اور ناوگ (لدگشت) کے دستوں کو خصوصی طور پر پریڈ دی جاتی تھی۔ اگر کوئی ملازم دیدہ دانستہ پریڈ سے غیر حاضر ہوتا تو اسے جرمانہ اور زائد پریڈ کی سزا دی جاتی تھی۔

سردار کے ذاتی محافظ جو عموماً ۹۵ افراد ہوتے تھے، اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی کے دوران میں سنہرے لیس سے مزین کالے کوٹ، بوٹ اور پگڑی پہنے ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ باقی افراد کو کوئی وردی نہیں دی جاتی تھی۔ ضرورت پڑنے پر تمام دستوں کو اونٹ مہیا کئے جاتے تھے۔

اگرچہ ان دستوں کی تنخواہ روپوں کے حساب سے مقرر کی گئی تھی۔ لیکن انہیں نقد رقم
دی جاتی تھی، بلکہ انہیں یہ اُجرت اجناس اور کپڑے کی صورت میں بہ تفصیل ذیل ملتی تھی۔

	کپڑا (گز)	اجناس (خاراتی من)	کھجور (خاراتی من)	عام مالیت
کیپٹن	۳۰	۳۰	۳	۲۱ روپے
صوبیدار	۲۰	۲۷	۳	۱۷ //
جمعدار	۱۸	۱۸	۳	۱۳ //
حوالدار	۱۵	۱۵	۳	۱۱ //
نائک	۱۲	۱۲	۳	۹ //
سپاہی درجہ اول	۱۲	۱۲	-	۸ //
سپاہی ادنیٰ	۱۰	۱۰	-	۷ //

ان دستوں کو سرکاری طور پر کوئی راشن نہیں دیا جاتا تھا، اس لئے جب وہ کسی محاذ
جاتے تو اپنے اخراجات خود برداشت کرتے اور اپنے ساتھ دو سیر آٹا۔ ایک جفت چپلی اور ا
کا مشک اٹھاتے تھے۔ اگر کسی طویل مسافت کے دوران میں انہیں مزید راشن
ہوتی تو ایسے موقعوں پر سردار اپنے گودام سے ان کی مدد کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ان دستوں کو
تھا کہ وہ کسی محاذ یا لڑائی میں مالِ غنیمت کو ضبط کریں۔ اسی طرح باقاعدہ لشکر کے سامان
کے لئے اونٹوں کے اخراجات سردار مہیا کرتا تھا۔

ان دستوں کو علاقہ میں بطریق ذیل تقسیم کیا گیا تھا۔

چوکی	کپتان	صوبیدار	جمعدار	حوالدار یا دفعدار	نائک	سپاہی
۱۔ ڈ، واشک	-	-	-	۱	-	۱۰

(ب) پنتاک	-	-	-	-	-	۶	۶
(ج) اژدہا و تیک	-	-	-	-	-	۶	۶
۔۔۔۔ فکیل انفنٹری	-	۱	-	۳	۴	۱۴۴	۱۵۲
۔ کیوالری	-	-	-	-	-	۱۲	۱۲
۔۔ جلگئے	-	-	-	-	-	۲	۲
۔۔ ننگار (زرد)	-	-	-	-	-	۳	۳
۔ بگیدن دکوہ پشت)	-	-	-	۱	-	۴	۵
۔۔ تک پاس	-	-	-	-	-	۳	۳
۔۔ تازوں پاس (تیک)	-	-	-	-	۱	۷	۸
۔۔ خاران قلات							
(ا) انفنٹری	۱	۱	-	۱	۴	۸۳	۹۰
(ب) انفنٹری	-	-	-	۵	۳	۶۴	۷۲
(ج) کیوالری	-	-	-	۱	۱	۲۱	۲۳
(د) آرٹیلری	-	-	۱	۱	-	۲۵	۲۷
(ہ) بند	-	-	-	۲	-	۱۷	۱۹
۔۔ پنجگور	-	-	-	۱	۱	۱۶	۱۸
۔۔ ماشے رخشان	-	-	-	۱	۱	۶۷	۶۹
۔۔ اُربک	-	-	-	-	-	۵	۵
	-	-	-	-			
میزان	۱	۲	۱	۱۴	۱۵	۴۹۷	۵۳۳

باقاعدہ لشکر تجارتی راستوں کی نگرانی، احکامات کی تعمیل اور واجبات کی وصولی کے فرائض

بھی انجام دیتا تھا اور جو عملہ ایرانی سرحد کے دامنی قبیلے سے بھرتی کیا جاتا تھا، وہ مغربی سرحد

ماشکیل کی نگرانی پر مامور تھا۔

اس باقاعدہ لشکر کے علاوہ جب سردار کو جنگجو جوانوں کی ضرورت ہوتی تو اس کے

حکم پر قبائلی لوگ رضاکارانہ طور پر آکر اس لشکر میں مل جاتے۔ ایسے رضاکاروں کی تعداد

سو سے ہرگز کم نہ ہوتی تھی۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ہر خاندان یک مسلح جوان۔ پانچ سیر آٹا۔ ایک

چپل اور ایک مشک مہیا کرتا۔ ایسے ہنگامی حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے قبائلی

اور مستقل طور پر یہ اشیاء موجود رکھا کرتے تھے۔ سردار کی جانب سے یہ حکم تھا کہ ریاست

کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر ریاست کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے حالات میں

سردار کی بے لوث مدد کرے، چنانچہ اگر کوئی خاندان ایسے حالات میں سردار کی مدد نہیں کرتا تھا

تو اس کی تمام جائداد بحق ریاست ضبط کر لی جاتی تھی۔ اور اگر امن کے دوران میں کوئی سپاہی

وغیرہ غیر حاضر رہتا یا بھاگ جاتا تو اسے جرمانہ کیا جاتا تھا۔ البتہ دیگر سپاہیوں کو اجازت

دی گئی تھی کہ وہ پچاس روپے دے کر مستعفی ہو سکتے تھے۔ جنگ کے دوران لشکر کی حکم

شکنی کرنے اور بھاگنے والے سپاہی کے لئے سزائے موت مقرر تھی۔

ان امور کے علاوہ اگر سردار کو اسلحہ کی ضرورت ہوتی تو قبائلی بلا چون و چرا اس

کو اسلحہ مہیا کر دیتے۔ جبکہ انہیں اس تعاون کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ البتہ مال غنیمت

کے عوض انہیں کچھ آنے کی امداد دی جاتی تھی۔

ان عسکری دستوں کا سالانہ خرچ تیس ہزار روپے تھا۔

میر نوروز خان کے انگریزی خطابات و مراعات

سر میر نوروز خان نے برسر اقتدار آتے ہی ...

اپنے والد کے معاہدوں کی سختی سے پابندی کی، بلکہ اس نے انگریزوں سے اپنے تعلقات کو زیادہ استوار کیا اور اپنی ریاست کے مفادات کے تحت پرخلوص طور پر ان سے ہر گونہ تعاون کیا۔ چنانچہ اس نے انگریزوں کے کہنے پر میر خان جام لسبیلہ کے باغی لڑکے مسمی جام علی کو گرفتار کر کے ان کے حوالے کیا، جس نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کر کے علاقے کے امن وامان کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ ۱۸۸۴ء میں افغان باؤنڈری کمیشن کے ساتھ تعاون کر کے ان کے سربراہ کرنل ہیل کو ہر طرح سے سہولتیں پہنچائیں اور اسی طرح خاران اور ایران کی پہلی اور مستند حد بندی میں بھرپور امداد کی ـــــ چنانچہ حکومت ہند نے اسے اپنا ہمدرد اور مستقل طور پہ پرخلوص رفیق بنانے کے لئے ۱۱ر فروری ۱۸۸۹ء کو نہ صرف مبلغ تین ہزار روپے نقد انعام اور ایک خلعت دیا بلکہ دوسرے سال ایجنٹ گورنر جنرل سر جیمز براؤن نے سبی کے روایتی دربار میں اسے کے۔ سی۔ آئی۔ ای (نائٹ کمانڈر آف دی انڈین ایمپائر) اور سر کا خطاب دیا۔

رفاہِ عامہ

خاران میں کوئی منظم تدریسی ادارہ موجود نہیں تھا، چنانچہ ۱۹۰۵ء میں سر میر نوروز خان، کے سی آئی ای نے ریاست کی آمدنی سے خاران میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جس کے لئے ایک مستقل مدرس کا تقرر عمل لایا گیا۔

سر میر نوروز خان K.C.I.E

سردار میر نوروز خان، سردار آزاد خان کے بڑا لڑکا تھا [illegible]ء میں پیدا ہوا۔ چونکہ اس نے اپنے والد کے دورِ اقتدار میں ریاست کی سالمیت اور استحکام کے لئے قابلِ رشک خدمات انجام دی تھیں۔ اس لئے سردار آزاد خان نے اپنی حینِ حیات میں اسے اپنا جانشین عزیز کر دیا تھا۔ چنانچہ والد کی وفات پہ تیس سال کی عمر میں اسے خاران کا سردار تسلیم کیا گیا۔

خاران کے اس بلند و بالا خوبرو اور نہایت شجاع سردار نے اپنی ریاست کو مستحکم بنانے

بنانے کے لئے ہر طرح سے سعی کی اور برطانوی حکومت سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے نہ یہ کہ خاران کے سرحدی تنازعات کو مستقل طور پر نبٹایا بلکہ انگریزوں سے انعامات اور خطابات بھی حاصل کیئے۔ خاران کے گذشتہ سرداروں کی نسبت سرتورزخان کو بلوچستان میں تمام دوسرے بلوچ قبائل اور کنفیڈریسی (وفاق) میں زیادہ ممتاز اور طاقتور خیال کیا جاتا تھا۔

۱۹۰۳ء میں وہ بیمار ہوا کچھ عرصہ دہلی میں رہ کر اپنا علاج معالجہ کرایا۔ لیکن خاران کی یاد نے اسے اتنا ستایا کہ مکمل علاج کے بغیر واپس وطن چلا آیا۔ اس کے عہد میں خاران کا علاقہ کافی آباد اور لوگ خوشحال تھے۔ وہ اپنی ریاست کے اندرونی معاملات کا فیصلہ خود کرتا چونکہ وہ اپنے علاقہ میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار تھا۔ اس لئے اس نے اپنے دور میں حکومتِ برطانیہ یا خان قلات کو کسی قسم کا خراج نہیں دیا۔

وہ چھپن سال کی عمر میں بیمار ہو ۲ ر جون ۱۹۰۹ء کو خاران کے مقام پر فوت ہوا۔

سردار میر یعقوب خان

سر میر نوروز خان کی وفات کے تقریباً چار ماہ بعد یعنی ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء[1] کو برطانوی حکومت کی طرف سے کوئٹہ کے مقام پر ایک روایتی اور عظیم الشان دربار میں، جس میں بلوچستان بھر کے امراء اور سردار شامل تھے، میر محمد یعقوب خان کو بلوچی رواج کے مطابق خاران کا سردار تسلیم کیا گیا اور اُس کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے انگریزی حکومت نے اسے ایک قیمتی خلعت بھی عطا کیا۔ جس پر ۱۵۲۲ روپے خرچ آئے تھے۔

انگریزوں سے معاہدہ ان دنوں انگریزی مستجار علاقہ نوشکی میں ویبر پولیٹیکل ایجنٹ مقرر تھا۔ اس مکار اور فطری چالباز نے سردار میر یعقوب خان کے ساتھ راہ و رسم پیدا کر کے اُسے اپنا دوست بنایا اور اسی دوستی کی بناء پر ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۹ء[2] کو نہ صرف خاران کی حد بندی کرائی گئی۔ بلکہ اس نے سردار خاران کے ساتھ حسب ذیل معاہدہ بھی طے کیا۔

(۱)۔ یہ کہ سردار خاران انڈو یورپین ٹیلی گراف لائن کی اپنے علاقے میں حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔

(۲)۔ یہ کہ اگر حکومت ہند کو ٹیلی گراف لائن کی حفاظت کے لئے مزید امداد کی ضرورت محسوس ہوئی تو ریاست میں حکومت ہند کو اجازت ہوگی کہ وہ فوجی چوکیاں یا لیویز کے تھانے خود قائم کرے۔

---

[1] بلوچستان ادون یونٹ سے پہلے، صفحہ ۱۹۶ [2] گزیٹیئر خاران صفحہ ۳۰/۱۹۹، بلوچستان ادون یونٹ سے پہلے، صفحہ ۱۹۷

(۳) یہ کہ سردار خاران اپنی ریاست میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوگا
تمام ریاست میں سے گزرنے والے مسافروں اور سرکاری ملازموں کی جان
حفاظت بھی کرے گا۔

(۴) سردار خاران گورنمنٹ برطانیہ کا وفادار رہے گا۔

(۵) حکومت ہند سردار خاران کو تیلی گراف کی لائن کی حفاظت کے لئے مبلغ چار
اور مندرجہ بالا دیگر شرائط کے عوض چھ ہزار روپے سالانہ الاؤنس دے گی

(۶) اگر سردار میر یعقوب خان ان شرائط پر کاربند نہ رہے یا ان کی پوری پابندی
تو گورنمنٹ کو حق حاصل ہوگا کہ وہ تذکرہ الاؤنس بند کر دے اور اپنے خرچ پر
چوکیاں اور لیویز کے تھانے قائم کرے

دراصل اس باہمی رفاقت اور مندرجہ بالا شرائط کے تحت رابطہ کی آڑ میں
کی نگاہیں راس کوہ کی قدرتی چھاؤنی اور معدنیات پر مرکوز تھیں۔ چنانچہ انگریزی نمائندوں نے
خاران کو تو شکل طلب کرکے اس کی خوب خاطر مدارت کی اور بعد میں از راہِ دوستی راس کوہ کا
کیا، جس پر بلوچی اخلاق و اقدار کا پاس رکھتے ہوئے میر یعقوب خان راس کوہ کا علاقہ اپنے
انگریز دوست کی طلب پر سنجار علاقہ میں شامل کرنے پر راضی ہوئے، جیسے انگریزی
نے بطور یادداشت ضبط تحریر میں لاکر اس پر سردار خاران کے دستخط ثبت کرائے۔

حکومت ہند سے ناچاقی وطن واپس پہنچنے پر سردار نے جب راس کوہ کے مندرجہ
معاملے کا ذکر کیا تو ریاست کے دانشمندوں کو سخت تشویش ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے علاقے
معتبرین اور سردار کے مشیروں کو اس غلط اور نقصان دہ فیصلہ سے آگاہ کرکے اپنا ہمنوا بنایا
پھر سردار کے دربار میں پیش ہوئے جہاں سردار کو اس غیر معمولی غلطی سے آگاہ کرتے ہوئے
بتایا گیا کہ اس کوہ قدرتی طور پر ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ ہی نہیں بلکہ سرحد پر واقع متعدد دفاعی

مورچوں کا بھی کام دیتا ہے۔ اس لئے اگر اس پہاڑ کو خاران کی حد سے نکال دیا گیا تو دشمن با سانی اس پر قبضہ کر سکیں گے، چنانچہ میر یعقوب خان ریاست کے عوام کی ان باتوں سے کافی متاثر ہوئے اور اپنے کئے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے اپنے انگریز دوست کے پاس جا کر اس سے کہا کہ راس کوہ کے اقرارنامہ کی تحریر میں چند اہم خامیاں رہ گئی ہیں، جنہیں درست کرنا میرا فرض ہے اس لئے وہ تحریر مجھے دکھائی جائے تاکہ میں اس کی خامیوں کی نشاندہی کر کے اپنا حق دوستی ادا کر سکوں اور بعد میں انگریز بادشاہ سے بھی نادم نہ ہوں — اس طرح چالاک انگریز کے سامنے یہ چال کارآمد ثابت ہوئی اور اس نے اپنے مفاد کی خاطر وہ تحریر سردار کو لا کر دیدی۔ سردار نے اس تحریر کو ہاتھ میں لیتے ہی پارہ پارہ کر کے چبا لیا۔ اپنے مشن کی ناکامی پر سر ڈیسر کا منہ لٹکے کا لٹکا رہ گیا۔ چند لمحات گزرنے کے بعد اس نے میر یعقوب خان کو غیر اخلاقی الفاظ میں طعنہ دیا، جس پر میر یعقوب خان نے طیش میں آ کر انگریزی نمائندہ کو ایک ایسا طمانچہ رسید کیا، کہ اس کے حواس اڑ گئے اور وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

مصالحت کی کوشش

برطانوی حکومت کی ان چالبازیوں اور مکر و فریب کے پیش نظر سردار خاران نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا اور اس نے انگریزوں سے کئے گئے تمام شرائط کی پابندی کو کوتاہی برتنا شروع کر دی اس پر ۱۹۱۰ء کے دوران حکومت ہند نے مختلف اوقات میں متعدد اہلکاران اور سرداران کے معتبرین پر مشتمل وفود بھیجے اور اسے راضی کرنے کی کوشش کی گئی نیز اسے کہا گیا کہ وہ اپنے معاملات کی وضاحت کیلئے پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملے[۱] اسی ۱۹۱۰ء اگست میں ماشکیل کے مقام پر پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے اس سے ملاقات کے دوران نقدی کا بھی مطالبہ کیا، جس پر سردار خاران نے اپنا معاملہ ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان کو پیش کرنے کے لئے کوئٹہ پہنچنے کا وعدہ کر کے انگریزی نمائندے کو ٹال دیا اور خاران پہنچ کر اپنی انگریز دشمنی کے رویہ میں اور تیزی پیدا کی۔ چونکہ میر یعقوب خان، انگریزوں کے فریب

ومکاری کے باعث ان سے کافی حد تک متنفر ہو گیا تھا، اس لئے ہز ایکسی لنسی وا
ہند کی آمد پر جب اُسے کرنڈہ کے دربار کے موقع پر دعوت دیگئی۔ تو اس نے اس
شمولیت سے انکار کر دیا۔

انگریزوں کی سازش اور یعقوب خان کا قتل

۔ انگریز جب ابھی ہر طرح کی
سے میر یعقوب خان کو اپنا مطیع نہیں بنا سکے تو ان کو اس کو قتل کئے بغیر کوئی راہ نظر نہ
چنانچہ انہوں نے میر یعقوب خان کے چچا امیر خان نوشیروانی کو سرداری کا لالچ دے کر
خان کے قتل پر آمادہ کرنے کی سعی کی کیونکہ سر نوروز خان کی وفات کے بعد میر امیر خان
لڑکے محمد یوسف نے اس کی بیوہ کا رشتہ مانگا تھا۔ لیکن میر یعقوب خان نے اس بیوہ کا
سفر خان سیاہ پاد کے ساتھ کر دیا تھا، اس لئے امیر خان اور یوسف خان، سردار کے خ
ہو گئے تھے۔ چونکہ امیر خان کا داماد مسمی گل خان گنڈا پور اے جی جی بلوچستان کا ذا
تھا، اس لئے گل خان مذکور نے اپنے خسر امیر خان نوشیروانی کو جلد ہی انگریزوں کی
سازش میں شامل کر دیا اور ۱۹ اپریل ۱۹۱۱ء کی رات کو امیر خان نے اپنے لڑکے
کے علاوہ تاج محمد خال۔ برخوردار۔ علی محمد بیت اللہ اور محمد رحیم کبدانی کی معیت
قلعہ خاران کے بیرونی رہائشی مکانات میں مقیم میر یعقوب خان کو قتل کر دیا۔ روایت
کہ اس نے پہلے اس کے محافظین کو قتل کیا اور بعد میں میر یعقوب خان پر سوتے ہی
سازین نامی حبشی کنیز نے اس کی جان بچانے کے لئے مدافعت کی تھی۔ اسے بھی تہ تیغ کر د

امیر کابل سے قربت

سردار محمد یعقوب خان نے بھی اپنے اسلاف کی طرح ا
سے اپنے تعلقات کو استوار رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ اور حسب معمول تحفہ و تحائف کا
برقرار رکھا۔ ۱۳۲۹ھ کے جاری شدہ ایک مراسلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر کابل نے جا

ک گھوڑی کی زین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سردار خاماں کو ان کے عوض میں کچھ زرینہ بہا
ورہ بھیجا۔ امیر افغانستان نے اپنے مذکورہ بالا مراسلہ میں حسب ذیل القاب تحریر

زت و خلوصیت ہمراہ سردار محمد یعقوب خان خارانی در حفظ حضرت الٰہی باشید۔

شہید میر یعقوب خان کی شخصیت

شہید میر یعقوب خان جو ۲۶ سال کی عمر میں سردار تسلیم کئے گئے تھے۔ پختہ عمر کی وجہ سے وہ انتہائی تجربہ کار۔ ذہین۔ نڈر اور مستقل مزاج واقع ہوئے تھے۔ اُسے عوام اور وطن سے والہانہ محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ اُس نے اپنے علاقہ کے مفادات کے پیشِ نظر انگریزوں کی دشمنی مول لی جو اس کی شہادت کا سبب بنی۔ خاران کا یہ رحمدل خدا پرست اور نیک سیرت سردار ہر وقت علم و عمل میں مصروف رہتا تھا۔ وہ اپنی خود داری اور خارانی عوام سے گہری محبت کے باعث صرف ڈیڑھ سال ہی سردار رہ سکا اور ۲۸ سال کی عمر میں اُسے اس کے چچا امیر خان نوشیروانی نے انگریزوں کی شہ پر شہید کر دیا۔

اس کے مقبرہ پر نصب سنگ مرمر کے کتبے پر یہ اشعار درج ہیں :-

چو تاریخ جہاں کردند آغاز
چنیں دادند از آدم جز باز

اے ہم نفساں تا اجل آمد بسرِ من	از پا در افتادم خون شد جگرِ من
رفتم بہ چناں جائے کہ باز آمدم نیست	نہ است امیدم کہ کس آید در من
بر من چہ درہا چہ فرو بست اجل سخت	تا روز قیامت نہ در آید در من

خویشاں عزیزاں بسرِ خاک من آیند
از خاک بپرسند نشان و اثرِ من

امیر حبیب اللہ خان نوشیروانی

نواب میر حبیب اللہ خان

۲۳ ستمبر ۱۹۱۱ء تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء

میر محمد یعقوب خان کی شہادت کے بعد اس کے کمسن بیٹے میر محمد حبیب اللہ خان [illegible]لوری پر بٹھا کر شب و روز ایک کر کے جھالاوان کے نواب میر پسند خان زہری کی پناہ میں [illegible] دیا گیا۔ اور اس سے خاران کی سرداری حاصل کرنے کیلئے گیارہ سالہ حبیب کی امداد [illegible]مطالبہ کیا گیا: چنانچہ میر پسند خان نے دیگر براہوئی سرداروں سے صلاح و مشورہ کیا۔ اور [illegible]پایا کہ بخوشی یا بزور شمشیر میر حبیب اللہ خان کی سرداری حاصل کی جائے۔ آخر کار بعض سردا[illegible] مشتعل ہو گئے کہ وہ اسی لمحے طاقت کے زور سے خاران کی سرداری حاصل کر کے اپنے [illegible]وزین کو دلا دینگے ۔ لیکن بعض معاملہ فہم بزرگوں نے انھیں مشورہ دیا کہ طاقت [illegible] پہلے امیر خان کو کوئٹہ طلب کر کے حکومت ہند کے نمائندے کے روبرو اس معاملہ کا [illegible]فیصلہ کیا جائے۔ بہر حال یہ سردار اسی گو مگو میں الجھے ہوتے تھے، اور ابھی تک کوئی قطعی فیصلہ [illegible]نہیں کر پائے تھے کہ امیر خان کو معاملہ کی سنگینی کا احساس ہو گیا۔ اور اس نے براہوی سرداروں [illegible]سے پہلے اپنی سرداری کو تسلیم کرانا چاہا۔ وہ بار بار حکومت سے یہی مطالبہ کرتا رہا کہ [illegible] خاران کا جائز سردار تسلیم کیا جائے۔ لیکن خان قلات کی مداخلت اور حبیب اللہ خان [illegible] لشکروں کی جمع آوری سے متاثر ہو کر حکومت نے امیر خان کے ایک رشتہ دار خان [illegible]محمد خان گنڈاپور کو خاران بھیج دیا کہ وہ امیر خان کو کوئٹہ لائے۔ لیکن خود ساختہ سردار اپنی [illegible]عارضی طاقت کے گھمنڈ میں چور تھا اس لئے اس نے کوئٹہ آنے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار [illegible]حبیب اللہ خان اور اس کے حامی بہت مشتعل ہوئے۔ اور اس سے پیشتر کہ وہ امیر خان پر [illegible]کرتے۔ خان بہادر جلال الدین (خان آف قلات کے سابق سیاسی مشیر) کو دونوں فریقین کو [illegible]منانے کے لئے بھیج دیا گیا۔ چنانچہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۱ء کو ہر دو فریق مع حامی سرداروں کے [illegible]

۲۳ ستمبر ۱۹۱۱ء کو تین نوشیروانی معتبرین اور سرداران، جھلاوان اور مکران کے چند

سرداروں پر مشتمل ایک نمائندہ جرگہ نے امیر حبیب اللہ خان کو خاران کا جائز سردار قرار دیا جسے ایجنٹ گورنر جنرل نے منظور کر لیا۔

چنانچہ دوسرے دن میجر دیب ولیز سی آئی ای پولیٹکل ایجنٹ ایک مضبوط سکاٹ کے ساتھ حبیب اللہ خان کو خاران لایا۔ لیکن میر امیر خان نے اپنے لڑکے یوسف خان کی معاونت سے میجر مذکور کی خاران آمد پر مزاحمت کی اور مسلح دستہ کے ساتھ ان کے مقابلہ پر اتر آیا، مگر ۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء کو دہ پتن کے مقام پر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔

حسن خان نوشیروانی کی بغاوت

میر امیر خان کے ہتھیار ڈالنے پر میجر ویب ویر بغیر کسی مزاحمت کے ۲۶ ستمبر کو خاران پہنچا اور یہاں پر ان تمام اشخاص کو گرفتار کیا گیا جو میر یعقوب خان کے قتل کے جرم میں ماخوذ تھے۔ لیکن حسن خان نوشیروانی، جو امیر خان کا قریبی رشتہ دار اور اس قتل میں اس کا معاون و مددگار تھا، اور پھر خاران کے ایک جنگی پلٹون کا سربراہ بنا دیا گیا تھا، سیستان کی جانب فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے وہاں چاغی لیویز کے ایک خالی کردہ چوکی پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن کیپٹن ڈیوک کے ساتھ مکران کی لیویز کی آمد پر حسن خان کو یہ چوکی چھوڑنی پڑی۔ اور وہ یہاں سے نکل کر ناوگ میں پناہ گزین ہوا۔ جہاں اُسے سردار خاران کی لیوز کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ یہاں اس کے لشکر کو غیر مسلح اور منتشر کر کے اُسے خاران میں ہنگامہ اور بدامنی پھیلانے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔

کمسن سردار کا پہلا جرگہ

امیر حبیب اللہ خان نے سندِ سرداری پر بیٹھنے کے کوئی ایک ہفتہ بعد ۳ اکتوبر کو خاران کے قبائل کا جرگہ بلایا، جس میں دور دراز کے لوگوں نے آ کر سردار کو مبارک باد دی اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ نئے سردار کے اس پہلے دربار میں حکومت برطانیہ کے آفیسر، خاندانی نوشیروانی اور مقامی قبائل کے چیدہ چیدہ معتبرین نے کمسن سردار کے لئے ایک اتالیق کی تجویز

پیش کی اور اس طرح سردار کی مشاورت اور مدد کیلئے شاغاسی مولاداد کو بطور آتالیق مقرر کر دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ خان بہادر شریف خان کو ان کا نیٹو اسسٹنٹ مقرر کر دیا گیا، جو بوقت ضرورت خاران کے انتظام میں شاغاسی کو ضروری مشورہ دیتا تھا۔ [1]

میر امیر خان اور اس کے لڑکے کا انجام

سردار میر محمد یعقوب خان نوشیروانی کے قتل کی تحقیقات چند ماہ بعد مکمل کر لی گئی۔ اور اگست ۱۹۱۰ء میں اے جی جی بلوچستان نے میر امیر خان کو اس قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر اسے پانچ سال قید محض کی سزا دی گئی چونکہ میر احمد خان جو سردار میر خان کا لڑکا اور کافی عمر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ یہ رعایت کی گئی اور قید کے اس مختصر عرصے کو اس کی بقایا عمر کی سزا کے لئے کافی خیال کیا گیا۔ جبکہ اس کے جوان لڑکے میر یوسف خان کو گیارہ سال قید کی سزا دی گئی اور ان کی تمام موروثی اور غیر موروثی جائداد شہید میر یعقوب خان کے خون کے عوض میر حبیب اللہ خان کو دیدی گئی۔

میر امیر خان کی سزا ۱۸-۱۹۱۷ میں مکمل ہو گئی۔ اس لئے اُسے رہا کر دیا گیا، مگر اُسے خاران آنے کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ اُسے لورالائی میں نظر بند رکھا گیا، جس کی بقایا عمر وہیں گذر گئی۔

پہلی جنگِ عظیم

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جرمنی کے ساتھ ترکی کی شمولیت نے دنیائے اسلام کی توجہ دیاں جرمنی کی طرف پھیر دیں۔ ترکی کے خلیفۃ المسلمین نے حکومت برطانیہ کے خلاف مذہبی جہاد کا جو اعلان کیا۔ اس سے بلوچستان کے طول و عرض قبائل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ایک طرف ایران اور ایرانی بلوچستان کے راستے جرمن اور ترک پروپیگنڈہ جس میں انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی مؤثر انداز میں تبلیغ ہوتی تھی۔ خاران اور چاغی کے راستے اندرونی بلوچستان

[1] بلوچستان (ون یونٹ سے پہلے) ۱۹۸

تک پہنچنے لگا۔ اور دوسری طرف خاران، ایرانی بلوچستان، چاغی اور مکران میں جرمن اور ترک جاسوسوں کی سرگرمیوں سے انگریزوں کے خلاف جذبۂ جہاد نہایت تیزی سے اُبھرا۔ انگریزوں کے خلاف جا بجا مسلح مزاحمت کا روپ دھار لیا۔

چونکہ میر حبیب اللہ خان کٹر مذہبی شخص تھا؛ اس لئے اس نے ترکی اور جرمنی کی طرف سے شائع شدہ پمفلٹوں اور اعلانوں کو، جن میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کی تبلیغ کی گئی تھی، ایرانی بلوچستان سے منگوا کر پورے بلوچستان میں تقسیم کرنے کا انتظام کیا۔ انگریزوں کے خلاف میر محمد خان زرک زئی، میر عظیم خان مینگل، سردار نوردین مینگل اور نورا مینگل جیسے بہادر مجاہدوں کی مالی و اخلاقی اعانت کرنے لگا، چنانچہ جب ان مجاہدین کو افغانستان یا ایران بلوچستان جانا پڑتا تھا وہ خاران ہی کے راستے جاتے، جہاں سے یہ سردار خاران کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کی مالی اعانت کے علاوہ انھیں بحفاظت سرحد پار کراتے تھے، چنانچہ سردار میر حبیب اللہ خان کے جذبۂ ایثار اور بے لوث خدمات سے متاثر ہو کر ان مجاہدوں کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوئے، اور انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف قابلِ تقلید مثالیں قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اگر اس اہم علاقہ میں اُن حریت پسند مجاہدین کو سردار خاران کی پناہ اور امداد نہ ملتی تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ بلوچوں کی یہ تحریک اُبھرنے نہ پاتی۔

یہی سردار خاران کا جذبۂ بلوچیت ہے کہ جب اُس سے فوج بھرتی کے لئے انگریزی نمائندہ ریمزے نے سختی سے مطالبہ کیا تو اس نے جواباً کہا کہ سردار خیر بخش مری فوج میں بھرتی دے تو وہ بھی بخوشی اپنے قبائل سے بھرتی دیں گے۔ چنانچہ گورنر جنرل کے نمائندے سر ریمزے لاجواب ہو کر خاموش ہوگئے، اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں ایچ۔ آر۔ سی ڈابس نے انعام و خطاب کا لالچ دیکر اس کو پھسلانے کی کوشش کی، مگر وہ ناکام ہوئے۔

نورا مینگل کی گرفتاری

۱۹۱۴ء کی عظیم جنگ کے دوران جب برطانوی سامراج نے بلوچستان کے عوام فوج میں بھرتی کیلئے جنگجو جوانوں کا مطالبہ کیا تو بلوچ رہنماؤں نے آدمی دینے سے صاف

انکار کردیا اور کہا کہ "بلوچ استمان اپنی مادرِ وطن کے ننگ و ناموس کے لئے تو اپنی جانیں قربان کرسکتے ہیں، لیکن کوئی بلوچ فرزند انگریز جیسی غیر قوم کے دفاع کیلئے جانی قربانی دینے کو تیار نہیں۔" دوسری طرف انگریز اپنے اس حکم پر بضد رہے؛ چنانچہ بلوچستان کے مختلف علاقوں کے غیور جوانوں نے برطانوی حکومت کے خلاف آزادی کی جنگ شروع کردی۔ ۱۹۱۷ء میں مجاہدین نے نورالدین مینگل (نورا مینگل) کو ترکی[۱] کی اسلامی خلافت سے تعلقات اور رابطہ قائم کرنے کیلئے روانہ کردیا۔

نورا مینگل حسبِ معمول اپنے سفر کے دوران ایک رات سردار خاران کے پاس ٹھہرنے کیلئے ان کے قلعہ میں گیا، اگرچہ محافظین نے حفظ ماتقدم کے طور پر انکا اسلحہ وغیرہ کو علیحدہ رکھ دیا تھا؛ لیکن سردار خاران نے اس کو اپنے مہمان خانہ خصوصی میں رکھا اور تین دن تک اس کی انتہائی کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے خاطر تواضع جاری رکھی۔ اس ملاقات کے دوران سردار صاحب، نورا مینگل کو اپنا "دستِ راست" قرار دیا۔ چنانچہ جب اس مجاہد نے روانگی کا عزم کیا تو سردار نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ غازی نورا کو اس کی زادِ راہ کے علاوہ نقدی اسلحہ، کارتوس اور ایک گھوڑی بھی دے دی جائے اور اسے رخصت کیا جائے: لیکن شاغاسی اور مولاداد انگریزوں کا خیر خواہ تھا اور ہمہ وقت انگریزی نمائندوں کو ریاست کے متعلق اہم اطلاعات فراہم کیا کرتا تھا۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ اگر نورا مینگل خاران کی طرف آئے تو اسے گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ شاغاسی مولاداد نے سردار صاحب سے کہا کہ وہ اس باغی کو گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالے کرے۔ ورنہ اگر انگریزی حکومت کو یہ معلوم ہوگیا کہ نورا مینگل آپ کی پناہ میں رہا ہے تو وہ آپ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیگی لیکن سردار صاحب نے اپنے شاغاسی کو جھڑک کر جواب دیا کہ نورا مینگل میرا بھائی ہے میں اسے ایک غیر قوم کی خوشنودی کے لئے ہرگز گرفتار نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی میں اس کے انجام سے خوفزدہ ہوں؛ لہٰذا میرے حکم کی تعمیل کرکے نورا مینگل کو باعزت طور پر رخصت کردیا جائے۔"

[۱] وس بلوچی جراتی ۱۹۷۰ء

بدقسمتی سے اُسی دن سردار صاحب شکار کیلئے نکل گئے اور اس طرح وہ
باہر رہے ادھر شاغاسی مولا داد کو سنہری موقع ملا، وہ سردار صاحب کے خسر
فتح محمد کو اپنا مہرا بناکر سردار صاحب کی والدہ ماجدہ کے پاس گیا اور اسے
قہر و غضب اور لامتناہی دشمنی کی من گھڑت داستانیں سُنا سُنا کر اس بات پر
کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ نورا کو انگریزوں کے حوالے کیا جائے۔ اس طرح شاغاسی
کی ریشہ دوانیاں کامیاب ہوئیں، اور سردار صاحب کی والدہ ماجدہ نے اپنے
استعماری طاقتوں کی عقوبت سے بچانے کے لئے حکم دیدیا کہ نورا کو فوری طور پر
حکومت کے سپرد کردیا جائے۔ ادھر موقع پرستوں نے میر نورالدین مینگل کو جب
اقدام سے آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ میری گرفتاری سے ایک بڑی ریاست
کی ساکھ محفوظ ہوگئی ہے"۔ چنانچہ نورا مینگل کو نوشکی لاکر انگریزوں کے سامنے کی
میں دے دیا گیا۔

سردار صاحب کو واپسی پر جب اس سانحہ کا علم ہوا تو اس نے اشتعال میں
دیا کہ شاغاسی مولاداد کو قتل کردیا جائے، لیکن یہاں پر بھی اس کی والدہ آڑے آئی اور
نے زار و قطار رو رو کر فریاد کی کہ نورا مینگل کو میں نے گرفتار کرایا ہے۔ اس میں شاغاسی
کا کوئی قصور نہیں۔ چنانچہ سردار صاحب نے فرطِ غم اور غصہ سے تین دن اور تین راتوں
نہ کچھ کھایا، اور نہ آرام کیا۔ بلکہ وہ اس دوران نورا مینگل کی بندوق کو بوسہ دیتا
کرتا اور آنسو بہاتا رہا۔

ادھر جب انگریزی نمائندہ ڈیوکو، جو اس وقت دہلی میں مقیم تھا، نورا کی گرفتاری
اطلاع ملی تو اس نے اپنی داڑھی صاف کرائی، کیونکہ بقولِ ولی محمد، جو اس انگریز
تھا، ڈیو نے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک نورا گرفتار نہیں ہوتا، وہ اس وقت تک
نہیں منڈائیگا۔

یہ یاد رہے کہ نورا ولد میر حمزہ مینگل کو ۹ اگست ۱۹۱۹ء کو قلات کے ایک سردار
نے عمر قید کی سزا سنائی، لیکن تین سال بعد یعنی ۳۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو یہ خاموش

حیدرآباد جیل میں فوت ہو گیا۔

...دوتف سے انگریز سردار خاران سے بدظن ہو کر بدلہ لینا چاہتے تھے

خطابات

لیکن مشرقی بلوچستان میں ہمہ گیر بغاوت سے بوکھلا کر خاران کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر سردار خاران پر ہاتھ ڈالنے سے گریز کرتے رہے، البتہ آسے اپنا خیرخواہ اور اپنے شکنجے میں لانے کے لئے ۱۹۱۰ء میں سردار بہادر کا خطاب دیا[1] اور مئی ۱۹۲۰ء میں اُسے نواب کا خطاب دیا گیا؛ لیکن پھر بھی اس مردِ حُر کے ضمیر کو نہیں خریدا جا سکا۔ جب انگریز اپنے تمام حربوں اور چالوں میں ناکام ہوئے تو انہوں نے ریاست خاران کو پولیٹکل ایجنٹ چاغی کی بجائے پولیٹکل ایجنٹ قلات کے ماتحت کر دیا۔ اور قلات اور ریاست خاران کے باہمی تعلقات بگاڑنے اور بلوچ اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کی خاطر نواب خاران کو ہز ہائی نس میر محمود خان کی شاہی حکومت کے ظلم و ستم سہنے کیلئے بلوچ کنفیڈریسی میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔[2]

میر کیا خان ریکی کی زیادتی

میر کیا خان ریکی، جو سرحدی علاقہ ماشکیل کے ریکی قبیلہ کا سربراہ تھا، ہر وقت نواب خاران کے کارندوں کے فرائض کی ادائیگی میں مداخلت کرتا، اور اکثر اوقات مسلح ہو کر انھیں محصول وصول کرنے سے روکتا، چنانچہ اسی قسم کے ایک حملہ میں طرفین کے دو آدمی مارے گئے جس سے بپھر کر میر فتح محمد نائب ماشکیل، ریاست کے لشکر کو جمع کر کے ریکی قبیلہ پر حملہ کرتا، اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ مکران نے فوری مداخلت کر کے اس واقع میں حصہ لینے والوں سے بھاری ضمانتیں لے کر امن کرا دیا۔ اور حفظِ ماتقدم کے طور پر قبیلہ ریکی کی ۲۹ ضرب بنادیق اور سینکڑوں کارتوس اپنی تحویل میں لے لئے گئے۔

بعد میں ۲۹ فروری ۱۹۳۲ء کو یہ اسلحہ میر کیا خان ریکی کو اس اقرار کے ساتھ واپس کر دیئے گئے کہ وہ یہ اسلحہ ریاست خاران اور اس کے اہلکاروں کے خلاف استعمال نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے مبلغ تین ہزار روپے کی نیک چلنی اور حفظِ امن کی ضمانت بھی لے لی گئی

---

[1] ...بلوچستان ایڈمنسٹریشن رپورٹ سال ۱۰-۱۹۱۱ء [2] تاریخ بلوچستان (ون یونٹ سے پہلے) ۱۹۹۰ء دفتر نوشیروانی

افغانستان سے تعلقات

نواب امیر حبیب اللہ خان نے، جو آباؤ اجداد سے شاہانِ افغانستان سے سیاسی
سماجی تعلق رکھتا تھا، اپنے دور میں اس تعلق کو پھر سے تازہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ
آڑے وقت میں شاہِ کابل سے مدد کا خواہاں رہتا، بلکہ وہ ہر سال امیر کابل کو خاران
کھجوروں وغیرہ کا تحفہ بھی بھیجا کرتا تھا۔ اور اسی طرح امیر کابل بھی تحفہ تحائف آتے رہتے
رفتہ ان کے تعلقات اتنے خوشگوار ہو گئے کہ نوبت رشتوں ناطوں تک جا پہنچی، او
نواب زادہ میر شیر علی خان کی شادی برگیڈیئر عبدالغیاث کی دختر سے ہوئی۔
امیر افغانستان اور نواب خاران کی پُرخلوص دوستی کا اندازہ حسب ذیل القاب
بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو امیر کابل نے اپنے مختلف خطوط میں استعمال کئے۔

۱. عزت و صداقت بنیان سردار حبیب اللہ خان خارانی (۲۵ میزان ...
۲. جناب محترم گرامی حبیب اللہ خان خارانی (۱۳۰۲
۳. مودت ہمراہ سردار حبیب اللہ خان برچ خارانی (۱۳۰۸ ...
۴. عزت مند سردار حبیب اللہ خان رئیس حکومت خاران ۱۳۰۲

میر محمد اعظم جان کے لئے سفارش

میر محمود خان کی وفات کے بعد ریاست قلات کی گدی نشینی کے لئے نئے خان
کے انتخاب پر سراوان اور جھلاوان کے سرداران قبائل کی آرا میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک
میر انور جان کو جانشین بنانا چاہتا تھا، جبکہ دوسرا گروہ میر محمود خان کی اولاد کو، بلوچی ر
مطابق کنیز ماؤں سے ہونے کی بنا پر تخت قلات کے جائز وارث قرار دینے کے خلاف
غالباً اسی بنا پر خود میر محمود خان نے بھی ان میں سے کسی ایک کو اپنا ولیعہد مقرر نہیں کیا
اس دوران میں میر محمود خان کے حقیقی بھائی میر محمد اعظم جان نے جو میر محمود خان کے
میں نظر بند تھے، رہا ہونے پر انگریزوں کی شرائط تسلیم کرنے کے بعد اپنی خانی کے لئے

شروع کی؛ چنانچہ اس نے مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۱ر کو نواب امیر حبیب اللہ خان کے
کا ایک مراسلہ میں التماس کی کہ چونکہ میر محمود خان کی کوئی لائق اولاد نہیں؛ اس لئے
اپنا ووٹ مجھے (محمد اعظم جان) کو دیں۔ اس کے علاوہ میر محمد اعظم جان نے نواب مہراللہ
خان مندارری سے بھی اسی تاریخ کو اسی مضمون کا ایک خط نواب خاران کی خدمت
میں بھجوایا۔ [1]

چنانچہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو نواب خاران نے شاہی جرگہ مستونگ میں شرکت کی اور
اپنا ووٹ میر محمد اعظم جان کے حق میں دیا اور اس طرح میر اعظم جان کثرت رائے سے خان
منتخب ہوئے۔

وائسرائے ہند کے دربار میں شرکت

۱۰ر اپریل ۱۹۳۲ء کو لارڈ ولنگٹن وائسرائے و گورنر جنرل ہند میر محمد اعظم جان کو
حکومت برطانیہ کی طرف سے رسمی طور پر قلات کے تخت پر بٹھانے اور تاجپوشی کی رسم
ادا کرنے بلوچستان آیا۔ بلوچستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس غرض کیلئے وائسرائے
ہند یہاں آیا۔

۱۱ر اپریل ۱۹۳۲ء کو لارڈ ولنگڈن نے اس سلسلے میں کوئٹہ کے مقام پر ایک عظیم الشان
دربار منعقد کیا۔ جس میں شمولیت کرنے کیلئے نواب امیر حبیب اللہ خان والئی خاران کو خصوصی طور
دعوت نامہ بھیجا گیا۔ میر محمد اعظم جان کی رسم تاج پوشی کی اس تقریب میں نواب صاحب
خاران کے علاوہ بلوچستان کے سردار، ملکان معتبرین اور حکومت کے سول اور فوجی افسروں
نے حصہ لیا۔ [2]

سمگلنگ کی روک تھام

پسنی اور گوادر سے کافی مقدار میں پارچہ جات۔ چینی۔ شراب۔ سگریٹ۔ سکرین

[1] تاریخ بلوچستان جلد دوم
[2] تاریخ بلوچستان جلد دوم ص ۲۰۴-۲۰۵

چاندی اور مختلف اشیاء مکران کے راستے خاران سمگل کی جاتی تھیں اور پھر یہاں
سے یہ اشیاء چاغی اور بیرون ریاست برآمد کی جاتی۔ یہ کاروبار اتنی تیزی اور آزادی
سے جاری ہوا کہ حکومت ہند کے کارندے اس پر قابو نہیں پاسکے، چنانچہ پولٹیکل ایجنٹ
چاغی نے سورخہ ۱۰؍ دسمبر ۱۹۳۴ء کو نواب صاحب خاران کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا
اور اس امر کی تاکید کی کہ خاران میں ان اشیاء کی درآمد پر پابندی لگادی جائے۔ اس پر
والئی خاران نے اپنی سرحدی چوکیوں کو سمگلنگ کی روک تھام کیلئے ضروری ہدایات
جاری کردیں۔

محمد حسنی قبیلہ سے مالیہ لینے کی ممانعت[1]

سردار محمد حسنی نے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کو شکایت کی کہ نواب خاران اس کے
قبیلہ محمد حسنی سے ناجائز طور پر مالیہ وصول کررہا ہے۔ حالانکہ اس قبیلہ سے مالیہ لینے کا
اصل حقدار اُن کا سردار ہے۔ پی اے قلات نے اس کی درخواست منظور کرتے
ہوئے ۱۶؍ جنوری ۱۹۳۵ء کو نواب صاحب کو یادداشت بھیجی کہ محمد حسنی قبیلہ تین سو سال
سے زائد عرصہ سے خاران میں رہ رہا ہے۔ ان سے مالیہ (مالی) لینا سردار رستم خان
محمد حسنی کا حق ہے؛ اس لئے یہ مالی (ایک قسم کا سرداری ٹیکس) مذکورہ قبیلہ کے سردار کیلئے
چھوڑ دیا جائے اور جب سردار محمد حسنی مالی وصول کرنے آئیں تو ان کی مدد کی جائے۔

گورجک کا تنازعہ

نیابت مشکے کے موضع گورجک کی اراضیات نواب خاران کی ملکیت تھیں
جس کے قریب ہی ریاست قلات کی ایک قطعہ زمین تھی، سب تحصیل مشکے کے انچارج
اسی بہانے والئی خاران کی اراضیات میں سے ایک قطعہ پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی کوشش
کی، مگر ریاست خاران کی مداخلت سے وہ زمین پر قبضہ تو نہیں کرسکا، البتہ
جھلاوان کے نائب وزیر میر عبدالعزیز کرد نے گورجک کو قلات کا حصہ قرار دیکر حملہ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس

[1] ۔ دفتر نوشیروانی

اس طرح یہ تنازعہ شدید صورت اختیار کر گیا فریقین نے اپنے اپنے علاقوں میں لشکر جمع کرلئے، عین ممکن تھا کہ ان میں گولی چلتی اور خون خرابہ ہوتا کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے مداخلت کرکے حکومت قلات اور نواب خاران کے لشکروں کو منتشر کرادیا۔ اور متنازعہ اراضی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے فریقین کی منظوری کیلئے ایک غیر جانبدار ثالث مقرر کرنے کی تجویز پیش کی۔

انگریز سرکار کی دورنگی چال

سرکار انگلیشیہ نے ایک غیر جانبدار کمیشن کی تجویز پر عملدرآمد کرنے میں جان بوجھ کر تاخیر برتی تاکہ ان کے مابین ایک زبردست قبائلی فساد اٹھ کھڑا ہو۔ انگریز حسب ذیل فائدے اور مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے خاران اور قلات کے درمیان ہنگامہ آرائی کرانا چاہتے تھے۔

(الف) یہ کہ خان قلات اپنی ریاست میں کس قدر ہردلعزیز ہیں اور اس کے قبائلی کس حد تک جانی اور مالی قربانی پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی لشکری طاقت کس قدر ہے۔

(ب) یہ کہ نواب امیر حبیب اللہ خان کے متعلق اس کی اطلاع کی حقیقت سامنے آجائے کہ واقعی اس نے ایک خارجی حکومت کے ساتھ خفیہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ اور اس حکومت نے انگریزوں کے خلاف بلوچ لشکر اور اسلحہ سے امداد دینے کا یقین دلایا ہے۔

چنانچہ ان دو مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے گورجک کے تنازعہ زمین سے فائدہ اٹھا کر انگریزی حکومت نے ایک طرف سے خان معظم کو نواب امیر حبیب اللہ خان کے خلاف بھڑکایا اور دوسری طرف سے نواب خاران سے بدظن کرایا۔ یہاں تک کہ پولیٹیکل ایجنٹ قلات نے نواب خاران کو ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ترغیب دی اور دوسری طرف خان قلات کو ہر ممکن امداد دینے کا یقین دلایا۔ [1]

---

[1] تاریخ بلوچستان ص ۲۸۳، ۲۸۴

ملشبند پر شبخون

چنانچہ کمیشن کی تاخیر اور حکومت برطانیہ کے اکسانے پر ۱۹ نومبر ۱۹۲ء کی رات
نواب خاران کے ایک مختصر سے دستے نے حکومت قلات کی ملشبند نامی پہاڑی پر
چوکی پر شبخون مارا اور خان کے سپاہیوں کو مع ان کے رائفلوں کے گرفتار کر کے
اس واقعہ کی خبر پاکر جھلاوان کے اس وقت کے نائب وزیر میر گل خان نصیر نے
میں آکر والئی خاران کے کارندوں کی اس حرکت کو حکومتِ قلات کے حق میں
اور ناقابلِ برداشت امر قرار دیتے ہوئے ' خان معظم کو
قبائلی لشکر
پر مجبور کر دیا۔

خاران پر ... حملہ

الغرض ایک ہفتہ کے مختصر عرصے میں ریاست قلات کے قبائل سے گیارہ ہزار افراد
کا ایک مسلح قبائلی لشکر جمع کیا گیا اور تمام لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کر کے ۲۰ نومبر کو
نے بیک وقت خاران پر بہ تفصیلِ ذیل چڑھائی کر دی:[2]

پہلا دستہ ——— شہزادہ عبدالکریم احمد زئی کی زیر کمان اور میر گل
نصیر وزیر جھلاوان کے زیر انتظام براہ گورجک
درہ تنک اور رخشان سے ہوتے ہوئے خاران
طرف آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ نواب خاران کی
سی پلٹن نے اس دستہ کے ساتھ گورجک کے
پر زبردست مقابلہ کیا۔ شاغاسی فتح محمد
اور صوبیدار گوہر خان نے بھی توڑ کر مقابلہ ...

۲۔ ... ...

ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن ان کی چند افراد پر مشتمل پلٹن میں سے تین اشخاص مارے گئے اور سترہ گرفتار ہو گئے اس پر نواب خاران کے اس دستہ نے گورجک کو چھوڑ کر کوہ پشت رخشان کے مقام پر ان کی مدافعت کی۔ یہاں پر بھی ایک دو دن مقابلہ کرنے اور فریقین کے چند آدمی مارے جانے کے بعد خان کے ٹڈی دل لشکر نے کامیابی حاصل کی۔

دوسرا دستہ —— نواب میر نوروز خان زرکزئی کی زیر کمان اور آغا میر حاجی خان احمدزئی نائب وزیر سراوان کے زیر انتظام براستہ شیریو زہ اور تیگ خاران کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی سعی کی۔ چونکہ خاران کی جانب سے ان مقامات پر کوئی مسلح عملہ متعین نہیں تھا؛ اس لئے چند سپاہیوں کے ساتھ ہزاروں مسلح افراد کی لڑائی بے معنی ثابت ہوئی اور وہ بغیر کسی خاص مدافعت کے آگے بڑھنے میں کامیاب ہوئے۔

تیسرا دستہ —— شہزادہ میر محمد رحیم خان احمدزئی کی زیر کمان اور میر عبدالعزیز بنگلزئی ناظم قلات کے زیر انتظام براستہ دشت گوران۔ نیمرغ اور پیچی خاران پر حملہ کیا۔ پیچی پر کوئی عملہ نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس مقام سے بڑھتے ہوئے نوروز قلات پر حملہ کیا۔ یہاں پر خارانی فوج کے کپتان میر خان محمد نائب نوجانزئی نے ان کا مقابلہ کیا لیکن وہ بھی قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اور خان کے ہزاروں افراد پر مشتمل اس دستہ نے نوروز قلات کے گرد و نواح میں گھروں اور بستیوں کو لوٹ دیا۔

چونکہ خان کے اس ٹڈی دل لشکر کی تعداد خاران کی تمام آبادی کے نصف سے
اور اس کے علاوہ یہ غیر متوقع اور اچانک حملہ والئی خاران کے خواب و خیال میں بھی نہ
اس لئے وہ مقابلے کیلئے قبائلی لشکر جمع نہیں کر سکا۔ جس کی وجہ سے خان کے گیارہ ہزار
پر مشتمل مسلح لشکر نے نواب خاران کے ڈھائی سو سپاہیوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی

ادھر نواب خاران اپنا لشکر جمع کرنے اور ایک بھرپور جنگ کی تیاری کا منصو
بنا رہے تھے کہ گورنر جنرل کے ایجنٹ کو بلوچستان میں لامتناہی خانہ جنگی کا خدشہ لاحق
ہوگیا۔ اور اس نے خان قلات کو اپنا لشکر واپس بلانے کا حکم دیا، چنانچہ گیارہ دن کی
کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو خان کے لشکر نے خاران کو خالی کر دیا۔[1]

ریاست خاران کی علیحدگی

گو کہ علاقہ خاران صدیوں سے قلات سے علیحدہ ایک آزاد ریاست کی حیثیت رکھ
تھا اور انگریزوں کی آمد پر بھی اُسے ایک خاص علاقہ قرار دیکر براہِ راست پولیٹیکل ایجنٹ
چاغی یا قلات کے ماتحت رکھا گیا تھا اور لوگ محض رسماً اسے قلات کا حصہ قرار دیتے تھے
لیکن والیانِ خاران بلوچی قومیت اور تنگداری کے پیشِ نظر خان قلات کو احترام اور عزت
کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور یہی جذبات تھے کہ نواب خاران میر محمود خان کے دور میں بلوچ
کنفیڈریسی میں شامل ہوتے تھے۔ لیکن موجودہ خان کی جارحیت، نازیبا اور رسوا کن حملے سے
متنفر اور بدظن ہونے کے بعد اسے رسماً بھی قلات میں شامل کہلانا گوارا نہیں ہوا، اور اس نے
ہر گونہ اپنی آزادی کا اعلان کر دیا، جسے جولائی ۱۹۴۰ء میں حکومت برطانیہ نے بھی بحیثیت ایک
علیحدہ ریاست کے تسلیم کر لیا۔

---

[1] تاریخ بلوچستان III سے ماخوذ

عبدالکریم شورش کا واویلا

خاران کی آزادی کے اعلان پر قلات سٹیٹ نیشنل پارٹی کے جنرل سکریٹری میر عبدالکریم شورش نے ۵ اراگست ۱۹۴۰ء کو ایک کتابچہ میں لکھا۔

"آج خاران جیسا چھوٹا سا علاقہ جس کا کل رقبہ ۱۸ ہزار مربع میل، آبادی تیس ہزار نفوس اور آمدنی تقریباً ایک ہزار روپے ہے، علیحدہ ریاست کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے تو کل کیا اسکا امکان نہیں ہو سکتا کہ نواب بائی خان گچکی بھی یہ کہہ کر مکران کو ایک علیحدہ ریاست بنانے کی مہم شروع کر دے کہ جس صورت خاران جیسا ایک چھوٹا سا علاقہ ایک ریاست بن سکتا ہے تو مکران کو بھی یہ حق دیا جائے۔"

ریاست خاران کی اہمیت بیان کرتے ہوئے میر عبدالکریم شورش نے لکھا کہ:

"ریاست قلات بہر حال موجودہ وقت رہا سہا ایک ایسے بلوچی محاذ کا نام ہے کہ وقت آنے پر اس کے نام سے ہم تمام بلوچوں کا متحدہ بلوچی محاذ قائم کر سکتے ہیں۔ اگر یہ مرکز آج ہی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تو ہمارے بلوچی شیرازہ کا بکھرنا یقینی ہے۔ پس دور اندیشی کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم ایک ایسی ناعاقبت اندیشی، روش اور غفلت کے مرتکب نہ ہو جائیں جو ابدالآباد ہماری ذلت اور افتراق کا سبب بنے ہوئے ہو۔"

شورش صاحب کی یہ اپیل بعد از وقت تھی، اس لئے اس پر اس وقت کوئی توجہ نہیں دلائی جا سکی۔ اگر شورش صاحب اس سے بیشتر خان قلات سے یہی اپیل کرتا کہ خاران کے لوگ بھی بلوچ ہیں ایک زمین کے ٹکڑے پر اس علاقے کی آبادی کے نصف کے برابر ایک لشکر کے ذریعہ بار بار جارحانہ حملہ کرنا متحدہ بلوچی محاذ کے قیام کیلئے نقصان دہ ہے تو شاید کوئی یقین کر لیتا لیکن اس وقت جبکہ خاران کے عوام کو ایک غیر قوم کی طرح بے دردی سے تاراج اور غارت کیا۔ درحقیقت اس راہ پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کیلئے علیحدگی اختیار کریں تو اس صورت میں شورش بابو کی یہ تحریر صدا بہ صحرا کے مصداق کارگر نہ ہوئی اور خاران نے اپنی حیثیت تسلیم کرالی۔

میر شہباز خان کی بغاوت

نواب امیر محمد حبیب اللہ خان طبعاً معتدل مزاج اور حلیم الطبع واقع ہوئے تھے۔ اس کا چھوٹا بھائی میر شہباز خان سخت گیر اور انتہا پسند واقع ہوا تھا، جو چاہتا تھا کہ خاران کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی جائے اور وہ جس طرح چاہے نظم و نسق لیکن اس کی عوام بیزار حرکتیں نواب صاحب کو پسند نہ تھیں اور نہ اسے ہر وقت کے مفادات کے خلاف اقدام اٹھانے پر سختی سے جھڑک دیتے تھے، چنانچہ روز مرہ کی نے اس شہزادے کو بغاوت پر مجبور کر دیا اور اس نے اشتعال میں آکر اپنے بھائی کے خلاف حکومت برطانیہ کو شکایتیں بھیجنا شروع کر دیں۔ لیکن نواب صاحب نے بجائے اس کے قید کی سزا دیتا۔ وطن بدر کر دیا جس کے بعد میر شہباز خان نے سندھ جا کر پذیر خارانیوں کو نواب صاحب کے خلاف اکسایا۔ اسی طرح دالبندین جا کر قادر بخش خدا بخش (زہری) کو بھی اپنی تحریک میں شامل کر لیا جس کے ساتھ مل کر پولیٹیکل ایجنٹ کو والئی خاران کے خلاف گمراہ کن اور مبالغہ آمیز شکایتیں کیں۔ [1]

شکایتوں پر کارروائی کرتے ہوئے پی۔ اے چاغی نے نواب صاحب کو ایک کے ذریعہ ان شکایتوں سے آگاہ کیا اور یہ جاننے کیلئے تحریر کیا کہ شکایت بھیجنے والے کے متعلق صحیح تفصیل انھیں بھیج دی جائے، جس کے جواب میں نواب صاحب نے تحریر کیا کہ ریاست خاران کے کرائی طائفہ سے تعلق رکھتا ہے جسے تخریب کاری کے سبب خاران بدر کیا گیا ہے، اور وہ آج کل دالبندین میں دوکانداری کرتا ہے اور عادتاً مجبور ہونے کی وجہ سے بعض شکایت بھی کرتے رہتے ہیں۔" [2]

سردار تیجا سنگھ کا قتل۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں [illegible] نامی ایک برطانوی آفیسر کی زیر سرکردگی ایک پیمائشی پارٹی نے

---

[1] دفتر نواب صاحب خاران [2] دفتر نواب صاحب خاران ایک مراسلہ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء

کے سلسلے میں خاران آئی جس نے رود ماشکیل میں قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی نگرانی کیلئے ایک سردار تیجا سنگھ نامی کوئی سپروائزر آیا اور کچھ دن اس کیمپ میں ٹھہرا۔ ایک دن معمول جبکہ اس کی ٹیم علاقے میں دورے پر گئی تھی تو وہ اپنے کیمپ میں تنہا بیٹھے بیٹھے اکتا گیا۔ قریب کی آبادی کے بچوں کے ساتھ دل بہلانے کی خاطر کھیل کود اور طنز و مزاح شروع کردیا۔ دیہاتی ماحول کے بچے اور بچیاں اسے دلچسپ پاکر اس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ جب ان بچوں کے والدین میں سے ایک بچی کے والد نے ایک سکھ کو اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو غیرت سے اس کا خون کھول اٹھا اور وہ بندوق اٹھاکر اس پر وار کرنے والا ہی تھا کہ تیجا سنگھ بھاگ گیا اور بھاگتے بھاگتے قلعہ زاوگ میں پناہ گزین ہوا۔ ماشکیل کے نائب مندوست منشی ملا تیمور نے اسے قلعہ کے ایک کمرے میں بند کردیا۔ لیکن اب ان تمام بچے اور بچیوں کے والدین نے مسلح طور پر حملہ کردیا۔ اور اس کمرے کے دروازے کو توڑ کر سکھ سردار کو قتل کردیا۔

چنانچہ ۳ نومبر ۱۹۴۵ء کو ریاست خاران کی حکومت نے مسمی شاہ دوست نصر وغیرہ کو مدال کے قتل سے باز رکھنے کیلئے تین سال کیلئے نیک چلنی کی ضمانت پر پابند کیا۔ اور سردار تیجا سنگھ کے قتل کے جرم اور ریاست خاران کی بدنامی کے عوض میں بالترتیب ایک ہزار روپے اصل قاتل سے اور دو سو روپے معتبرین سے وصول کرنے کے علاوہ مدادال کی توہین کیلئے مبلغ پانچ سو روپے وصول کئے۔

ریاستوں کے متعلق مسلم لیگ کا اعلان

۳؍جون ۱۹۴۷ء کو لارڈ مونٹ بیٹن وائسرائے ہند نے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے
تقسیم ہند کے قبول و اعتراف اور قیام پاکستان کا اعلان کیا اور ۷؍جون ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ
طرف سے ریاستوں کی نسبت مندرجہ ذیل اعلان جاری ہوا۔

"آئینی اور قانونی طور پر ہندوستانی ریاستیں برطانوی اقتدار اعلیٰ کے ختم ہوجانے کے بعد
آزاد اور خود مختار ریاستیں ہوں گی اور اپنے لئے اپنی پسند کے مطابق راہِ عمل اختیار کرنے میں
آزاد ہوں گی۔ ان کے لئے اس امر کی کھلی اجازت ہے کہ خواہ وہ ہندوستان کی قانون ساز
اسمبلی میں شامل ہوں یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کریں یا مکمل آزاد رہنے کا فیصلہ
کریں مؤخر الذکر صورت میں وہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ حسبِ صوابدید خود جس قسم کے
انتظامات وابستہ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں...... آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی ابتداء سے واضح
ہے کہ ہم کسی ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ایک ایسا
معاملہ ہے جسے ابتدائی طور پر والیانِ ریاست اور باشندگانِ ریاست کے درمیان طے
ہونا چاہئیے۔ وہ ریاستیں جو پاکستان دستور ساز اسمبلی میں بہ رضا و رغبت خود شامل ہونے کی
خواہش مند ہوں اور ہم سے مشورہ کرنے یا گفت و شنید کرنے کی متمنی ہوں، ہم کو اس کے لئے
آمادہ پائیں گی۔

برطانیہ سامراج سے آزادی کی کرن

جب حکومتِ برطانیہ کو بامر مجبوری برصغیر چھوڑنا پڑا تو اس نے نہ صرف مسٹر گاندھی
اور قائداعظم محمد علی جناح کو حکومتیں بنانے کی دعوت دی، بلکہ اس نے ریاست قلات
کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ "قلات ہندوستانی ریاست نہیں ہے اور ہندوستان سے مراسم
صرف برطانوی حکومت کے تعلقات کی بنا پر رہی ہیں' اس لئے جب برطانوی حکومت
کا اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائے گا، اور قلات کے معاہدہ سے پہلے کی حالت آزادی کی حیثیت

... خود کراچی اور ریاست قلات اپنے مستقبل کے متعلق طریقہ کار وضع کرنے میں ... ہو گی....

اس کے علاوہ خاران اور دیگر آزاد قبائلی علاقوں کے متعلق سامراجی حکومت نے آخری ... کیا کہ:

اور جہاں تک دوسرے بلوچی علاقوں مثلاً خاران لسبیلہ مری اور بگٹی علاقوں کا تعلق ہے یہ سب علاقے قلات کے حصے ہیں اور ان کے جملہ اختیارات حکومت برطانیہ کے انخلاء پر قلات کو منتقل ہو جائیں گے۔" ؎

مجوزہ معاہدہ نامہ

ان فیصلوں کی روشنی میں خان قلات نے نواب صاحب خاران کو بلا بھیجا اور اس سے ... مستقبل کے بارے میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد خاران کو بخوشی قلات میں شامل ہونے کو کہا اور اس کے سامنے حسب ذیل معاہدہ پیش کیا۔

اقرار نامہ مابین میجر ہز ہائی نس بیگلر بیگی میر سر احمد یار خان جی سی آئی۔ ای خان معظم والی فرمانروائے قلات و نواب امیر حبیب اللہ خان صاحب چیف آف خاران۔

۱۔ نواب صاحب خاران سابقہ دستور و رواج کے مطابق ہز ہائی نس خان معظم کو اپنا فرمانروا اور حکمران تسلیم کریں گے۔

۲۔ ہز ہائی نس خان معظم خاران کو ماتحتی اشتراک کی صورت میں ایک ریاست مانتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ریاست خاران کے خالص اندرونی معاملات میں کوئی دخل نہ دیں گے۔

۳۔ ہز ہائی نس خان معظم نواب صاحب خاران کو قلات کی تمام تقریبات میں تمام

؎ تاریخ خوانین قلات ص ۱۹۵ ؎ ت۔ خ۔ ب۔ ص ۱۴۸

سرداران ریاست قلات سے مقدم سمجھیں گے۔ اور جام صاحب لسبیلہ کے بعد
اس کا نمبر ہوگا۔

۴۔ نواب صاحب خاران پابند ہونگے اور ساتھ ہی اپنے ورثا اور جانشینوں کو پابند کرتے ہیں کہ وہ کوئی سیاسی رسائل و سائل و گفت و شنید کسی اور ملک یا حکومت یا کسی سیاسی جماعت کے ساتھ بغیر رضامندی ہز ہائی نس خان معظم نہیں کرینگے۔ اور ہر صورت میں بحیثیت ماتحتی اشتراک کے کام کرینگے۔

۵۔ ہز ہائی نس خان معظم اقرار فرماتے ہیں کہ ان معاملات میں جو قلات و خاران پر بحیثیت مشترکہ اثر انداز ہوں نواب صاحب خاران کا مشورہ لیں گے۔

۶۔ ریاست خاران کی خارجہ پالیسی کی باگ ڈور اور سنبھال حکومت قلات کے ہاتھ میں ہوگی۔

۷۔ نواب صاحب خاران اقرار کرتے ہیں کہ جب کبھی حکومت قلات ان سے کوئی مدد طلب کریگی تو نواب صاحب خاران حتی المقدور ان کی ہر طرح مدد کرینگے۔ اس طرح خان معظم خاران کی ہیئت سابقہ برقرار رکھنے کے واسطے نواب صاحب کو ہر ضرورت کے موقع پر پوری مدد کرینگے۔

۸۔ خداداد ریاست خاران وہی ہوگی جو کہ اقرار نامہ ہذا کے ضمیمہ اے میں درج ہے۔ ان حدودات کو ہز ہائی نس خان معظم تسلیم فرماتے ہیں۔

۹۔ یہ اقرار نامہ ہمیشہ کے واسطے ہے اور ہر دو فریقین کے ورثا اور جانشین پابند ہوں گے۔

۱۰۔ اس اقرار نامہ کا نفاذ فوراً اس وقت سے شروع ہو جائے گا جبکہ موجودہ اقرار نامہ جات و معاہدات مابین فریقین و گورنمنٹ برطانیہ کے ختم ہو جائیں
لیکن نواب صاحب خاران نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور جواباً کہا کہ وہ اپنے قبائل سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اس اقرار نامہ کے سیاق و سباق پر رجوع کر کے فیصلہ کرینگے۔

نواب امیر حبیب اللہ
خان اپنے فرزندان
کے ساتھ (۱۹۲۵ء میں)
دائیں سے بائیں
میر طاہر خان
میر بلوچ خان
نواب صاحب
میر شیر علی خان
میر علی احمد جان
اور سامنے میر یعقوب خان

قرارداد

امیر حبیب اللہ خان، خان قلات کے ساتھ کوئی حتمی فیصلہ کئے بغیر وطن
چنانچہ امیر حبیب اپنی ریاست کے تمام قبائلیوں کے سرکردہ اور چیدہ چیدہ
واپس آگیا۔ اور یہاں پر دعوت نامے بھیجے اور مئی، ۱۹۴۷ء میں خاران کے مقام پر ایک عظیم الشان
لوگوں کے نام جرگہ منعقد کیا۔ نواب صاحب نے جرگہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ انگریزی حکومت
برصغیر کو آزاد کر رہی ہے، اس لئے اس کے بعد ہمیں
کا اقتدار ختم ہو گئی ہے، اور اب وہ حکومت بنانی ہے۔ چونکہ آزادی ملنے پر کانگریس، مسلم لیگ، خان قلات اور
اپنی رہنمائی علیحدہ علیحدہ حکومتیں بنا رہے ہیں؛ اس لئے آپ اپنا مستقبل ان میں سے کسی ایک
کے ساتھ وابستہ رکھنا چاہتے ہیں یا آپ اپنی ایک علیحدہ قومی و ملی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔
کافی بحث و تمحیص اور سوچ بچار کے بعد خاران کے قبائلیوں نے یہ قرارداد پاس
کی کہ چونکہ ہر قوم کو علیحدہ آزادی اور خود مختاری مل رہی ہے؛ اس لئے وہ بھی اپنی ایک
علیحدہ قومی اور ملی ریاست بنائیں گے۔

آئین خاران

چنانچہ اسلامی اصول پر ایک آئین کا خاکہ تیار کیا گیا۔ اور امیرِ وطن کو امیری وراثت
برقرار رہے گی، خواہ وہ کتنا ہی نالائق کیوں نہ ہو۔
محکمات، وزیر، نائب وزیر مال نائب وزیر ترقیات
(P.A کا گریڈ) (E.A.C کے برابر)

اور پھر:
نواب صاحب خاران، صدر جمہوریہ (وراثتی صدر) حاکم اعلیٰ ہوگا
عدالتیں: دیوانی مقدمات شریعت میں تصفیہ کئے جائیں اور سزا و جزا کے لئے
موکل یا شاہی جرگہ میں بنیں ہوں۔

دربار خاران کے ارکان

فی ہزار کس   =   ایک نمائندہ بطرایق ذیل ہوگا۔

تمام نیابتوں کے رکن   =   ۴۰ اگر مردم شماری میں پورے نہ ہوں تو نامزدگی سے پورے کئے جائیں گے۔

وزرائے ریاست   =   ۴

علمائے کرام   =   ۵

ہندو تاجر   =   ۱

مسلم تاجر   =   ۵   کل = ۵۵

ہر رکن کے لئے لازم ہے کہ وہ نسلاً خارانی ہو یا پچاس برس سے خاران میں مقیم ہو اور ۳ ہزار روپے کی غیر منقولہ جائداد رکھتا ہو جس کی تعلیم کم ازکم مساجد کی تعلیم عربی فارسی تک ہو نیز جس کے خلاف کوئی اخلاقی جرم کا مقدمہ ثابت نہ ہوا ہو اور اس کے علاوہ اور دیوانِ خاص کے نام سے دو اسمبلیاں بنائی جائیں گی۔

خان قلات کی جھنجلاہٹ

خاران کی علیحدہ ریاست قائم کرنے کی تجویز کا سن کر خان قلات جھنجلا اٹھا چنانچہ اس نے وائسرائے ہند سے رابطہ پیدا کیا، اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔

اس پر حکومتِ برطانیہ کے نمائندہ وائسرائے ہند نے بتوسط اے جی جی بلوچستان نواب صاحب خاران اور جام صاحب لسبیلہ کے تعلقات جو پہلے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ساتھ وابستہ تھے اب مورخہ ۱۵ رجولائی ۱۹۴۷ء سے حکومت قلات کو منتقل کردیئے گئے۔

اور اس سلسلے میں اے جی جی بلوچستان کی طرف سے نواب صاحب خاران کو حسبِ ذیل مراسلہ بھیجا گیا۔

نمبر ۱ دفتر فرشہر ران

بخدمت نواب صاحب خاران!

عالی جاہ رفیع جایگاہ عزت ہمراہ مشفق مکرم مہربان نواب محمد حبیب اللہ خان صاحب

نوشیروانی والئی خاران بعافیت باشد!

بعد سلام خیریت انجام آنکہ آپ کو علم ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے ہز ایکسی لینسی سابقہ
کا ضبط (کنٹرول) ریاست قلات و خاران پر سے ختم ہو جائے گا۔ لیکن میں اس تاریخ
[illegible] قلات ایجنسی کے محکمہ کو بند کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے میرے واسطے یہ ضروری ہو گیا
[illegible] یہ واضح کر دوں کہ آپ کی آئندہ حیثیت کیا ہو گی۔ ۸ نومبر ۱۹۳۹ کو سر آبرے متکاف
[illegible] کہ ایک مراسلہ لکھا تھا کہ آپ بحیثیت حکمران ریاست خاران ہز ہائی نس خان صاحب
[illegible] کی رسمی سرداری کو تسلیم کریں۔ کیونکہ آپ بلوچ اتحاد (کانفیڈریسی) کے ایک رکن
[illegible] جس کا سرکردہ خود ہز ہائی نس خان آف قلات ہیں۔

اب اس فیصلہ کے مطابق جس کی اطلاع آپ کو سال ۱۹۳۹ء میں دی گئی تھی۔
[illegible] جولائی سے آپ کے خارجی تعلقات ریاست قلات کو منتقل کر رہا ہوں، اور آئندہ ہز
ہائی نس کے احکام کے مطابق اس بارہ میں کارروائی کیا کریں گے۔ میں نے پہلے ہی سے آپ
[illegible] کے انتظامات حکومت قلات کے ذریعے چلائے جانے کے احکام جاری کر دیے ہیں
[illegible] حیثیت بدستور سابق ریاست قلات کے تابع حکمران کے رہیگی اور یہ آپ کا فرض ہوگا
ہز ہائی نس کی ان ہدایات کی جو وہ آپ کو خارجی معاملات کے متعلق دیں، پابندی کریں۔ اگر
آپ ایسا کرنے سے قاصر رہیں تو وہ اپنی حیثیت منوانے کیلئے جو کارروائی کرنا چاہیں گے،
کریں گے۔

اس مراسلے کی ایک نقل ہز ہائی نس خان صاحب والئی قلات کی خدمت میں بھجوائی جا رہی
ہے۔ امید ہے بفضل تعالیٰ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

جناب جلالتمآب سر جیفرے پرائر کے سی آئی اے

ایجنٹ گورنر جنرل ریذیڈنٹ (چیف کمشنر)

(بلوچستان)

آزادئ ریاست خاران کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔

وائسرائے ہند اور قائد اعظم محمد علی جناح کی گفت و شنید اور متفقہ دستخط کی
رشنی میں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو بروز جمعہ یعنی آزادئ ہند و پاک سے دو دن پہلے میر احمد یار
قلات کی مکمل آزادی کا اعلان کیا۔ اسی دن جامع مسجد قلات میں ان کے نام کا خطبہ
اور بعد نماز جمعہ آزاد قلات کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔

اس کے بعد اس نے دیوان عام اور دیوان خاص کے نام سے دو قومی اسمبلیاں
جن میں سراوان، جھلاوان، کچھی، مکران اور قلات کے قبائل سے بااثر ممبروں کو
شامل کیا گیا۔ ان ایوانوں کے ایک دو اجلاس بھی ہوئے اور پاکستان کے ساتھ الحاق کے
مسئلہ پر غور کرنے کے علاوہ ریاست خاران اور ریاست لسبیلہ کو قلات میں شامل
کی حتی المقدور کوششیں کی گئیں لیکن پاکستانی وزارت خارجہ نے ستمبر ۱۹۴۷ء کو خان معظم
کہ پہلے قلات پاکستان کے ساتھ الحاق کرے پھر اس کا فیصلہ کیا جائے گا کہ آیا خاران
اور مستاجر علاقہ جات قلات کو واپس ملینگے یا نہیں؛

نواب صاحب خاران نے دیکھا کہ خاران کی علیحدہ ریاست قائم کرنا خیال خام
جبکہ خان معظم خاران کی آزادی کو سلب کر کے اپنا غلام بنانا چاہتا ہے، اسلئے
حکومت پاکستان کے ساتھ رابطہ پیدا کر کے اپنا راشن کا کوٹہ بھی قلات سے جدا کر
اور وہ راشن پاکستانی آفیسروں کے توسط سے لینا شروع کر دیا۔ اسی دوران قائد اعظم
نواب خاران کو کراچی میں طلب کر کے اسے یاد دلایا کہ حکومت قلات قبائلی سرداروں کی ایک
رضاکارانہ فیڈریشن کی حیثیت سے وجود میں آئی ہے۔ اور اگر خاران کو قلات کا
تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس فیڈریشن کا ہر ممبر جب چاہے اپنے مرکز سے جدا ہو سکتا ہے
اسی طرح خان معظم کے معتمد وزیر اعظم نواب زادہ محمد اسلم خان نے بھی نواب خاران
کو مشورہ دیا کہ وہ فوری طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کرے۔

قلات سے بدظنی

چونکہ خان قلات کے جذباتی اور ناعاقبت اندیش کارندوں کی وجہ سے نواب خاران

پاکستان میں الحاق

...ء سے خان سے متنفر اور بدظن ہو چکا تھا اس لئے ۱۷ر مارچ ۱۹۴۸ء کو نواب صاحب
خاران نے حکومت پاکستان کو حسب ذیل تار بھیجا۔

۱۔ تین صدیوں سے ریاستِ خاران آزاد ہوتا چلا آرہا ہے اور اپنی آزادی کی نگہداشت
میں ہر طرح کی قربانی کرتا آیا ہے اور کرتا رہیگا۔

۲۔ ریاستِ خاران سو فیصدی ایک اسلامی ریاست ہے اور دُنیائے اسلام سے
ہمدردی رکھتا ہے

۳۔ اور مستقبل میں اپنا الحاق حکومتِ پاکستان کے ساتھ رکھیں گے اور ہم حکومتِ پاکستان کی حکومت
سے عدل و انصاف کی امید رکھتے ہیں، ہم نے کسی حالت میں ماضی میں بھی قلات کی
غلامی کو ہرگز برداشت نہیں کیا ہے اور نہ مستقبل میں کرنے کیلئے تیار ہوں گے۔

اگر خدانخواستہ حکومت پاکستان نے ہم کو قلات کی غلامی کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا تو
خاران کا بچہ بچہ خاران کی آزادی کے لئے کٹ مرے گا، لیکن قلات کی غلامی کو ہرگز برداشت
نہیں کرے گا۔ اور قلات کے ہر حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔

مرزا رحمت اللہ کا استعفیٰ

مرزا رحمت اللہ۔ جو عرصہ سے نواب صاحب کی ریاست میں لبطور معاون خصوصی
خدمات انجام دے رہا تھا، برطانوی حکومت سے آزادی ملنے پر اُسے مجوزہ آزاد
خاران کے مشیر خارجہ کی حیثیت دیکر ۵ /۲۵- ۲۵۰ کا مشاہرہ دیا جانے لگا۔
لیکن پاکستان کے ساتھ الحاق کی خط و کتابت سے متاثر ہو کر اس نے ۱۹ر مارچ ۱۹۴۸ء
یعنی الحاق سے دو دن بعد استعفیٰ دے دیا۔

نوابزادہ میر بلوچ خان کی جانشینی

پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے چند ایام بعد ہی نواب صاحب کو صحیح صورتحال

ہے آگہی ہوگئی کہ اب اس دور میں ریاست کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا اور اس کے
دور میں نقشِ کہن ساتھ نہیں دے سکتے؛ چنانچہ وہ گوشہ نشینی اختیار کرنے
اپنے لڑکے نواب زادہ بلوچ خان کو اپنا جانشین مقرر کرنے کیلئے متعدد بار
بلوچستان کے ایجنٹ کو تجویز بھیجتا رہا؛ لیکن ہر بار اس کی یہ تجویز رد کردی گئی۔

مورخہ ۷/اکتوبر ۱۹۴۹ء کو نواب صاحب نے اپنی علالت کی بناء پر ایجنٹ
حسب ذیل خط میجر جی. ڈی. ہتارن برگ کو بھیجا۔

"میں عرصہ سے علیل ہوں اور ایک طرح سے دائم المریض بھی۔ اس لئے
مکمل علاج معالجہ کے لئے کراچی اور لاہور جانے کا عزم رکھتا ہوں؛ لہٰذا جب تک
صحت یاب نہیں ہوتا، اس وقت تک کے لئے میں اپنے فرزند میر بلوچ خان کو
مقرر کرتا ہوں، جو وزیر خاران کے مشورے سے ریاست کے انتظامیہ کو چلاتا رہیگا

حکومت پاکستان نے اس امر پر پورا غور وخوض کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ موجودہ
نازک دور میں جب کہ آپ نے حال ہی میں پاکستان کے ساتھ الحاق کیا ہے، پاکستان کے
مفادات کیلئے آپ کی خدمات کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کا استعفیٰ منظور نہیں کیا

نواب صاحب نے اس عہدہ جلیلہ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ۱۹۵۲ء تک مو
حکام کو لکھتے رہے؛ لیکن حکومت نے ہر بار آپ سے یہی جواب دیا کہ اب تک اس کی خد
کی ضرورت ہے۔

نواب صاحب کو قصر اور چھٹی کی سہولیت۔

۱۹۴۹ء میں نواب صاحب نے اپنے علاج ومعالجہ کے لئے اپنا استعفیٰ بھیجا۔ اور م
بلوچ خان کو اپنا جانشین مقرر کیا، چنانچہ اس کا استعفیٰ تو نامنظور کر دیا گیا؛ لیکن علاج
معالجہ کے لئے آپ کو چھٹی دے دی گئی اور اس کی عدم موجودگی میں وزیر اعظم کو خاران کے

مکتوبات محررہ ۲۳ ۸/۴۹، ۱۴ ۹/۴۹، ۲۲ ۸/۴۹، ۱۹ ۹/۴۹، ۱۰ ۹/۴۹، ۲۶ ۹/۴۹، ۱۱ ۱۰/۴۹
بنام خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل، مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم اے جی جی بلوچستان وغیرہ۔

نظم و نسق کا ذمہ دار ٹھہرا گیا۔ اس کے علاوہ وقتی طور پر اس کی دلجوئی کے
لئے یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ ترقیاتی فنڈ کے مخصوص شدہ مبلغ دو لاکھ روپے
میں سے مبلغ ۲۰ ہزار روپے بطور قرضہ وصول کرے۔ لیکن دو ماہ بعد اسے حکم دیا گیا
فوری طور پر یہ رقم واپس کرنے لہ

اسلحہ عسکری اور انتظامیہ عملہ

نواب خاران نے ریاست کے انتظامی امور کے لئے جو عسکری اور انتظامی عملہ کے علاوہ
وزن اسلحہ رکھا تھا ان کی تفصیل یہ ہے۔

سٹیٹ فورسس

۱. پلٹن ۱۴۰ نفر

۲. لیویز ۳۰ " (۲۳ گھڑ سوار اور چھ شتر سوار)

۳. ماشکیل میں متعین پلٹن " "

۴. کیمل کور ۱۰ " (خاران کے مرکز میں متعین تھے جن میں ۸ شتر سوار تھے) ان کا کام راشن کی فراہمی تھا

۵. اردلی ۲۳۵

ان اردلیوں کے فرائض کو بطریق ذیل تقسیم کیا گیا تھا:

۱. وزیر صاحب کی خدمت کے لئے = ۹ (اسی میں وزیر کا دوسرا عملہ بھی شامل ہے)

۲. نواب صاحب " " = ۳

۳. نائب وزیر " " = ۳

۴. نوابزادہ میر طریح خان " " = ۳

۵. نوابزادہ میر علی احمد خان " " = ۱

لہ مکتوبات محررہ ۱۰/۴۹، ۲۶، ۱۲/۴۹ ۸ ۔ لہ سرکاری رپورٹ نمبر ۲۰ محررہ ۵ ۱۲/۱۹۵۰ء

۶۔ نوابزادہ میر مصطفیٰ خان " " = ۱

۷۔ قلعہ خاران کی حفاظت کیلئے " " = ۵

سٹیٹ فورس، جس کا کپتان میر بلند خان بادینی تھا، کے سپاہیوں کو چھ روپے اور
ایک من گندم ماہانہ مشاہرہ کی صورت میں دیا جاتا تھا

۱۹۵۱/۵۲ء میں عسکری عملہ کی بصورت ذیل ہیئت بنا دی گئی

کیپٹن	۱
صوبے دار	۲ =
جمعدار	۵ =
حوالدار	۱۲ =
لانس نائک	۱۱ =
سپاہی	۱۹۳ =
اردلی	۲۵ =
سائیں	۱۳ =

اور پھر اس عملہ کو حکومت پاکستان نے لیویز کا نام دے کر ضلعی انتظامیہ ک
کر دیا۔

اسلحہ جات

نمبر شمار	نام معہ قسم اسلحہ جات	تعداد	کیفیت
۱	رائفل تھری ناٹ تھری	۹۳ ضرب	جس میں افغانی اور درہ میڈ بھی شامل
۲	ولندیزر رائفل	۱۸۱ "	
۳	۵ فیری رائفل	۵ "	مختلف مارک کے
۴	جرمنی سینڈ ایک فیر والا	۲۲ "	
۵	بائدین "	۳ "	

۶	قرابین 〃 〃	۹ 〃	
۷	گجلیٹ 〃 〃	۱ 〃	
۸	متفرق 〃 〃	۳۲ 〃	
۹	برچھی	۱۴۸ 〃	
۱۰	تلوار	۱۸ 〃	۳ ناکارہ ۱۵ اعلیٰ معہ پوش کارآمد
۱۱	پستول ناکارہ	۲ 〃	
۱۲	مارٹر	۱ 〃	
۱۳	کارتوس تھری ناٹ تھری	۱۰۰۳۱	جس میں کافی عدد زنگ خوردہ اور ناکارہ
۱۴	〃 ہالنڈر	۱۰۳۶۹	〃 〃 〃 〃
۱۵	〃 ونیسی	۹۳۰	تقریباً سب ناکارہ ہیں
۱۶	〃 جرمنی	۲۹۵	〃 〃 〃
۱۷	〃 بالنڈ	۳۳۰	〃 〃 〃
۱۸	〃 گراہی	۲۶۶۹	جس میں کافی عدد ناکارہ ہیں
۱۹	〃 گجلیٹ	۹۰	〃 〃 〃
۲۰	〃 پستول	۱۹۰	〃 〃 〃
۲۱	〃 شلکی	۳۹۰	〃 〃 〃

ریاست خاران سے حکومت پاکستان کو یہ اسلحہ ملا

نمبر شمار	نام و قسم اسلحہ جات	تعداد	کیفیت
۱	رائفل تھری ناٹ تھری	۱۰۵ ضرب	جس میں ۳ میگزین والا اور ۳۸۲
۲	برچھی	۱۰۵ 〃	
۳	کارتوس تھری ناٹ تھری	۹۳۳۰ 〃	

میر بلوچ خان کی جانشینی

نواب صاحب اب بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور وہ امور...
میں شامل ہونے سے گریز کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اب اُسے نگرون میں...
وہ گوشہ نشین ہوکر اپنے خدا کو یاد کرتا رہے۔ اس لئے وہ ہمہ وقت میر بلوچ...
اپنا جانشین مقرر کرنے پر اصرار کرتا تھا۔ لیکن بعض معتبرین اور حکومت...
مشورہ دیا کہ وہ اپنے سب سے بڑے لڑکے نواب زادہ میر غلام مصطفیٰ خان کو...
مقرر کرے۔ مگر نواب صاحب نے موخرالذکر کی جانشینی سے انکار کر دیا اور...
تک مخالفت کی کہ ایک مرتبہ اُس نے وزیر خاران کو حسب ذیل خط تحریر کیا۔

"یہ نہ صرف میری تجویز ہے بلکہ یہ میری دلی خواہش ہے کہ میرا جانشین عزیز...
میر بلوچ خان کو تسلیم کیا جائے ۔ میر مصطفیٰ خان بھی میری ہی اولاد ہے اور مجھے اس سے...
نفرت نہیں۔ اولاد اپنے والدین کی کتنی ہی بدخواہ کیوں نہ ہو، لیکن ایک باپ اولاد...
کے حق میں کبھی ظالم نہیں ہو سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ بیٹوں نے گدی کی خاطر اکثر باپ کو...
کیا ہے

میں اپنی نسل اور خاندانی حالات کو خوب جانتا ہوں۔
گو کہ میر مصطفیٰ خان عمر میں میر بلوچ خان سے ایک، دو ماہ بڑا ہے، لیکن بمصداق...

عقل بہ راست نہ با سال"

یہ میں بہتر جانتا ہوں کہ میر بلوچ خان کن خداداد صلاحیتوں کا مالک ہے اور...
یقین ہے کہ میرے بعد میر بلوچ خان ہی میرے خاندان کو سر...
خوشحال رکھ سکتا ہے۔ اس کی بجائے میر مصطفیٰ خان میں وہ صفات نہیں جو ایک حکمران میں...
چاہیئں۔ میر مصطفیٰ خان میری زندگی میں میری خوشنودی حاصل نہ کر سکا چہ جائے کہ...
بعد میرے خاندان اور قوم و ملک کی خدمت کر سکے گا۔ ہم کو میر مصطفیٰ خان کے مستقبل...
کا بھی خیال ہے۔ لیکن مصطفیٰ خان نے اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث خود غرض افراد کے ہاتھوں...
کر نہ صرف مجھے ناراض کیا ہے بلکہ خاران سے نکل کر مجھے دنیا کی نظروں میں گرانے اور...

...کا مرتکب بنایا اور میں دعوے سے یہ کہوں گا کہ جب میر مصطفیٰ خان میرا جانشین بنیگا تو ہماری
...لے ایک بچہ بھی خاران میں سکون کی زندگی بسر نہیں کرسکیگا۔ بلکہ میر بلوچ خان حلیم الطبع
...ک دل اور شریف ہونے کی بناء پر میر مصطفیٰ خان کو بھی باعزت زندگی گذارنے کا موقع
...لازم کرے گا'۔ میر بلوچ خان نہ صرف خارانی عوام میں مقبول ہیں بلکہ ہز ہائی نس خان قلات د
...ب صاحب مکران کی نظروں میں بھی قابلِ قدر ہیں۔

خاران ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں

نواب خاران، خان قلات اور دیگر والیانِ ریاست ہائے بلوچستان اپنی ریاستوں
کے مجموعی مفاد اور اپنی ریاستوں کے نظم ونسق کی بہتری اور سیاسی اور اقتصادی
...ترقی کے پیش نظر خاران۔ قلات۔ مکران اور لسبیلہ کی ریاستوں کے اشتراک سے ریاستہائے
متحدہ بلوچستان کے نام سے ایک متحدہ ریاست کے قیام پر متفق ہوئے۔ اور ان کی اس تجویز
...حکومت پاکستان نے ۱۰ اپریل ۱۹۵۲ء کو منظور کرلیا۔ اس طرح خاران اس ریاستی
یونین کا ایک حصہ قرار پایا اور ان کا نظام حکومت۔ عدلیہ۔ عاملہ اور مقننہ ایک ہوا ۱ے

مراعات

ریاستہائے متحدہ کی حکمران کونسل کے لئے جو مراعات منظور کی گئیں۔ ان کے
تحت نواب خاران کو حسب ذیل مراعات حاصل ہوئیں ۲ے

(۱) سالانہ الاؤنس ، ستر ہزار روپے (جملہ ٹیکس سے مبرا)
(۲) سفر خرچ ، (ا) یومیہ الاؤنس ، ۴۵ روپے
(ب) میلانہ ، ۱/۲ روپیہ
(ج) کرایہ ، درجۂ اول
(۳) ذاتی محافظین (جن کا خرچ حکومت برداشت کرے گی)
(۴) سمندر پار جانے کے لئے بین الاقوامی پاسپورٹ کے اجراء کی سہولت
(۵) خاران میں نواب صاحب کی سلامی پولیس یا ملیشہ لیگی، جن کی تعداد پچاس

۱ے ... بلوچستان صد ... NO:POL-6/58/56 کراچی 16/4/56 - NO: 8
۲ے مکتوب حکومت بنام نواب صاحب بمبری لاہور ۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء

استفادہ سے فائدہ نہ ہو گی۔

(۶) ملیشیا یا سکاؤٹ پوسٹ کے معائنہ کے دوران چیف نواب صاحب کو سلامی

(۷) بارہ ہزار تک کی مالیت کے مال کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی اور سیل ٹیکس معاف

(۸) سول پروسیجر کوڈ کے دفعہ ۱۳۳ (۱) کے تحت ذاتی طور پر عدالت میں پیش ہونے سے مستثنیٰ

(۹) نواب صاحب اور اس کا خاندان آرمز ایکٹ ۱۹۲۳ء سے مبرا

(۱۰) نواب صاحب صدر مملکت سے براہ راست اور جب چاہے مل سکتا ہے۔

چونکہ سول لسٹ میں نواب صاحب خاران کے پورے قبیلہ نوشیروانی کو شامل کیا گیا تھا: اس لئے انہوں نے ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آغا عبدالحمید وزیر اعظم قلات کو یادداشت کے ذریعے تحریر کیا کہ سول لسٹ سے دیگر تمام نوشیروانیوں کو خارج کر کے اس میں صرف نواب صاحب کے خاندان کو شامل رہنے دیا جائے۔

اس کے علاوہ ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان کو لکھا گیا کہ:

(۱) دیگر والیان ریاست کی سول لسٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری سول لسٹ بھی لاکھوں میں شمار کیا جائے، خواہ یہ رقم ایک لاکھ روپیہ صرف ایک روپیہ ہی زائد کیوں نہ ہو۔

(۲) معاہدہ یونین کے باب ۱۳ دفعہ ۲۰۱ کے مطابق جو فہرست پیش کی گئی ہے فہرست میں مندرجہ ذیل تمام مال و جائداد کو ہماری جائداد میں شامل کیا جائے۔

(۳) ہمارے اسلحہ جات ہمیں واگذار کر دیئے جائیں تاکہ ہم انہیں فروخت کر

(۴) میری ایک دیرینہ خواہش ہے کہ میر [illegible] خان کو میرا جانشین قرار دیا جائے

ڈپٹی کمشنر خاران کی مخالفت

بلوچستان اسٹیٹس یونین کے قیام پر مولوی محمود، ڈپٹی کمشنر خاران مقرر ہوئے۔ وہ نواب صاحب کے سخت خلاف تھے اور ہر بات اور ہر مسئلہ میں دخل اندازی

گئے تھے۔ اسی طرح جب نواب صاحب نے اپنے مندرجہ بالا حقوق طلب کئے تو مولوی صاحب نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔

اپنوں کی مخالفت

مولوی محمود، ڈپٹی کمشنر کی شہ پر نواب صاحب کے دیرینہ مخالفین ایک دفعہ پھر ابھر آئے اور انھوں نے تحریری اور زبانی طرح طرح شکایت کرنی شروع کر دی، ایک طرف نواب زادہ میر شہباز خان نے شہید میر محمد یعقوب خان کے ترکہ کے لئے دعویٰ کر دیا، اور دوسری طرف اس کے بعض دیگر رشتہ داروں نے اراضیات حاصل کرنے کی نالش داخل کر دی۔

نواب صاحب کی عدالت میں پیشی

چنانچہ ڈپٹی کمشنر نے اس کی اراضیات پر مالیہ لاگو کر کے اُسے عدالت میں جواب دہی کے لئے سمن جاری کر دیئے، نواب صاحب نے یہ کہہ کر عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا کہ بحیثیت حکمران کوئی عدالت طلب نہیں کر سکتی۔ اور مالیہ کی معافی کے لئے نواب صاحب خاران اور جام صاحب لسبیلہ نے ایک ہی مضمون کے تحت کمشنر قلات۔ گورنر جنرل وزیر اعظم اور وزیر ریاست کو علیحدہ علیحدہ یادداشتیں بھیجیں [1]

نواب صاحب کا جواب

یہ تمام شکایتیں وزیر اعظم بلوچستان سٹیٹس یونین کو پہنچ گئی تھیں، چنانچہ وزیر اعظم کے پوچھنے پر نواب صاحب خاران نے انھیں تحریر کیا کہ:

"یہ تمام شکایات مولوی محمود کی ذاتیات اور انگشت پر کی گئی ہیں۔ اور یہ کہ

---

[1] یادداشت محررہ 11-3-54 / 19-6-55 بنام ملک محمد یار کھنڈ وزیر اعظم قلات 20-6-1952

شکایات کنندگان میرے والد کے قاتل یا میرے دیرینہ دشمن ہیں؛ لہذا ان کی شکایا
سراسر لغو اور بے بنیاد ہیں"۔

ریاستی یونین سے بیزاری

یونین میں شامل ہونے کے بعد ایک طرح سے نوابیاں اور ریاستیں ختم ہو گئ
اور تمام اختیارات کمشنر، وزیر اعظم قلات اور ڈپٹی کمشنر کو حاصل تھے، جو وہ چاہتے
تھے؛ اس لئے ان زیادتیوں سے تنگ آکر نواب خاران نے یونین سے ہی بیزاری کا اظہار کیا
اور گورنر جنرل کو تحریر کیا کہ:

"ہم جن مقاصد اور مفادات کے پیش نظر ریاستہائے متحدہ میں شامل ہوئے تھے
ہمیں حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس سرکاری عمال ہمارے اندرونی معاملات میں
مداخلت کر رہے ہیں۔ اور ان کی شرارت کی وجہ سے ہمیں بطریق ذیل نقصان اور ایذا
جاری ہے:[1]

(ل): ہم سے جبراً چونگی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

(ب): محمد طاہر خان کو وزیر خاران نے از خود نائب وزیری کے عہدے سے سبکدوش کر
جائے۔

(ج): ہماری جائداد بھی ان عمال کے کہنے پر ہمیں نہیں دی جا رہی۔

(د): نوابزادہ میر بلوچ خان کی ولیعہدی کی راہ میں کانٹے بچھاتے جا رہے ہیں۔

(ھ): ہمارے نجی اور ذاتی کاروبار پر ٹیکس لگایا جا رہا ہے، اور ہماری بس سروس کو بند
کیا جا رہا ہے۔

(و): سول لسٹ کی اقساط کی ادائیگی میں جان بوجھ کر تاخیر برتی جا رہی ہے۔ اس
ان زیادتیوں کی وجہ سے ہم ب۔ ایس۔ یو سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔

---

[1] نوائے وقت ۲۰-۲-۱۹۵۲ء

ان کے علاوہ ڈپٹی کمشنر خاران کے متعلق وزیر اعظم بی ایس یو تعلقات کو یہ الفاظ
وزیر کے گئے۔

خاران کے عوام اور علاقہ کی بدحالی، پریشانی اور سنگینی حالات کے نمودار ہونے کے
باعث بامر مجبوری یہ لکھنا پڑتا ہے کہ وزیر خاران کی انتہائی نالائقی، شرانگیزی، افترا پردازی
بیجا سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے خاران کے باشندے علاقے کا نظم و نسق اور حکومت کی
بیجا غیر معمولی طور پر بُری طرح متاثر ہیں۔ اگر یہ ڈپٹی کمشنر چند ایام اور یہاں رہا تو یہاں
کے لوگ مجبور ہونگے کہ سندھ کی جانب ہجرت کریں؛ اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ اس شرپسند افسر کو بلا تاخیر
یہاں سے تبدیل کیا جائے۔" ۱؎

نواب خاران کے خلاف ہمہ گیر سازشیں

امیر حبیب اللہ خان، سادہ دل اور شریف النفس نواب تھے، اس نے اپنے دشمنوں
سے کبھی انتقام نہیں لیا؛ اس لئے ان کے دشمنوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ ایک طرف
ان کا بھائی نواب زادہ میر شہباز خان بیرونِ ریاست اس کے خلاف زہر اگلتا تھا اور دوسری
طرف ان کا بڑا لڑکا نواب زادہ میر غلام مصطفیٰ خان بخچگر میں بیٹھ کر اپنی جانشینی کی تحریک
چلا رہا تھا؛ چنانچہ انہوں نے نوشیروانی خاندان کے بعض دیگر افراد کو اپنی تحریکوں میں شامل کر لیا
اور پھر اس طرح ۱۹۵۶ء میں اس کے چند رشتہ داروں نے کچھ اراضیات کے حقوقِ ملکیت کیلئے
نواب صاحب کے خلاف باقاعدہ دعویٰ دائر کر دیا، جس پر حکومت پاکستان نے ان اراضیات
پر جو نواب صاحب کی تحویل میں تھیں، مالیہ لاگو کر دیا۔

اس کے علاوہ یہ روایت بھی مشہور ہے کہ نواب صاحب کے خاندان میں انتشار سے
استفادہ کرتے ہوئے محمد کریم خان نوشیروانی نے اپنے والد میر عظیم خان (جو سر نوروز خان کے وقت
مارا گیا تھا) کے قتل کے عوضانہ میں نواب امیر حبیب اللہ خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا

۱؎ مکتوب ۲۹-۵-۵۲

اور کہا جاتا ہے کہ وہ اُس اس کے ذاتی ملازم رسول بخش بنگلزئی کے ذریعہ سنکھیا کھلا
تیار کرچکے تھے کہ نواب صاحب کو قبل از وقت اس سازش کا علم ہوگیا، چنانچہ اس نے
میں ملوث مسمیان آسا اور غلام رسول کو گرفتار کرکے سزائیں دیں اور ان کے تیسرے ساتھی
نے گرفتاری سے قبل خودکشی کرلی۔

ان حالات میں محمد کریم خان کو بھی گرفتاری اور سزا کا خدشہ ہوا؛ اس لئے اس
سے ہجرت کرکے دالبندین میں جاکر قیام کیا۔

خاران، وحدانی حکومت کے ساتھ

۱۶ فروری ۱۹۵۵ء کو مغربی پاکستان کی ایک وحدت بنانے کیلئے سبی میں ریاستہائے
بلوچستان کے سرداروں کا ایک جرگہ طلب کیا گیا، جس میں نواب خاران سمیت بعض دیگر سردار
نے اس کی مخالفت کی، اور بعض نے اسی وقت اس کے حق میں درخواستیں پیش کیں، لیکن
ختم ہونے کے بعد اکثر سردار اس پروگرام کے مخالف ہوگئے۔ اور انہوں نے بھی خان قلات
نواب خاران کی تائید کی بلکہ ۱۶ جون ۱۹۵۴ء کو شاہی دربار ہال میں منعقدہ ایک جرگہ میں سردار
اور معتبرین کی اکثریت نے "ون یونٹ" کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا،[۱] اس لئے ۳ ستمبر ۱۹۵۵ء کو
کا بل پاس کردیا گیا اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء سے تمام اضلاع اور ریاستوں کو اسی وحدت میں
کردیا گیا[۲] اور خاران کو ایک ضلع کی حیثیت دیکر یہاں پر ڈپٹی کمشنر کو انتظامیہ، عدلیہ وغیرہ کا انچارج
بنادیا گیا۔ اور اس طرح خاران کو قلات ڈویژن (کمشنری) کے ماتحت کر دیا گیا۔

میر بلوچ خان مغربی پاکستان کی اسمبلی

ون یونٹ کے قیام کے بعد مغربی پاکستان اسمبلی میں قلات ڈویژن کو آٹھ ممبروں کی نمائندگی دی گئی
اور اس طرح ایک نشست خاران کو حاصل ہوئی برائے نام اور عبوری طور پر انتخابات کرائے
خاران کی مخصوص نشست سے نواب زادہ میر بلوچ خان کو کامیاب امیدوار قرار دیا گیا۔

---

[۱] تاریخ بلوچستان جلد دوئم صہ ۵۸۸ / ۵۸۸

[۲] بلوچستان ون یونٹ سے پہلے صہ ۲۹۹ / ۳۰۰

جامع مسجد خاران ، جسے نواب امیر حبیب اللہ خان نے تعمیر کی

سابق ریاست خاران کے آخری نواب
کا مونوگرام

"دل آرام"
سابق والئ
خاران کی
رہائش گاہ،
جس میں ڈپٹی
کمشنر رہائش
پذیر ہے۔

ترقیاتی اور اصلاحی امور کا اجراء

قات کی غلامی کا جوا اتار پھینکئے" ہی نواب خاران کو اپنے عوام اور وطن سے بیداری
دوں کا شدید احساس ہوا. اور اس نے اپنے عوام کو بیدار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسی
س نے ایک پرائمری سکول اور ایک سول ہسپتال کا قیام عمل میں لایا۔ سکول میں
قرار دے دی گئی اس لئے ابتداء ہی سے ۶۲ بچوں کو داخل کر لیا گیا۔ سکول اور ہسپتال
بالترتیب نو سو روپے اور تیرہ سو روپے سالانہ تھا۔ والئی خاران اپنی ذاتی جیب سے
تے تھے بعد میں ۱۹۴۹ء میں اس اسکول کو مڈل کا درجہ دیا گیا جس میں ۹۹ بچے زیر تعلیم تھے۔

نواب صاحب ۶ ۴۸ سے ۸ ۵۸ تک حکومت پر زور دیتا رہا کہ وہ سرمہ، میگنیز اور
کے سپرد کرے۔ انہوں نے ان کے نکالنے کے لئے درخواستیں دیں۔[۱]

خارانی عوام کو رسل و رسائل کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے نوشکی، خاران کے درمیان
بس چلانے کا انتظام کیا۔

خارانی اون کی پیداوار کو معیاری اور منافع بخش نرخوں پر فروخت کرنے کیلئے نواب صاحب
نے ۵۴ ۱۱ کو گرود انڈیا کارپوریشن کراچی کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا۔

نواب صاحب نے ۵۴ ۱۱ ۲۸ کو کونسل آف رولرز بی ایس یو کو خاران کی ذیلی ضروریات
پورا کرنے کیلئے تحریر کیا کہ

۱. قحط اور خشک سالی کی وجہ سے خاران کیلئے ترقیاتی رقومات میں اضافہ کیا جائے اور
یہ رقم خاران کے عوام کی مرضی کے مطابق خرچ کی جائے۔

۲. خاران میں "پرورش عمدہ مال مویشی" کے نام سے ایک علیحدہ محکمہ قائم کر کے یہاں
پر اون صاف کرنے کا کارخانہ قائم کیا جائے۔

۳. جرگہ ممبروں کی نامزدگی عوام خود کریں۔

---

۱. مکتوبات محررہ ۴۸ ۳ تا ۵۸ ۸

اسامیوں پہ خاران کے بیروزگار اشخاص کو لگایا جائے۔
۴۔ خاران میں تمام سرکاری
بیروزگار نوشیروانی خاندان کو زرعی اراضیات دی جائیں۔
۵- بیروزگار راؤ' والئی رام چندرا راؤ، ڈسٹرکٹ رلیسپا
صاحب نے سال ۱۹۳۴ء میں
۶۔ نواب صاحب کو خاران کی "لئی کی لکڑی" سے پیدا ہونے والے شیرہ سے
انڈومالوجسٹ کراچی
چینی پیدا کرنے کیلئے تجربہ کرانے کو کہا چنانچہ اس ماہر نے یہ شیرہ گرین صاحب
کو لندن بھیج دیا۔ اور مزید امتحان کیلئے نواب صاحب نے لئی کی سالم شاخیں (جن
پر شیرہ جما ہوا تھا) لندن بھیج دیا، لیکن پیداواری لاگت زیادہ آنے کی وجہ سے
یہ سکیم کامیاب نہ ہو سکی۔

اہم واقعات

محکمہ متعلقہ نے علاقے کا
★ ۱۹۲۱ء میں ٹڈی دل کا حملہ ہوا اور اگلے سال
کیا۔
۱۹۳۳ء میں خاران کا باقاعدہ سروے کیا گیا۔
★ ۱۹۳۲ء سے پدگ ی بجائے احمد وال کے ذریعے ڈاک بھیجنے کا
★ ۱۱ نومبر ۱۹۳۲ء سے پدگ ی بجائے احمد وال کے ذریعے ڈاک بھیجنے کا
انتظام کیا گیا۔ ہر مہینے کی یکم اور پندرہ تاریخ کو نواب صاحب کے سپاہی ریاست
کی ڈاک نوشکی پہنچاتے تھے، جہاں سے پولیٹیکل ایجنٹ چاغی کا عملہ یہ ڈاک نوشکی لے جاتا تھا۔
★ یکم مئی ۱۹۴۶ء میں ریاست خاران کو ریڈ کراس فنڈ سے چار سو روپے دے دیئے
★ ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء کو نواب صاحب نے اپنا دل آرام نامی بنگلہ مولوی محمود وزیر خاران
کی رہائش کے لئے دے دیا۔
★ ۱۹۴۴ء سے نواب خاران نے نوشکی اور خاران کے درمیان بس چلانے کا انتظام کیا
لیکن ۱۹۵۲ء میں وزیر اعظم بلوچستان نے نواب خاران کی بس کو بند کر دیا کہ
کسی نواب کی شان نہیں کہ وہ تجارت کرے اور اس سے بس کو نیلام کر دیا۔

مسٹر ڈیہر کی نصیحتیں

مسٹر ڈیہر نے نواب امیر حبیب اللہ خان کو یہ نصیحتیں کی تھیں۔

"گلستان کی کتاب پڑھیں، اور اس پر عمل کریں، رقص و موسیقی کی محفلوں سے گریز کریں،

کمین اشخاص کی صحبت سے پرہیز کریں۔"

ہبہ اور بخشش

نواب صاحب نے اپنی حین حیات میں اپنے کچھ فرزند، احباب اور متعلقین

کو ہبہ اور بخششیں بھی عطا کیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔	شہزادہ میر شیر علی خان	اراضیات سیاہ تاگزی اور نخلات کوشکان
۲۔	شہزادہ میر عبدالغیاث	اراضیات و آب نوروز قلات
۳۔	والدہ میر شیر علی خان	اراضیات مع سبی سے چارکی، کنڈ درہ
۴۔	مسماۃ محبوب سلطان، زوجہ میر بلوچ خان	خدابادان میں کچھ اراضی مع نخلات (بطور مہر)
۵۔	شاغاسی فتح محمد اور نائب نواب خان	اراضیات بمقام ترنگ
۶۔	ملا داد محمد سالانی	یک جفت ڈورند بمقام بوپے ریگ

علاوہ ازیں بعض دیگر افراد کو بھی مکان، اراضی، اسلحہ اور دیگر عطیات سے نوازا

نوشیروانی خاندان کی جائداد کی تقسیم

بقول نوشیروانی معتبرین ان کی جائداد تین پشتوں سے تقسیم طلب ہے کیونکہ سردار آزاد خان نے ۱۸۸۳ء میں ایک قبائلی جرگہ میں اپنی جائداد کو تین مساوی حصوں میں تقسیم کرکے سردار نوروز خان، میر عظیم خان اور میر امیر خان میں بانٹ دیا تھا۔ لیکن سردار محمد یعقوب خان کی شہادت کے بعد میر امیر خان کا حصہ بطور خون بہا ضبط کرکے شہید کے جانشین میر حبیب اللہ خان کو دے دیا گیا تھا۔ اور یہ جائداد نوشیروانی خاندان کے بعض افراد کے تنازعہ کی وجہ سے تاحال تقسیم نہیں ہوئی ہے اس سلسلے میں مختلف افراد نے مختلف عدالتوں میں دعویٰ دائر کر دیا ہے اور جائداد حکومت کی زیر نگرانی ریاستی خانہ میں آ ہے۔

نواب امیر محمد حبیب اللہ خان کی ذاتی جائدادیں

جسے حکومت مغربی پاکستان نے تحریری طور پر تسلیم کیا

حصہ اوّل

۱۔ لجے

۱۔ کاریز خاران

۲۔ کاریز کاشری

۳۔ دشتکین

۴۔ تن آپ

۵۔ مسجد کلی

۶۔ بی بی آزادگر

۷۔ نوروز قلات

۸۔ زیری قلات

۹۔ روزی جھل

۱۰۔ شکاری بینٹ

۱۱۔ گردیہ

۱۲۔ کاریز تیکن

کی اراضیات

۲۔ گزی

۱۔ زمینات گزی

۲۔ کشمیر

۳۔ تاگزی

۴۔ مجاگ

۵۔ نوروز آباد (۱۰ ایکڑ ایک روڈ چالیس پول)

۹۔ سکر

۱۰۔ زیانی

۱۱۔ نوک جینٹ

۱۲۔ نازڈ

۱۳۔ تیٹی

...سکی

...چڑی

...ماہتاب

۱۴۔ گوزنڑے سر

۱۵۔ کٹک

۱۶۔ تمپ (نصیرالدین والا)

۳۔ سرخاران

...وتانی

...نے مزار

...سیاہ ناگزی

...گور مسجد والا

...ہیرلی

...زمینات گوزکا سک

...شادین گور

...زمینات کوٹان (سومریہ بزگراں وغیرہ)

...بزگراں حاجی ساول خان، مراد خان وغیرہ

...تی بزگراں حاجی ساول خان وغیرہ

۱۱۔ شے، بزگران بہادل خان درمحمد وغیرہ

۱۲۔ چپی بزگراں مراد وغیرہ

۱۳۔ بنیٹ پوگی کنڈدرہ

۱۴۔ بند عمر خان (مسکان قلات)

۱۵۔ زمینات نلی (رجباد وغیرہ بزرگان)

۱۶۔ بنیٹ گرگ

۱۷۔ زمینات درمحمد علم وزہرو الا

۱۸۔ زمینات شاوارڑی

۱۹۔ شیشان نوتانی (جو نواب صاحب کی ندی سے سیراب ہوتی ہیں۔

۴۔ جھلاوان

۱۔ ہزرو

۲۔ سلام بیگ

۳۔ براہیم خان کرشجاہی

۴۔ ہندگر

۵۔ مانگہ شیباد

۸۔ ہیردن وغیرہ

۹۔ نکو

۱۰۔ میاں بیلہ

۱۱۔ بانکڑی

۱۲۔ مارہند

۶۔ پلجت دمہ قمبر
۱۳۔ خان بینیٹ

۷۔ پینروال

۵۔ گواش

۱۔ نوہ ملک تابو پے ریک

۶۔ کلگ

۱۔ کاریز جنگلی
۲۔ زمین گیدین

۳۔ کاریات کورُبناپ
(زمینات گُلاں)

۷۔ خرما گئے

۱۔ کہنہ قلات ۔
۴۔ گوز ریکدم

۲۔ بند خیر محمد و برادران بزگران
۵۔ زمینات دمب

۳۔ زمینات پلنگی
۶۔ سیکری بزگران ملا در محمد برادران

۷۔ گوزرزان
۸۔ گوزنہ نصروئی

۸۔ ماشکیل

۱۔ پاسی
۱۱۔ سورو

۲۔ نیلان
۱۲۔ رندِ سکان زئی

۳۔ پھل آباد
۱۳۔ کلگ

۴۔ کہنہ تاگز
۱۴۔ زادگ

۵. پتک
۶. کلاگو
۷. پسلاگے
۸. مٹ
۹. مُطل
۱۰. رجب
۱۵. ریگی
۱۶. تُمل گہرام
۱۷. لدگشت
۱۸. کرشکان
۱۹. چارکی روداشکیل

~ ؛ ~

۹۔ واشک

۱. چاہی زمین میں نخلات
۲. ریک بکر
۳. گرڈدان میں زمین نخلات
۴. نخلات فقیر محمد والا
۵. نخلات رند لوز محمد وال
۶. نخلات رند نذر وال
۷. رندسارروال
۸. نخلات رندگزیر
۹. نخلات و رند پیرداد
۱۰. زمین کلیری وال
۱۱. زمین ششکی

★

شہید یعقوب خان کے خون کے عوض شاہی جرگہ نے یہ اراضی امیر خان سے لیکر نواب امیر حبیب اللہ خان کی تحویل میں دی

۱۔ گزی

۱۔ زورآباد
۲۔ ٹھٹی
۳۔ اسیر حل
۴۔ کُلان
۵۔ ٹڈو قائم خان وال

۲۔ سرغاران

۱۔ ستی
۲۔ کوشان، ملا جلالی، موسیٰ زئی، گراں وغیرہ

۳۔ جھلاوان

۱۔ شمشان
۲۔ زرگیپت
۳۔ تہلو
۴۔ گرداگ۔
۵۔ بنام بیلہ

۴۔ گواش

۱۔ لجرپے ریک

۵۔ واشک

۱۔ چند ٹکڑا زمین، چاہ مع نخلات
۲۔ یک ٹکڑہ کلان مع نخلات
۳۔ یک ٹکڑا زمین بادین وال
۴۔ یک ٹکڑہ زمین ناکام وال
۵۔ ٹکڑا زمین گوکی
۶۔ سے ٹکڑہ زمین سولدان مع نخلات
۷۔ سے ٹکڑہ زمین محتاج وال مع نخلات
۸۔ دو ٹکڑا زمین حسین باغ کلات
۹۔ رندِ دایہ بہادر وال مع نخلات
۱۰۔ رندِ ہماگ وال مع نخلات
۱۱۔ رندِ نیک بخت وال
۱۲۔ رندِ نخلات امین وال
۱۳۔ یک ٹکڑہ زمین جوئے کلیان
۱۴۔ نہگام امیر خان
۱۵۔ جوئے امیر خان
۱۶۔ نصف جوئے محتاج وال
۱۷۔ در جوئے سنگان نصف گنشراب
۱۸۔ رندِ نخلات بہرام

حصّہ سوئم

زرخرید و بجار

۱۔ لجے

۱۔ زمینات گواڑگان

۲۔ گزی

۱۔ نوج آباد
۲۔ ڈلو

۳۔ سرخاران

۱۔ زمینات سے چارکی

۲۔ زمینات جمعہ درٹوپیان

۳۔ زمینات زیردوال

۴۔ یک زمین ملنگ وال درزمیر

۴۔ جھلاوان

۱۔ ڈیلی

۲۔ اسپی

۳۔ کلاگان حاجی رحمت اللہ وال اور عبداللہ وال

۵۔ گواشں

۱۔ رندِ طوکی وال

۲۔ چند قطعہ زمین درنجی درنج

۳۔ گروان رند پسند وال

۴۔ جہل کوہک

۵۔ طوطازئی

۶۔ بزگ

۷۔ بیدی

۸۔ کوہک

۹۔ زمین سے صدی

۱۰۔ نصف حصہ لدگشت

۱۱۔ چند قطعہ زمین رستم وال

۱۲۔ رند علی محمد وال

۱۳۔ لوپ گہرام

۱۴۔ شاہو گیڑہی

۱۵۔ زمینات اشیک وسوارین، قائم خان سلطان محمد واکبر وغیرہ

۱۶۔ زمینات سبز پیر بزگران سلطان محمد و نذر محمد

۶۔ کلگ

۱۔ باغ ایری کلگ

۲۔ زمین بھنگ وال تاجہ بگ

۳. یک ٹکڑہ زمین مع شش نخلات شورہ وال در رگی

۴. شش نخلات در بشیری

۵. یک ٹکڑہ زمین در حد لوس

۶. یک ٹکڑہ زمین در حد ادلنگی

۷. تقریباً ۲۲ نخلات دراپری کلگ

۱. حصہ ماگئے

۱. کہنہ قلات ، رند خیر محمد درنگی

۲. رند درنگی

۳. در تلونک دو زمین

حصہ ششم

جاگیر اجر مانہ ۔ عوضانہ)

۱. سرخاران

۱. حصہ گوری وال

۲. چند زمینات در موضع دشبوئی

۲. گواش

۱. چند ٹکڑہ زمین پشت خانہ محمد بے دار شاہ نذر و تاج محمد

۲. قطعہ زمین

۴. جھلاوان

۱. در جھلاوان حد مبارک کلاگانی

حصہ ہفتم (الف)

جاگیر جو عوضانہ، محبرمانہ اور جرمانہ کی صورت میں

۱۔ لجے

۱۔ چار پنچ زمین جوزی، حاجی کچکول زمین توسکان

۲۔ گزی

۱۔ جامک

۲۔ شیروزئی

۳۔ چہارم حصہ زمینات ممتپ

۴۔ چند قطعہ زمین محمد رفیق وال

۵۔ چند قطعہ زمین فتح محمد وال

۶۔ چند قطعہ زمین محمد عالم وال

۷۔ چند قطعہ زمین عیسے خان وال

۸۔ چند قطعہ زمین غلام محمد وال

۳۔ خاران

۱۔ حصہ چہارم زمینات نارد

۲۔ زمینات ہلمرگ

۳۔ زمینات کسان مع کاریز شل

۴۔ زمینات کندی

۵۔ چیبی، زمینات بزگر حکیمداد، حاصل خان، سلیمان وغیرہ

۶۔ حصہ زمین ہرو

۱۔ حصہ زمین رند محمد رحیم

۲۔ زمین ہرد، بزگر سیر داد رحیم

۳۔ چند قطعہ زمین سورگزد

۴۔ چند قطعہ زمین درکلرگزز

۵۔ چند قطعہ زمین در زرک

۵۔ گواش

۱۔ نصف زمینات کرد

۲۔ زرد

۳۔ سیم حصہ زمین بزگر خدا بخش

۴۔ ⅓ زمین بزگر لورام

۵۔ ⅓ زمین بزگر لورام، شفیع محمد امیر حسن

۶۔ خرماگئے

۱۔ ½ ناڑد (ہمزہ)

۲۔ ½ گوزشاہ ندعال

۳۔ ½ دکی

۴۔ زمینات سید خان

۵۔ زمینات کلات لو

۶۔ ½۔ زمینات مِنگی۔

۷۔ گزوپ مندرجہ بالا۔

۷۔ ماشکیل

۱۔ نخلات گدائی، عبداللہ (درلدگشت)

۸۔ واشک

۱۔ ½ حصہ زمینات سرود

۲۔ دو قطعہ زمین ملک والا

۳۔ زمین شہیر وال میں نخلات اور باغ۔

حصہ ہفتم (ب)

ترکیا گڈ

۱۔ سرخاران

۱۔ حصہ گورے ونگ

۲۔ چند زمینات در موضع انشیر

۲۔ گواش

۱۔ چند قطعہ زمین "پشت خانہ" صوبیدار شاہ "نذر خان" "تاج محمد

۲۔ چند قطعہ زمین مشت آڑتنو۔

۳۔ جھلاوان

۱۔ جھلاوان میں گودائی، مبارک، کلانی

آثارِ قدیمہ

آثار قدیمہ

انسانی تہذیبوں کا ارتقاء دریاؤں کی وادیوں میں ہوا، دنیا کی قدیم ترین تہذیبیں دریاؤں کے کنا[illegible] ہیں، دجلہ اور فرات، نیل، ہوانگ ہو اور سندھ کے دریاؤں پر قدیم تہذیبوں کا وجود ملتا ہے۔ لیکن دنیا میں [illegible] مقامات ایسے ہیں، جہاں سنگلاخ پہاڑی علاقے اور بے آب و گیاہ میدانوں کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا، ایسے علاقوں کے آثار قدیمہ کی تحقیق سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب تھا [illegible] شمالی افریقہ کے بارے میں بعض محققین نے اس کے سرسبز ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن بعد میں یہ علاقہ بنجر ہو گیا [illegible] کیفیت خاران کے بارے میں بتائی جاتی ہے۔

یہاں کے قدیم سنگین بندات۔ گنبد۔ کاریزات۔ قلعے۔ قدیم ٹیلے اور شکستہ کتبوں کی موجودگی کے پیش [illegible] خاران کو اگر آثار قدیمہ کا گڑھ کہا جائے تو یہ بیجا نہ ہوگا۔ ان آثار قدیمہ سے یہاں کی قدیم تہذیب اور تمدن [illegible] اور تاریخ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ میں اپنے مشاہدات کی بنا پر تحقیق کے بعد اسے تفصیل وار ہدیہ ناظرین [illegible]

گبر بند یا سنگیں دیواریں

دنیا کے مختلف حصوں میں بڑی بڑی جسامت کے ایسے قدیم کھنڈر ملتے ہیں، جنہیں دیکھ کر انسانی عقل دنگ ہوتی ہے، مثلاً بعلبک کے مشہور تاریخی ہیکل[1] TRILITHOW میں جو پتھر استعمال کئے گئے، ان میں سے ہر ایک ترسٹھ فٹ لمبے سولہ فٹ چوڑے چودہ فٹ اونچے اور ایک ہزار ٹن وزنی ہیں (یاد رہے کہ اہرام مصر کے پتھر زیادہ سے زیادہ پندرہ ٹن تک وزنی ہیں، اس لئے ان پتھروں سے انہیں کوئی نسبت نہیں) یہ بھاری پتھر ایک کان سے لائے گئے تھے اور زمین سے تقریباً ۲۵ فٹ بلندی پر پہنچائے گئے، غیر مشینی دور میں انسان کا یہ کارنامہ واقعی بڑا حیرت ناک تھا۔

اسی طرح بلوچستان کے مختلف پہاڑوں میں بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی محیر العقول دیواریں نظر آتی ہیں خصوصاً خطہ خاران، جہاں ایسا کوئی پہاڑی مقام نہیں، جہاں یہ سنگین دیواریں نہ پائی جاتی ہوں۔ خاران مشکیل بند، راس کوہ، کوہ سیاہان۔ تومکان۔ تازینہ۔ آتش خان۔ لجے توک۔ شوری۔ توجی اور نوروز قلات کی سنگین دیواریں مشہور ہیں۔ بھاری بھرکم پتھروں سے تعمیر کردہ ان دیواروں کا طول و عرض مختلف مقامات پر مختلف ہے۔ مثلاً ایک دیوار کی لمبائی چالیس گز اور چوڑائی بیس فٹ ہے۔

خاران ندی کے ارد گرد ندیوں میں ایسی کئی سنگین دیواریں ہیں۔ اکثر مقامات پر یہ دیواریں بڑی بڑی ندیوں کی گزرگاہ سے گزرتی ہیں اور کہیں کہیں ان دیواروں کی اونچائی ندی کی اونچائی سے بھی بلند ہے۔ ان بند یا دیواروں کی

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ۲ صفحہ ۵۵۵

[2] ریڈرز ڈائجسٹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰

لمبائی سے قطع نظران کا تعمیر کیا جانا بجائے خود حیرت انگیز ہے۔ بعض جگہیں تو ایسی ہیں جہاں دور دور
نشان تک نظر نہیں آتا۔ ظاہر ہے ان میں جو بھاری پتھر استعمال کئے گئے ہیں وہ دور دراز سے لائے گئے
لیکن کس طرح اور کیسے ؟ یہ وہ سوال ہے جس کا تاریخ میں کوئی جواب نہیں ملتا اور آدمی حیرت میں ڈوب
اور ان بندات سے متصل جو وسیع میدان (پٹ) نظر آتا ہے، اس پر منڈیروں کے انتہائی مدہم نشان
جاتے ہیں گویا یہ وسیع و عریض صحرا، ان ہی بندات کے پانی سے سیراب کیا گیا ہے۔

کلشنان اور ایری کلگ کی وادیوں میں جو سنگین دیواریں پائی جاتی ہیں، وہ قدرے چھوٹی اور
جن کے متعلق روایت ہے کہ انہیں مقامی ملکوں نے منگولوں کے حملوں کے دوران اپنی حفاظت کے لئے تعمیر
(یہ روایت صحیح نہیں ہے) نیز خاران شہر کے شمال میں دریائے بڈو اور بیل کے سنگم پر بھی اسی قسم کی
آتی ہیں۔ خاران نوشکی سڑک سے بارہ میل مشرق کی جانب چڑینگی (لجے) سے شیخ حسین کی زیارت
ڈیڑھ میل لمبی دیوار ہے، جسے توجی ندی کاٹتی ہوئی نکل جاتی ہے اس دیوار سے چار سو گز کے فاصلے پر ایک
قبرستان بھی ہے، کہنہ شہر (یہ چڑینگی کے مقام پر ایک ٹیلہ ہے) کے مضافات میں کئی چوکور دیواریں
تین سے بیس فٹ چوڑی، چالیس گز لمبی اور چار پانچ فٹ اونچی ہیں، شاید یہ تالاب تھے، جو آب رسانی کے
گئے تھے، کہنہ شہر کی کھدائی سے ایک ہال دریافت ہوا، جس کی ایک دیوار سو فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی
باشندوں کا خیال ہے کہ یہ مکان رہائشی نہ تھا بلکہ قدیم لوگ اسے گودام کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

سنگین دیواروں کا ایک اور سلسلہ توسکان اور نوروز قلات سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عجیب و غریب سنگین
"جناتی دیواریں یا گبر بند" کہلاتی ہیں۔ ایک روسی ماہر طبعیات میٹسٹ اگریسٹ (TEST A GREST
اپنی کتاب ON THE TRACK OF DISCOVERY میں لکھتا ہے: "یہ بڑے بڑے پتھر
لوگوں نے کاٹے ہیں، جو کسی زمانے میں مشتری سے آئے تھے، کچھ عرصہ یہاں ٹھہر کر محیر العقول کام کئے۔"
اگریسٹ کو تحقیقات کے دوران میں ایک غار میں کھدی ہوئی تصویر دکھائی دی، یہ بیس فٹ لمبی جسم کے
حصے کی تصویر تھی، اس نے عجیب و غریب لباس پہن رکھا تھا۔ مصنف کے خیال میں یہ مشتری سے آنے والے کسی
کی تصویر ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا قد چالیس فٹ تھا۔ اپنی رائے کے حق میں روسی مصنف پرانی مذہبی
روایاتی داستانیں پیش کرتا ہے اور لکھتا ہے: ہمیں کئی ایسی پرانی کہانیاں ملتی ہیں، جن میں انسان کے آسمان پر
اور آسمانی مخلوق کے زمین پر آنے کا ذکر ہے۔ اسی طرح بائبل میں لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں زمین پر دیو رہتے
اسلامی نقطۂ نگاہ سے تحقیق کرنے والے ان شاہکاروں کو حضرت سلیمان کے جنوں سے منسوب کرتے ہیں

لباس ہے:

" اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہم نے ہوا مسخر کر دی۔۔۔۔
اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے رب کے حکم سے ان کے
احکام بجالاتے تھے۔۔۔۔ یہ جن ان کے لئے ایسی چیزیں بناتے
جو انہیں مطلوب ہوتیں۔ بڑی بڑی عمارتیں اور پیکر اور لگن (ایسے
بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔"

محققین کا خیال ہے کہ آج سے چھ ہزار سال قبل یعنی اسفندیار اور عربوں سے بھی پہلے یہاں آتش پرست
تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سنگین دیواریں انہی آتش پرستوں (گبروں) نے تعمیر کیں' اسی لئے گبر بند
کہلائیں۔

ایک مشہور تاریخ دان مسٹر ٹائن بی نے ۱۹۶۰ء میں قلات ڈویژن کے دورے کے بعد انکشاف کیا
کہ یہ دیواریں (گبربند) تاریخی اور تہذیبی دونوں اعتبار سے موہن جو ڈرو۔ ہڑپہ۔ ٹیکسلا اور کوٹ ڈیجی سے
زیادہ قدیم تہذیب کی نمائندگی کرتی ہیں اور چار ہزار قبل مسیح کی آئینہ دار ہیں۔

ایک مشہور سیاح ڈیگرن برگ لکھتا ہے: " خاران کے گرد و نواح کی تمام وادیوں میں ہزاروں سنگین دیواریں
ہیں جنہیں گبر بند یا آتش پرستوں کے بند کہتے ہیں' ان بندوں کی ساخت اور ہیئت سے پتہ چلتا ہے کہ
جہاں یہ بند تعمیر کئے گئے وہاں یقیناً آب جو یا ندی نالے تھے' پانی کی گزرگاہوں کا ثبوت بجری سے ملتا ہے
جو بلوچستان کے تمام دریاؤں اور ندیوں کی تلہٹی میں پائی جاتی ہے۔ چونکہ ایسی دیواریں ظہورِ اسلام سے کئی
سو سال بعد تعمیر ہوئی ہیں اس لئے انہیں آتش پرستوں سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں پہاڑوں میں اسلام
کے بعد جو قبرستان' مقبرے اور دیواریں تعمیر کی گئی ہیں' وہ سب اسی طرز کی ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کے لوگ آج بھی پتھروں
کے بند اسی طرح بنا یا تعمیر کرتے ہیں۔

بلوچستان اور سندھ کے مشہور مورخ اور ادیب میر رحیم داد شاہوانی (مولائی شیدائی) کہتے ہیں کہ ان سنگین دیواروں کا
آتش پرستوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ کاؤس یا کیخسرو ہی کی رہین منت ہیں' وہ لکھتے ہیں:
"بلوچستان کی وادیوں کے درمیان پتھروں کے بند تعمیر کرنے کے ماہر تھے۔ جب یمن کا سدِ مآرب سیلِ عرم سے
ٹوٹا تو یہ لوگ مکران چلے آئے اور یمن کی طرح یہاں بھی انہوں نے پتھروں کی بڑی بڑی دیواریں تعمیر کیں جن کا سلسلہ
مکران سے ہوتا ہوا تمپ سے خاران تک چلا گیا ہے۔ بلوچ انہیں غلط فہمی سے آتش پرستوں کی تعمیر سمجھتے ہیں اور

۱۸،۱۹۰ سے نعرۂ حق کوئٹہ اکتوبر ۱۹۶۸ء ۔ بلوچی دنیا ملتان اگست ۱۹۶۰ء دسمبر ۱۹۶۳ء خاران گزیٹیر

گبر بند سے موسوم کرتے ہیں۔

کرنل سر تھامس ہالڈچ، نائب صدر رائل جغرافیکل سوسائٹی کا بھی یہی بیان ہے کہ گبر بند

گئے ہیں۔

مولانا عبداللہ صاحب دیرمانی بھی لکھتے ہیں کہ ان بندوں کا کاؤسی اور خسروی کاریزوں سے کوئی

ایرانیوں نے کبھی مکران (خاران) میں آکر حکمرانی اور تعمیری کام نہیں کیا وہ آندھی کی طرح آتے اور بگولے کی طرح

مورخ اسلام جناب مولانا نور احمد صاحب فریدی ان گبر بندوں کو عبدالشمس سبا کے آخری دور

کرتے ہیں اور لکھتے ہیں: "جناب سبا حضرت مکران کے چچازاد بھائی تھے، جن کی سعی مشکور نے یمن اور

رشک فردوس بنایا۔ سبا کے فرزندوں میں حمیر اور انمار زیادہ مشہور ہیں، یمن کے حمیری پتھر کے بند

بڑی شہرت رکھتے تھے۔ یمن کے حمیریوں نے اتنی ترقی کی کہ وہ ہندوستان سے افریقہ کی تمام منڈیوں پر چھا گئے

حبش ان کے قریب تھا! اس لئے وہ وہاں سے غلام لاکر ہندوستان کے امیروں کے پاس پہنچا دیتے

سد مآرب سیل عرم کی نذر ہوگیا اور یمن کا سدابہار خطہ اجڑ گیا تو انہوں نے مکران کا رخ کیا۔ کچھ خاندان خلیج

ساحل پر رہ گئے اور کچھ خاران تک اسی ملک میں بڑھتے چلے آئے۔ انہوں نے بندوں اور کاریزوں میں

جگہ تجارتی کوٹھیاں تعمیر کیں اور یہاں تک کہ ان کا ایک تجارتی سلسلہ باریانک (بھنبور) اور پٹیالہ تک پھیل گیا

قوم نے یہاں سامی خط رائج کیا۔"

مورخین کی اس تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ایرانی بلوچستان سے ملحق جنوبی عرب کا علاقہ کبھی دنیا بھر میں

دولتمند اور خوشحال تھا کہ یہاں زرعی آبپاشی کے لئے ندیوں کے کنارے اور وادیوں میں بڑے بڑے بند

اور تالاب تھے، جن سے سینکڑوں میل تک پھیلی ہوئی زمین سیراب ہوتی تھی۔ ایک ایسے ہی تالاب کا رقبہ

میل اور گہرائی ۱۲۰ فٹ تھی۔ اس میں نفت اور چونا گچ سے پتھر جوڑے گئے تھے اور انہیں لوہے کی سلاخوں سے

مضبوط کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے تالاب تھے، جن میں پہاڑوں سے

پانی جمع ہوتا رہتا۔ اس علاقے کا دارالسلطنت مآرب، میلوں تک پھیلے ہوئے سدابہار علاقے میں واقع

سڑکوں پر دو طرفہ طویل باغ تھے، جن کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ اسپ سوار پورے دو مہینے تک ان باغوں کی

اور فرحت بیر سائے میں سفر کرتا چلا جاتا۔ اسی سدابہار سرزمین سے متصل خلیج العرب (جسے آج کل ایرانی خلیج

کہتے ہیں) کے دائیں ساحل سے بلوچستان (خاران) شروع ہوتا ہے یہاں کے قدیم باشندے بھی آل سبا

۱؎ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ صفحہ ۱۵۳ ۲؎ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ صفحہ ۱۵۶

[illegible] کو جنت ارضی بنانا چاہتے تھے انہوں نے پہاڑوں کی دشوار گھاٹیوں میں اور تنگ اور پیچ دار ندیوں میں [illegible] پتھروں اور چٹانوں سے بند تعمیر کئے۔ بارانی پانی سے اگر ایک بند یا تالاب بھر جاتا تو اس کے نیچے اور بند بنا لیتے۔ [illegible] کے ذریعے نشیبی زمینوں میں پہنچایا جاتا۔ اس انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ فاران - کیچ - قلات اور مستونگ تک [illegible] رشک گلزار بنے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں اجناس ذخیرہ کرنے کے لئے ایسے ہی بڑے بڑے پتھروں سے [illegible] کئے جاتے۔

[illegible] پہاڑوں کے دشوار گذار راستوں اور تنگ گھاٹیوں کو مقامی اصطلاح میں "گر" کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بند ایسے ہی [illegible] پر بنائے جاتے تھے، اس لئے ان کا نام "گر بند" پڑ گیا۔ پتھر کی یہ دیواریں اور بند بعض علاقوں میں [illegible]ات" بھی کہلاتے ہیں لیکن عرف عام میں انہیں گبروں (آتش پرستوں) سے منسوب کر کے گبر بند [illegible] جاتا ہے۔

پردہ داری می کند بر قصر کسریٰ عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

خاران کے گنبد

یہاں کے قدیم گنبد جو سرخ پکی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں، باہر کی نسبت ان کی چھت کا اندرونی حصہ نہایت خوبصورت اور فنِ تعمیر کا نادر نمونہ ہیں۔ ان کا اندرونی فرش زمین سے دو یا تین انچ ہے اور ... آٹھ سے دس فٹ ہے۔ ایک فٹ گہرائی تک یہ دس انچ ہیں۔ اور یہ خلیج فارس میں بحرین اور ... کے اونچے مقبروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ باہر کی طرف اور تعمیر کے دوران ان کو مختلف اوزاروں سے ... ان پر نصب کردہ ٹائلیں مزین تو ہیں لیکن جامع نہیں اور سنگھی چاہ (جھالاوان) کی مزار کے سوا باقی تمام ... آتے ہیں۔

ان کی دیواروں کا ہر ضلع اکیس[۲۱] فٹ ہے اور دیواروں میں باہر کی طرف جو ٹائلیں لگی ہوئی ہیں ان پر ... شہسوار، چکی۔ ہاتھی، گھوڑا۔ مرغ طاؤس اور ساربانوں کے نقوش بنائے گئے ہیں۔ ان دیواروں کی ... اور ٹائلیں قبرستان کے قریب ہی پکائی گئی تھیں۔ لدگشت کے گنبدوں کے شمال میں ایک کنواں اور ... کے آثار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ کنواں بھی پختہ اینٹوں سے بنایا گیا ہے اور اس میں سے ابھی تک ... نکالتے ہیں۔ گنبدوں کے قبرستان سے کچھ فاصلے پر مشرق میں ایک قلعہ کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ ... بڑے کاریزوں اور کیاریوں کے آثار بھی ملتے ہیں لیکن ماشکیل کی مشہور مغربی ریتلی تند و تیز ہواؤں اور ... باعث یہ کاریزیں تباہ ہو گئی ہیں۔ ۱۹۶۲ء سے طائفہ حسین بُر (ریکی بلوچ) ان پر قابض ہے اور ان ... کاریزوں کی از سرِنو احداث کی گئی ہے جو قمبر وال۔ چاکر وال۔ شہداد وال۔ اور قادر بخش وال کے ناموں سے ... ان گنبدوں میں بے ترتیب انسانی ڈھانچے اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ گنبدوں کے ہر منزل میں ایک ...

یہ تہہ خانے ہیں۔ ہر تہہ خانے میں پانچ سے بیس انسانی لاشوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے نظر آتے ہیں۔ یہ عجیب ہوتا ہے کہ انسانی گوشت پوست اور بال تو نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ لیکن بعض کفنوں کے ٹکڑے ابھی تک صحیح حالت میں موجود ہیں۔ یہ کپڑے اگرچہ معمولی کھدر کے ہیں، لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بعد ازیں میں نے ایک کپڑے کو پھاڑنے کی کوشش کی مگر وہ توقع کے خلاف بہت مضبوط ثابت ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کپڑے پر کوئی خاص مسالہ لگایا گیا تھا۔[1]

روایت ہے کہ پچھلی صدی کے ابتدائی حصے میں یہ لاشیں محفوظ تھیں اور ڈھانچے قالینوں اور قیمتی کپڑوں میں لپٹے پڑے تھے اور ان گنبدوں کے درمیان واقع پانچویں گنبد کی دوسری منزل میں کسی عورت کی صحیح سالم لاش پڑی تھی جسے لوگ تفریحاً کبھی بٹھاتے اور کبھی لٹاتے تھے۔ اس طرح کی حرکات سے لاش کے پیٹ میں سے بیش قیمت دانے نکل نکل کر گرتے تھے۔ اس روایت کی تصدیق میر علی احمد خان صاحب بروہی[2] نے مسٹر ٹیٹ کے حوالے سے یوں کی ہے کہ ۱۹۰۴ء میں جب اس انگریز سیاح نے لاش دیکھی تو وہ بالکل برہنہ تھی اور اس کا قد پانچ فٹ تھا ان دنوں اس کی ناف اور ناک سے نچلی جگہ کو چھوڑ کر تمام جسم پر خشک پوست چڑھا ہوا تھا۔ تمام بال اور ایک کان بالکل محفوظ تھا اور اس کے دائیں کان میں ایک نیلا دھاگا تھا۔ لاش قیمتی کپڑوں اور زیورات سے عاری تھی۔ اس زمانے میں گنبدوں کے دروازے بھی بند تھے لیکن ۱۹۵۴ء میں ایک افغان فقیر لاش کے کپڑے اور زیور اتار لے گیا، چنانچہ بعد میں مقامی لوگوں کو بھی جرأت ہوئی اور انہوں نے گنبدوں کی خوب تلاشی لی۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں سے بے شمار موتی اور جواہرات برآمد ہوئے تھے۔

گنبدوں کی لاشوں کے قیمتی کفنوں اور زیوروں کے علاوہ ان پر موم کی سی چربی پا کر شبہ ہوتا ہے کہ قبرستان زرتشتی مذہب کے کسی قدیم قبیلہ کا ہے۔ زرتشتی مذہب میں یہ اصول کارفرما تھا کہ ان کا جو شخص مرجاتا تو اسے قیمتی کپڑے اور زیور پہنا کر اس کے جسم پر موم ملنے کے بعد مرگھٹ میں رکھا جاتا تھا، ان کا عقیدہ تھا کہ لاش کو اگر گدھ اور چیل نوچ نوچ کر کھا جائیں تو وہ برگزیدہ اور مقدس آدمی ہے اور اگر لاش صحیح سالم پڑی رہے تو اسے مقبرے کے تہہ خانے میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے گلوگر (ماشکیل) کے گنبدوں کے درمیان موجود ڈھانچے کی چار دیواری اور اسی طرح خاران کے دیگر گنبدوں کے نزدیک اس قسم کی چار دیواریاں موجود ہیں جنہیں مرگھٹ کہا جا سکتا ہے۔

یورپی ماہر قدیمہ نے مصر اور عراق میں جو تفتیش کی ہے، اس کے مطابق ان ممالک میں بھی اسی قسم کے[3] تہہ خانے دریافت ہوئے ہیں جن میں مُردوں کی سالم لاش کو سپردِ خاک کیا گیا تھا اور ان مُردوں کی قبروں کے اوپر دخمے۔

عالیشان عمارتیں تعمیر کرنے کے علاوہ ان میں بھی بے شمار برتن ۔ زیورات اور دوسری قیمتی اشیاء دفن کی گئی ہیں
ہی گنبد میں متعدد انسانی لاشوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جب میاں، بیوی اور بچے مرتے تھے تو گنبد
کھول کر ان کو ایک ہی گنبد میں دفن کیا جاتا تھا۔ ان آثار و شواہد سے ماہرین آثار قدیمہ نے یہ نتیجہ نکالا
کہ یہ لوگ حیات بعد ممات میں اعتقاد رکھتے تھے۔ لیکن یہ گنبد کلیتاً امراء و سلاطین اور ممتاز طبقہ
لوگوں کے تھے۔ اس کے برعکس عام لوگوں کے مردوں کی لاش کو یا تو ریت میں دبا دیا جاتا یا پھر صحرا میں
فضا میں پھینک دیا جاتا تھا۔ کیونکہ غریب لوگوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد ان کو زندگی نصیب
نہیں ہوتی ہے اور صرف ممتاز طبقہ ہی اپنے بلند مرتبہ کی وجہ سے مرنے کے بعد زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے
ان گنبدوں کے معماروں کے متعلق یہاں کے لوگ خود بھی کچھ نہیں جانتے۔ سائیکس (SYKES) ان
صفار ملک سے منسوب کرتا ہے جو کہ سیستان کا حکمران تھا۔ نیز گنبدوں سے منسوب ناموں سے اس بات
تقویت مل جاتی ہے۔ جیسے کہ داشتگ کے جس گنبد کو ملک بہرام شاہ سے منسوب کیا گیا ہے وہ ۱۲۱۵ء سے
۱۲۲۲ تک سیستان کا حکمران رہا ہے اور اسی طرح ایک گنبد ملک شاہ کے نام سے مشہور ہے جو بہرام شاہ
کا بھائی تھا اور ایک گنبد تھے ہوتمان یعنی عثمان شاہ کے نام پر ہے۔ جس کا ذکر تاریخ میں موجود ہے

ان گنبدوں کے متعلق مولانا نور احمد فریدی تحریر کرتے ہیں کہ آرامی سامی جہاز ران فنیقی قوم کے افراد
جو خلیج العرب سے گئے تھے خاران تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ چوکور اور گنبد نما ہیں۔ ان میں قیمتی اشیاء کی موجودگی سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مصریوں کی طرح ان کا بھی عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح کو روزمرہ کی چیزوں کی
ضرورت رہتی ہے۔ اس لئے وہ ان چیزوں کو لاشوں کے ساتھ دفن کر دیتے تھے۔ مولانا صاحب ان گنبدوں میں
نصب شدہ ٹائلوں کے نقوش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا خط آرامی۔ مصری خط برائی کا نمونہ ہے اور یونانی
شمع بھی اسی قوم کے خط سے روشن ہوئی تھی۔

خاران میں واقع گنبدوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

گنبد نوشیروان

ناشکیل کے گنبدوں میں واقع ایک گنبد کو " ملک نوشیروان " سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس گنبد کی
منزل میں صرف دو قبریں ہیں جو شمال اور جنوب کی جانب کھلی ہیں اور ان کے سوراخ اینٹوں سے بند کر دیے

لے ملک سعید۔ لے بلوچ قوم اور اس کی تاریخ صفحہ

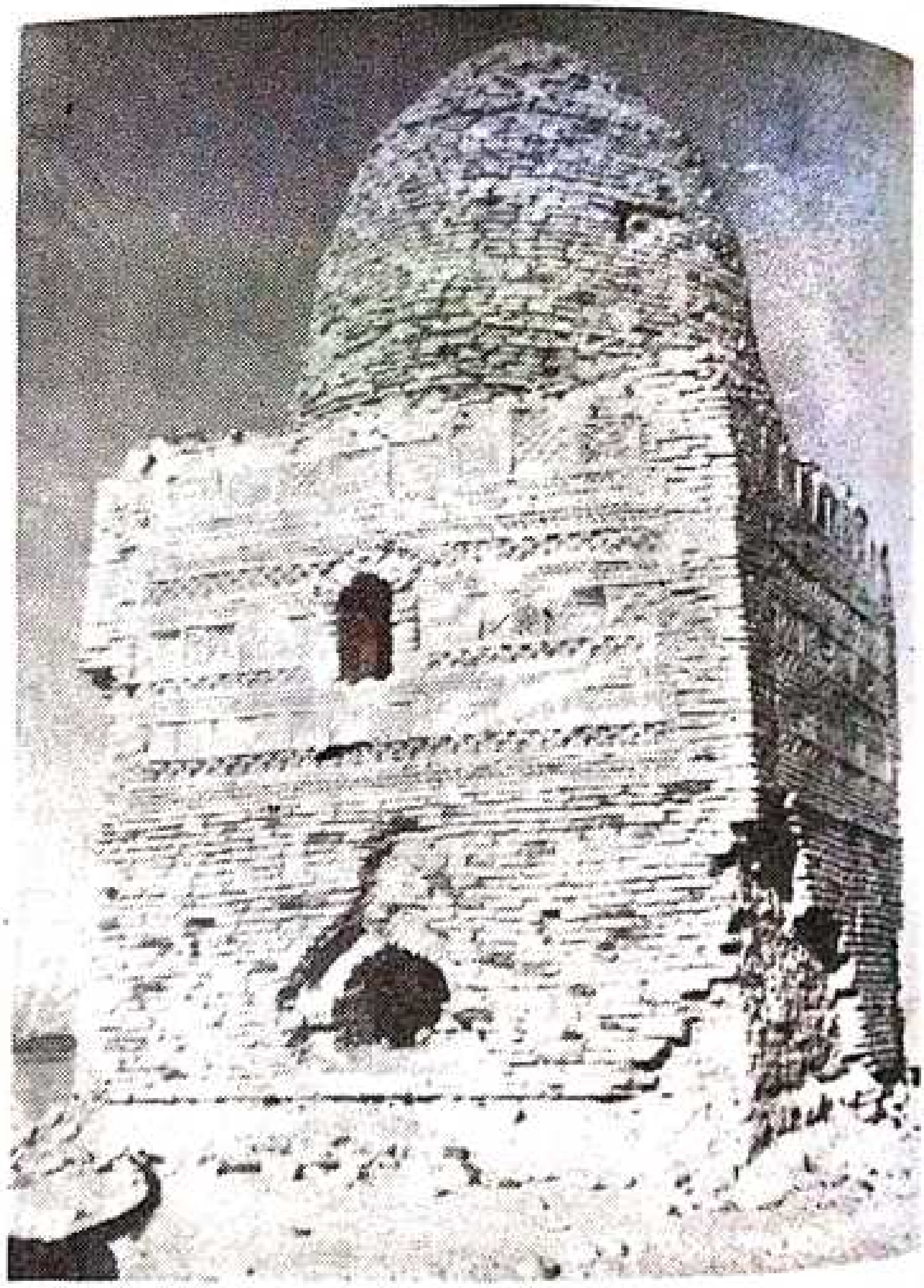

ٹھوگر کا ایک گنبد، جس کی تصویر مؤلف نے ۱۹۶۵ء میں اتاری

نوشیروان کی قبر کے جنوبی سوراخ سے اینٹیں ہٹائیں تو اس کے عین جنوب مشرق میں ایک انسانی کھوپڑی پڑی ہوئی نظر آئی اور کپڑوں کے ٹکڑے بھی دکھائی دئے اس گنبد پر اس علاقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے اور وہ ملک نوشیروان کو ولی اللہ سمجھ کر اس کے گنبد پر بھیڑ بکریاں لا کر ذبح کرتے ہیں۔ مرادوں کے حصول کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ ملک نوشیروان کی یہ خانقاہ دور دراز علاقوں تک ہے دور لوگ اپنے مریضوں کو دور افتادہ علاقوں سے لا کر اسی گنبد کی بالائی منزل میں ملک نوشیروان کی خود قبرستان سے دور ہٹ جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ملک نوشیروان مریض سے کہتا ہے: "اب جاؤ، تم تندرست ہو گئے ہو"۔ اور یہ حکم سنتے ہی مریض گنبد سے نکل جاتا ہے۔

نوشیروان کی عقبی دیوار میں ایک ٹائل پر "مزار نقودر" کے الفاظ کندہ ہیں، طرز تحریر اور ٹائل پر لکھنے کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر ماضیٔ قریب یعنی انیسویں صدی کے اوائل کی ہے۔ کے الفاظ بھدے اور باریک الفاظ میں لکھے گئے ہیں، رسم الخط بھی رائج الوقت نستعلیق ہے۔ اگر یہ تحریر ماضی بعید کی ہوتی تو وہ اپنے اس تاریخی نام کو دوسرے نقوش (چکی، مرغ طاؤس) ایک خاص ٹائل پر تیار کر کے گنبد کے کسی نمایاں دروازے پر لگاتے۔ اور اس کے ساتھ تاریخ بھی درج موجودہ ٹائلوں پر اس کے علاوہ اس قسم کی کوئی اور تحریر نہ ہونے سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس لکھنے کا فن ناپید تھا یا پھر اس وقت خطِ میخی ن۔م دنیا کے کسی خاص علاقے میں محدود تھی، ورنہ گنبدوں میں کتبے ضرور دریافت ہوتے۔

شکل کے دوسرے گنبد کی عمارت کی شکل کوئی خاص نہیں ہے۔ اس کی لمبائی ۱۵۔۱۵ فٹ اور چوڑائی ۱۰۔۱۵ فٹ ہے۔ اس کی بالائی منزل میں مٹی کی بنی ہوئی ایک قبر ہے اور نچلی منزل میں ہڈیوں کا ڈھیر ہیں۔

تیسرا گنبد منہدم ہو گیا ہے، مگر اس کے کھنڈرات موجود ہیں۔

چوتھے گنبد میں، جو شہری کے نام سے مشہور ہے، کفن کے ٹکڑے اور ہڈیاں پڑی ہیں۔

پانچواں گنبد بہت ہی دلچسپ ہے، وہ اس لئے کہ اس میں ایک دوشیزہ کی ثابت لاش ایک عرصہ تک لوگوں کی تفریح کا سامان بنی رہی۔

چھٹے گنبد کی لمبائی اور چوڑائی ۲۰۔۲۰ فٹ ہے اور اس میں ایک ہی مٹی کی قبر ہے۔

ساتویں گنبد میں دو مقبرے ہیں، جن میں انسانی پنجر بکھرے پڑے ہیں۔

آٹھویں گنبد میں تین مقبرے ہیں۔

۹. نواں گنبد بھی اسی طرح کی عمارت ہے۔

نوروز آباد کے گنبد

نوروز آباد کے مقام پر واقع یہ گنبدیں "سید محمود ءِ گنبد" یا "ملک شاہو ءِ گنبذ" کے نام سے موسوم ہیں، خاران شہر سے پانچ میل مشرق میں پائے جانے والے یہ گنبد دس انچ مربع (دو انچ موٹی) اینٹوں سے تعمیر کئے گئے ہیں، جن کی بالائی منزلوں کی دیواریں ڈھائی سے تین فٹ تک موٹی ہیں۔ ان کی علیحدہ تفصیل یہ ہے :-

۱. پہلا گنبد ۱۲ × ۱۲ فٹ اور دو منزلہ ہے، جس کی دوسری منزل میں صرف ایک قبر

۲. دوسرے گنبد کی بالائی منزل میں تین قبریں ہیں، لیکن ان میں سے ایک قبر بچی کی ہے۔ نچلی منزل میں کافی قبریں ہیں۔ ۲۵ × ۲۵ فٹ اس گنبد کی نچلی سطح کا دروازہ جنوب کھلتا ہے، جبکہ بالائی منزل کا دروازہ مشرق کی جانب ہے۔ بالائی منزل میں چاروں طرف روشندان نما سوراخ ہیں۔

۳. تیسرا گنبد اگرچہ دو منزلہ ہے، لیکن ان سب سے چھوٹا ہے۔

ان گنبدوں کی ٹائلوں پر ہاتھ اور جائے نماز جیسے نشان ہیں اور ان کے مغرب میں ایک قدیم واقع ہے جس میں سید محمود کے نام سے ایک مزار موجود ہے اور اس مزار کے چاروں طرف گنبدوں اینٹوں سے تین فٹ اونچی چاردیواری بنادی گئی ہے۔

ایری کلگ ءِ گنبد

راس کوہ کی ایری کلگ نامی وادی میں دس گنبدوں کے جو آثار پائے جاتے ہیں وہ "سلیت کے نام سے مشہور ہیں۔ لوگوں نے ان کی پختہ اینٹیں نکال کر ان کو منہدم اور کھنڈرات بنادئے ہیں کے ساتھ ایک پرانا قبرستان اور کچی اینٹوں سے تعمیر کردہ ایک کمرے کے آثار بھی موجود ہیں۔

نور دین ءِ گنبد

جھالوان کے موضع حرماگئے کے مقام پر واقع چار گنبد نوردین ءِ گنبد کے نام سے مشہور کہا جاتا ہے کہ یہ گنبد قبیلہ محوجہ کے جد نوردین کے ہیں اور وہ خود بھی انہی میں سے ایک میں دفن

...چوکور اور ۱۲×۲۵ فٹ کے رقبہ کے ہیں۔ ان کی پختہ اینٹوں کو قبائلی لے جا رہے ہیں اور ...کے صرف کھنڈرات ہی رہ گئے ہیں۔ ان گنبدوں کی ٹائلوں پر بھی اونٹ، شہسوار وغیرہ کے ...ہوئی ہیں۔

دیگر گنبد

دیگر مختلف گنبدوں کی تفصیلی فہرست حسب ذیل ہے۔

تفصیل	نام گنبد	نمبر شمار
تنگ کرا اور نزد (ماشکیل) سے مشرق کی جانب تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر سبز گنبد واقع ہے۔ جو پکی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ اس کے قریب بھی کسی قدیم شہر کے کھنڈر موجود ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جمعے کے سوا ہفتے کے باقی دنوں میں اس گنبد کا دروازہ نظر نہیں آتا۔ جمعے کے روز جو لوگ دروازہ کھول کر اندر گئے ہیں' ان کا بیان ہے کہ اس میں دو قبریں ہیں جو زمین کی سطح پر بنی ہوئی ہیں اور ان کی لمبائی عام قبروں کی نسبت دگنی ہیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ یہ قبریں امیر تیمور کے والد اور بھائی کی ہیں۔ گویا یہ وہی سبز شہر ہے' جس کے متعلق آج سے چھ سال قبل (۱۹۹۰ء میں) روسی خبر رساں ایجنسی کے حوالے سے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ امیر تیمور کا خزانہ کرمان کے جنوب مشرق اور سبز شہر میں دفن ہے۔	سبز گنبد	۱

امیر تیمور کے حسب ونسب اور وطن پر تحقیق کرتے ہوئے مشہور بلوچ ادیب محمد حسین عنقا بلوچ نے ...مشاہرخ خلف الرشید امیر تیمور کے ایک درباری مورخ کمال الدین عبدالرزاق کی تالیف "مطلع السعدین" ...تزک تیموری جیسی مصدقہ اور مستند کتابوں کے حوالے سے یہ لکھ کر میرے تحقیقی کام کو آسان بنا دیا ہے کہ تیمور ...تھا اور ماشکیل خاران سے ملحق شہر گورگان جالق کا مایۂ ناز باشندہ تھا اس کے علاوہ جغرافیائی لحاظ سے ...ماشکیل اور سبز گنبد کرمان کے جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ چنانچہ سبز گنبد۔ سبز شہر۔ سبز کوہ۔ سبز آب وغیرہ

کو اگر پیش نظر رکھیں تو یہ دعویٰ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ تیمور کا خزانہ یہیں کہیں دفن ہے۔

۲۔ بی بی لال ءِ گنبد — یہ گنبد پختہ اینٹوں سے تعمیر کردہ اور واشک کے قر
واقع ہے۔

۳۔ بازیں گنبد — یہ چھوٹے چھوٹے پکے گنبد سولدان (واشک
پر ہیں۔

۴۔ بی بی بسو ءِ گنبد — یہ گنبد کلاگان میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ قبیلہ
کے جد میر ہالہ کی بہن بی بی بسو کا مقبرہ ہے۔

۵۔ گنبد ہالہ — کلاگان میں سرآپ ندی پر واقع یہ گنبد میر ہالہ کا

۶۔ گنبد ٹوہو — ملکیان ءِ قلات اور کلاگان کے درمیان واقع یہ گنبد
کے بھائی میر ٹوہو کا ہے۔

۷۔ گنبد سید بجار — یہ گنبد جو تلی کے مقام پر واقع ہے، بجار نامی ایک ش
سید کا ہے۔

۸۔ شئے ہوتمان ءِ گنبد — حرماگئے کے مقام پر پانچ دو منزلہ گنبد شئے ہوتمان
نام سے منسوب ہیں۔

۹۔ تلونک ءِ گنبد — یہ گنبد حرماگئے میں واقع ہے۔

۱۰۔ گنبد سوارین — گواش

۱۱۔ گنبد اٹیک — اٹیک

۱۲۔ گنبد ملک شاہ — جھالوان

۱۳۔ گنبد ماربند — ڈیلی میں واقع ہے، روایت ہے کہ رات کے
پر "جن" مسافروں اور رہگزروں کو پریشان کرتے ہیں

۱۴۔ ریگی — ریگی (ماشکیل) میں دو گنبد ہیں۔

۱۵۔ نازو ءِ گنبد

۱۶۔ گنبد شئے شادی — بگت (جھالاوان)

۱۷۔ جالوار ءِ گنبد — درۂ جالوار

گنبدوں کی پختہ ٹائلوں پر مختلف نشانات

نبدوں میں مدفون انسانی کھوپڑیاں اور پنڈلی کی ہڈیاں۔ جنہیں مؤلف نے باہر نکال
کر تصویر اتار لی

۱۸۔ ملک درک ءِ گنبد — ایک ہی نام سے ہلمرگ اور گواش میں دو گنبد ہیں۔

۱۹۔ ایوکیں گنبد — واشک

۲۰۔ نیلان ءِ گنبد — حرما گئے

۲۱۔ گنبد سید امیر — کوٹمان

۲۲۔ گنبد گنجی ملک — وادیٔ پادون (کلگ)

۲۳۔ کلاگان ءِ قلات ءِ قبرستانءِ گنبد — قلعہ کلاگان کے ساتھ دو گنبد۔

۲۴۔ گنبد بی بی — کسان میں دو گنبد

۲۵۔ گنبد امام حسن و حسین — دو گنبد بمقام ریگ فرنگی سراوان۔

۲۶۔ بی بی شہری ءِ گنبد — ہوکی

۲۷۔ گنبد شیرزئی — شیرزئی

۲۸۔ منگھی چاہ ءِ گنبد — دو گنبد، جھالوان

۲۹۔ گنبد محمد امین — اسے سردار آزاد خان نوشیروانی نے اپنے چہیتے بیٹے محمد امین کے لئے بنایا تھا۔ یہ گنبد خاران شہر کے قبرستان میں واقع ہے اور سردار آزاد خان خود بھی اسی گنبد میں محو خواب ہیں۔

قدیم کاریزات

دیگر آثار قدیمہ کے علاوہ خاران میں مختلف مقامات پر متعدد کاریزوں کے آثار بھی پائے
ان میں سے بعض اہم کاریزوں کے نام اور مقام حسب ذیل ہیں:

۱۔	کاریز کیسہ پچ	واشک
۲۔	کاریز شیخ سعدی	"
۳۔	کاریز کوشکان	ماشیل
۴۔	کاریز چاکر	"
۵۔	کاریز قمبر	"
۶۔	کاریز شہداد	"
۷۔	کاریزات گراوگ (۲)	"
۸۔	کاریز نشین جاہ	واشک
۹۔	کاریز علی	ماشیل
۱۰۔	کاریز گرک (نئی آباد)	گرک خاران
۱۱۔	کاریز نک	رخشان (راجیم)
۱۲۔	کاریز بے سیمہ (گرگی)	بے سیمہ
۱۳۔	کاریزات جالوار	جالوار خاران

علاوہ ازیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب نوح اور حضرت آدم دونوں نبی یہاں تھے اور ان کے زمانے میں ایک وسیع و عریض خطہ سرسبز و شاداب تھا جبکہ آپ کے متعلق یہاں تک مشہور ہے کہ آپ یہاں پیدا ہوئے تھے اور وہ یہیں اور اولاد نوح کو بھی یہاں کا نبی آتا تھا اور اسی آباد و اضلاعیات جنوب میں پنگ (۱۰۰ میل) لمبا پہاڑ تھا جس میں واقع ہو کر آج بھی پنگ کے ریگستانوں میں کھجوروں کے نشانات پائے جاتے ہیں جو یہ بھی ہوتی تھیں اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان خود رو کاریزات کے بارے میں یہ روایت بھی کافی قریب ہے کہ جب منگولوں کا سیلاب اس جانب امڈا تو یہاں کے باشندوں نے ختم کرنے سے قبل ان کاریزات کے چشموں کو اون اور بکریوں کے بالوں سے بنائے ہوئے رسیوں (پشم) کے ذریعے بند کر کے منگول ان کے علاقے کو آباد کر کے یہاں پر بس نہ جائیں اور مستقل قبضہ نہ کر لیں۔

سردار آزاد خان نے ایک کتاب لی۔ کلوگ اور راہگشت کے مقامات پر واقع ان تین کاریزات کی از سر نو اصلاح کرائی جنہیں بعد میں سردار وزیر خان نے مکمل بھی کر لیا لیکن واشکیل کی طرف نالہ بندی اور ریت کی وجہ سے یہ کاریزات کامیاب نہیں ہو سکیں اور منہدم ہو گئیں۔

ان قدیم کاریزات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آج سے چھ ہزار قبل کی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کاریزوں کو ایران کے اسفندیار اور اس کے بیٹے بہمن نے اپنے دور اقتدار میں احداث کیا۔ اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ ان کاریزوں کو عربوں نے احداث کیا ہے۔

میجر جنرل میلکم ۔ ڈی ۔ بی ۔ E.K ۔ جی گورنر بمبئی اپنی کتاب "تاریخ ایران" ۱۸۱۵ء میں لکھتے ہیں کہ نئے فن اور قدیمہ شہر نیز کاریں بھی پیشدادیاں خاندان کے بادشاہ ہوشنگ نے ایجاد کیا تھا۔

مولانا نور احمد فریدی ان کاریزوں کو عہد شمس سبا کے آخری دور سے منسوب کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "حضرت مکران کے چچا زاد بھائی جناب سبا کاریزات کے موجد ہیں اور جب عرم کے سیل سے آب ٹوٹ گیا تو وہ مکران کی طرف روانہ ہوئے کچھ خاندان خلیج عرب کے ساحل پر رہ پڑے اور کچھ خاندان مکران تک اس ملک میں بڑھتے چلے آئے انہوں نے یہاں پر بندوں کے علاوہ کاریزات میں بھی اضافہ کیا۔"

۱؎ ضعیف الاعتقاد لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ واشکیل کا پیر "سلطان" یہاں کے لوگوں سے ناراض ہے کہ سلطان کی حسب خواہش یہاں تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں اور کاریزات اور دیگر فصلات کی کاشت کامیاب نہیں ہوتیں۔

۲؎ بلوچی نامہ سال ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۲۵ ۔ ۳؎ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ صفحہ ۱۵۶

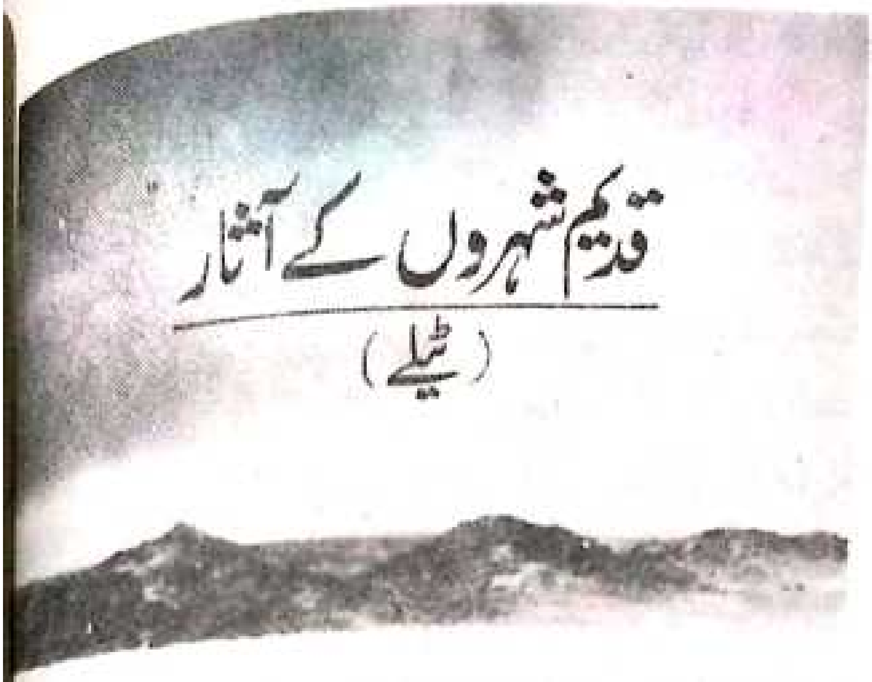

قدیم شہروں کے آثار

(ٹیلے)

خاران میں تقریباً ہر بیس میل کے فاصلے پر کسی نہ کسی قدیم شہر کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن
مقامی اصطلاح میں "دم" (منہدم شہر) کہا جاتا ہے۔ ان کی جانب ابھی تک محکمہ آثار قد
کوئی توجہ نہیں دی ہے جس کے سبب ان قدیم شہروں کی صحیح تاریخ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ
کیا جا سکتا۔

خاران سے واشک جاتے ہوئے راستے میں گرگ اور گریشہ کے مقامات پر بے شمار بڑے بڑے
نظر آتے ہیں جن میں اکثر پچاس فٹ تک لمبے ہیں اور بعض سینکڑوں فٹوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ ٹیلے پ
کے نشیبی حصوں کے قریب ہیں اس لئے عام آدمی پہلی نظر میں انہیں پہاڑی ٹیلے ہی سمجھتا ہے۔ لیکن قریب
دیکھنے سے یہ ٹیلے اپنی اصل حقیقت میں مصنوعی نظر آئیں گے۔

خاران کے علاقہ میں جو قدیم شہروں کے ٹیلے پائے جاتے ہیں ان میں مندرجہ ذیل بہت اہم نمایاں

حرگوک

خاران سے بیس میل جنوب مشرق میں گرگ کے مقام پر سراپ ندی کے کنارے جو واقع
نظر آتے ہیں انہیں مقامی لوگ "حرگوک" کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ ٹیلے تقریباً تیس مربع میل میں پھیلے
ہر ٹیلہ دوسرے سے چند ہی قدموں کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور ان ٹیلوں کے عین وسط میں ایک بڑا
اور وسیع ٹیلہ بھی موجود ہے۔ جسے اس شہر کے اس وقت کے بادشاہ یا سردار کے حرم (قلعہ) سے
کیا جا سکتا ہے۔ ان ٹیلوں کے ساتھ ایک پرانی کاریز (کاریز گرگ) اور سراب ندی کے آب

ودو تک نظر آتے ہیں اس کے علاوہ اس شہر سے متصل ایک وسیع و عریض اراضی پائی جاتی ہے۔ جس کی
گزدو اور ٹھیکیاں تک پڑے جاتے ہیں۔ کتاب البیرونی میں بھی خاران کی ایسی آبادی کا تذکرہ

دم ۔ شکیل میں واقع اس قدیم شہر کے ٹیلے اب ریت سے متاثر ہیں' ان پر کافی ریت جمع
آزاد خان نے اسی ٹیلے پر ایک قلعہ تعمیر کیا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ قلعے کی تعمیر کے دوران دیواروں
کے موقع پر اس جگہ سے انسانی لاشیں برآمد ہوئی تھیں اور یہ لاشیں صحیح سلامت تھیں
کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔
ٹیلوں کی کھدائی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی تاریخی انکشاف موجود ہے'
متعلق تفصیل سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' لہٰذا چند دیگر اہم ٹیلوں کے نام اور مقام ذیل میں
ہیں:۔

نام	مقام
شاہی دم	خاران شہر کے مشرق میں چار میل کے فاصلے پر واقع ہے چونکہ یہ ایک سیلابی ندی کے کنارے واقع ہے' اس لئے بارش اور سیلاب کے وقت اس کے کئی حصے آب برد ہوتے جا رہے ہیں' اس بارے میں روایت ہے کہ جب بھی کوئی زبردست سیلاب اس ٹیلے کو کاٹ کر بہا دیتا ہے تو یہاں سے چاندی کے سکے' برتن اور دیگر اشیاء برآمد ہوتی ہیں۔
ملک ایک دم	خاران کی بستی ہوکی میں واقع ہے۔
دم اردو ۔	جھالوان ۔
دم سنگری ۔	گوہری
دم لشتو ۔	۔۔
خاران گور میتر ۔	

۶۔	دم سورد	سورد
۷۔	سیاہ دم	بوپ و ریک
۸۔	وازہ دم	ماشکیل
۹۔	شئے حسن دم	
۱۰۔	گرائی نادمب	بے سیمہ
۱۱۔	تاگزی نادمب	زیک
۱۲۔	پزوئی نادمب	" (یہاں سے مٹی کے برتن کے
۱۳۔	سیاہ ہوزئی نادمب	سیاہ ہوزئی بے سیمہ } ان سے
۱۴۔	کرگی نادمب	بے سیمہ } پختہ بُت
۱۵۔	شنگر نادمب	رخشان } بھی ملے ہیں

ان ٹیلوں کے قرب و جوار میں پائے جانے والے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں کا ریزات اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ ان مقامات پر انسانی بستیاں ہوں گی۔ لیکن آج تک کوئی عظیم مذہبی مراکز ہیں؟ جن میں سورج دیوتا کی پوجا ہوتی تھی؟؟ یا پھر یہ بہت بڑے انسانی ہڈیوں کی موجودگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں بادشاہوں کے محلات رہے ہیں اور یہاں کے سرسبز میدانوں میں کثیر تعداد میں دہقان آباد ہوئے تھے۔

۶۰۔ ۱۹۵۹ء میں امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری کی ایک جماعت نے صوبہ بلوچستان ٹیلوں اور کھنڈرات کا جائزہ لیا۔ جماعت نے بتایا کہ ان کھنڈرات اور ٹیلوں کی معمولی کھدائی سے عمارتوں کی دیواریں اور گلیوں کا سراغ ملتا ہے۔ نیز ان کے اندر برتنوں کے ٹکڑوں وغیرہ کی نگار ڈاکٹر والٹر لکھتے ہیں کہ یہ آثار قبل از تاریخ یعنی دو ہزار سال قبل مسیح کے ہیں۔ انکشاف کیا ہے کہ ان ٹیلوں اور کھنڈرات میں واقع عمارات کی طرز تعمیر وغیرہ بلوچستان ہڑپہ اور موہن جو ڈرو سے بہت ہی مماثلت رکھتے ہیں۔

ماہرین آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ بلوچستان میں پائے جانے والے فن تعمیر کے ہے کہ زمانہ قبل از تاریخ میں ایران سے قدیم کاشتکار تقریباً قبل مسیح کے پانچ ہزار یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ بعد میں آبادی کے بڑھ جانے سے کاشتکاروں کی بستیاں

سال قبل مسیح کے قریب ان چھوٹی چھوٹی بستیوں کی تہذیب تکمیل پذیر ہونے لگی۔ ایرانی اثرات بلوچستان تک محدود نہ رہے بلکہ سندھ تک بڑھتے چلے گئے۔

نیل پاگ

خاران کے بعض مقامات پر کچی اینٹوں سے تیار کردہ ستون بھی نظر آتے ہیں جنہیں "نیل پاگ" کہا جاتا ہے۔ اور اس بارے میں روایت ہے کہ گذشتہ ادوار میں بدکردار یعنی زانی افراد کو ان مقامات پر سنگسار کیا جاتا تھا۔ ایسے ستونوں میں سے گوہری میں چار اور نیلان میں تین ابھی تک موجود ہیں

خاران کے قلعے

جیسے کہ آپ "آئینۂ خاران" کے حصہ تاریخ میں مطالعہ فرما چکے ہیں کہ اس علاقہ کے
ابتدائی ادوار میں قطعی طور پر جداگانہ قبائلی حیثیت کے نظام کے تحت رہ بس رہے تھے اور ا
غیر محفوظ وطن نہ صرف ایرانی ڈاکوؤں اور رہزنوں کی آماجگاہ تھا، بلکہ یہاں کے پسماندہ قبائل کو
منوانے کے لئے باہم دگر بھی نبرد آزما ہونے کے واقعات سے دوچار ہونا پڑتا تھا چونکہ یہاں پر
حکومت کا وجود نہیں تھا، اس لئے ہر قبیلہ کو اپنا دفاع خود کرنا پڑتا تھا، اس طرح دشمن قبیلے
لینا بھی اس کے محدود خاندانی وسائل میں شامل تھا، چنانچہ ایسے حالات سے دوچار ہونے کے
اور نتائج نے انہیں اپنے قبائل کے مرکزی مقامات پر پناہگاہوں کی اہمیت اور ضرورت کا شعو
دلایا، لہٰذا یہاں کے مختلف اور نامور قبائل کے سرداروں اور سربراہوں نے جو دفاعی قلعے یا
پناہ گاہیں تعمیر کی تھیں، وہ "قلات" (بمعنی قلعہ) کہلاتے ہیں، جو اہمیت کے لحاظ سے حسب ذیل

قلعہ خارات کا بیرونی منظر (۱۹۶۹ میں)

قلعہ خاران

قلعہ آج سے کوئی چھیاسی سال قبل بنایا گیا تھا۔ جب سردار میر آزاد خان نوشیروانی نے خود کو خاران کا بڑا چیف (سردار) تسلیم کرایا تھا بلکہ اس نے خاران کو ایک علیحدہ ریاست بھی قرار دیا تھا اور وہ خاران کو قلات اور افغانستان سے سیاسی طور پر بھی آزاد کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا اس لئے سردار آزاد خان نے دفاع کے پیش نظر ۱۸۸۲ء میں ملک کے اندر خاران کے علاوہ حرما گئے۔ جالوار اور کوہک کے مقام پر قلعے تعمیر کرانے کا کام شروع کر دیا۔ خاران کا قلعہ ریاست کے صدر مقام کی حیثیت سے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ لیکن اس کے لئے فوجی نقطہ نگاہ سے کوئی موزوں مقام نہیں ملتا تھا کیونکہ جہاں وہ قلعہ تعمیر کرنا چاہتے تھے وہاں پانی نایاب تھا اور جہاں پانی دستیاب تھا تو وہ مقام قلعہ کے لئے مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا اور اس مسئلہ نے سردار کو بہت پریشان کر رکھا تھا۔ روایت ہے کہ ایک درویش کی نشاندہی پر سردار آزاد خان نے دریائے بڈو سے کوئی چھ میل مغرب کی جانب دلکشا کے مقام پر ایک کاریز احداث کی، جس میں وافر پانی دستیاب ہوا [illegible] کے لئے اس کاریز سے تین میل جنوب میں جگہ منتخب کی گئی تھی، اس لئے کاریز کا پانی ایک نالی کے ذریعے [illegible] لایا گیا۔ اور پھر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ لیکن اس چٹیل اور سنگریز میدان میں اینٹوں کی تیاری کے لئے مٹی دستیاب نہیں تھی، لہٰذا اینٹیں بھی یہاں سے ۲½ میل جنوب کی جانب "کور" کے مقام پر پکائی گئیں اور اینٹوں کو قلعے کے مقام پر پہنچانے کے لئے لائن میں اتنے کافی آدمی کھڑے کر دیئے گئے تھے جو بھٹہ سے فاصلہ (۲½ میل) اینٹوں کو ایک دوسرے کو پکڑواتے پکڑواتے جائے مقصود پر رکھتے تھے۔ ایرانی [illegible] کے علاوہ باقی تمام مزدور مقامی لوگ تھے۔ جنہوں نے بصورت حشر (امداد باہمی) کے عرصے [illegible] موٹی دیواروں اور ۴۰ فٹ اونچے چار برجوں پر مشتمل چار سو فٹ لمبے۔ دو سو فٹ چوڑے اور [illegible] فٹ اونچے قلعے کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا۔

چونکہ اس مقام پر کوئی زرعی زمین نہیں تھی اور نہ اس جگہ ہی کا کوئی نام تھا اس لئے اندرون ریاست [illegible] "کاریز قلات" اور ہمسایہ ملکوں میں قلعہ خاران مشہور ہوا۔

قلعے کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف گنبد نما مورچوں کی ایک مربوط فصیل بنا دی گئی ہے [illegible] داخل ہونے کے لئے اس فصیل میں ایک سرپوش مگر پرپیچ رستہ چھوڑ دیا گیا ہے جو بیرونی دروازہ [illegible] جس پر ہر وقت محافظ پہرہ دیتے تھے۔ اس فصیل کے ساتھ ساتھ قلعہ کے چاروں طرف ایک

خندق بھی کھدوائی گئی تھی جو زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پانی چھوڑنے سے پہلے ہی منہدم ہو گئی تھی۔

قلعہ کی جنوبی دیوار کے باہر مگر اس سے ملحق تین کمروں پر مشتمل ایک کارخانہ قائم کر دیا گیا تھا جس میں جدید اسلحہ اور بارود تیار کئے جاتے تھے۔ فیکٹری سے کوئی ایک سو گز جنوب مشرق میں چالیس دوکانوں پر مشتمل بازار جس میں ساہوکار، کچھی اور نوشکی کے ہندو تھے۔ یہ بازار نہ صرف حکمران طبقہ اور ان کی فوج کو اشیائے صرف مہیا کرتا تھا بلکہ یہ تمام ریاست کی پوری آبادی کے لئے مرکزی منڈی کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ اس بازار کے شمال میں پر چند مکانوں کے جو کھنڈرات نظر آتے ہیں وہ سردار میر نوروز خان کی رہائش گاہ ہے۔

قلعے کے سامنے مگر فصیل سے باہر ایرانی طرز تعمیر کے جو چار علیحدہ علیحدہ پختہ کمرے نظر آتے ہیں ان میں سے ایک لنگر خانہ، دوسرا مہمان خانہ، تیسرا فوج کا باجہ خانہ بینڈ باجے کی جگہ اور چوتھا دارو خانہ کہلاتا ہے قلعے کے دروازے کے ساتھ اور قلعہ ہی کی دیوار میں بھی ایک گنبد نما مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اس مسجد میں بیک وقت ساڑھے تین سو نمازیوں کے لئے گنجائش ہے جبکہ مسجد کے صحن میں اس سے بھی زیادہ لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں (واضح ہو کہ اس وقت بھی یہ مسجد آباد ہے اور لوگ جوق در جوق اس میں نماز پڑھنے جاتے ہیں) مسجد کے بین سامنے یعنی فصیل سے باہر سردار میر یعقوب خان کے رہائشی مکانات کے کھنڈرات ہیں یہاں یہ ذکر بیجا نہ ہوگا کہ سردار میر یعقوب خان، سرداری کی پگڑی باندھنے کے بہت کم عرصہ بعد اپنے چچا زاد بھائی ... خان کے ہاتھوں ان ہی مکانات میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

قلعے کے مغرب میں سوائے گنبد نما فصیل کے اور کوئی آثار نہیں۔ البتہ اس طرف کی زمین کو دو فرلانگ تک ہوائی جہاز کے میدان کی طرح صاف اور ہموار کر دیا گیا ہے۔ شمالی دیوار سے ملحق اصطبل خانہ اور کمیل کری ہے جس کے ساتھ ہی بارہ ایکڑ اراضی پر مشتمل ایک خوبصورت باغیچہ تیار کیا گیا تھا جس میں دیگر درختوں کے علاوہ پانچ سو کے قریب نخل تھے لیکن امتداد زمانہ کی وجہ سے اب یہاں صرف دو سو بیس کے قریب کھجور کے درخت باقی ہیں۔

قلعے کے اندر کی جانب فصیل کے ساتھ مشرق کی جانب جو مرکزی دروازہ ہے اور جس کے اوپر گنبد نما چھت ہے بڑا گیٹ کہلاتا ہے۔ اگرچہ قلعہ کا اصلی گیٹ یہاں سے تیس فٹ کے فاصلے پر واقع ہے لیکن دیواروں کے پرپیچ ہونے کی وجہ سے یہ گیٹ نظر نہیں آتا۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی بائیں ہاتھ پر کمرے شروع ہوتے ہیں یہ پہلا کمرہ گارڈ کی جگہ ہے۔ دوسرا اور تیسرا کمرہ اسلحہ خانہ کہلاتا ہے۔ نواب امیر حبیب اللہ خان

لے بی بی ماہ ناز کے قضیے کے دوران شمال مشرقی برج کو خان خدائیداد نے توپ سے اڑایا تھا۔

اپنے دورِ اقتدار میں ان ہی کمروں کے سامنے دیوان (جرگہ) کرتے تھے۔ ان سے علیحدہ ۴۰×۱۵ فٹ ہال نما نوازخانہ کہلاتا ہے۔ توپ خانے کی مشرقی جانب جو تین، دو منزلہ کمرے ہیں۔ ان کی نچلی منزل کو اسلحہ، بارود وغیرہ کے گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ بالائی منزل رہائش کے لئے مخصوص تھی۔ بالائی منزل سے لے برج کے اوپر تیسری منزل بنائی گئی ہے۔ جن کو ایک چور راستے سے ملا دیا گیا ہے۔ جس کے دروازے میں بیٹھ کے بل ہی آدمی اندر جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہر برج کی بالائی منزل کا راستہ بھی بھول بھلیاں ہی ہے۔ جنوب میں بھی دو منزلہ مکانات ہیں جن کے بالائی مکانات ابتدأ میں رہائش کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جنوبی دالان میں بھی مال رکھا جاتا تھا جس کا اندازہ انار پوست اور کھجوروں کے موجودگی سے لگایا جاتا ہے۔ توپ کے بالائی چھ کمرے بھی رہائش کے لئے مخصوص تھے۔ ان کے نیچے بارہ کمروں پر مشتمل "تہہ خانہ" ہے جن میں مالیہ سے وصول شدہ اجناس اور دیگر مال محفوظ کیا جاتا تھا۔ ان کمروں کے شمال میں نواب امیر حبیب اللہ نے فوج کے زیر استعمال اسلحہ کے رکھنے کے لئے چار کمرے اور ایک خاص مہمان خانہ بعد میں تعمیر کر لیا تھا۔ معتبر روایت ہے کہ نورا مینگل کو اسی مہمان خانے میں پناہ دی گئی تھی۔ لیکن چند دن گزرنے کے بعد غداروں نے نواب صاحب کی عدم موجودگی میں نورا کو انگریزوں کے حوالے کیا تھا۔

شمال کی جانب نچلی منزل بھی بارہ تہہ خانوں پر مشتمل ہے جن میں بھوسہ اسٹور کرنے کے علاوہ قیدیوں کو بھی ان میں محبوس کیا جاتا تھا۔ دوسری منزل چھ خوبصورت کمروں پر مشتمل ہے۔ سردار میر آزاد خاں ان ہی کمروں میں رہائش رکھتے تھے اور دیوان عام کے موقع پر وہ ان ہی کمروں کے سامنے تشریف فرما ہوتے جبکہ رعایا بالمقابل، سامنے باادب براجمان ہوتے۔ اور اسی طرح سردار اور عوام کے مابین تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری رکھا جاتا۔

قلعہ کی شرقی دیوار یعنی مسجد کی پچھلی دیوار کے ساتھ سولہ آتشدانوں پر مشتمل ایک وسیع باورچی خانہ کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ پانی کی ضروریات اگرچہ کاریز سے پوری کی جاتی تھیں لیکن ہنگامی حالات کے پیش نظر قلعے کے تقریباً وسط میں ایک سو ساٹھ فٹ گہرا کنواں بھی کھودا گیا ہے۔ اس کنوئیں کے قریب ہی ایک دو منزلہ عمارت جسے دالان کہا جاتا ہے اس کے اندر زیر زمین خزانہ رکھا جاتا تھا۔ جس پر ہمہ وقت پہریدار مقرر ہوتے تھے۔

۱۹۲۰ء میں نواب امیر حبیب اللہ خان نے قلعہ کے شمال میں ۲½ فرلانگ کے فاصلے پر دل آرام کے مقام پر بیرونی طرز کا ایک خوبصورت بنگلہ اور ایک علیحدہ گنبد نما دیوان خانہ تعمیر کر کے قلعہ کو استعمال کرنا چھوڑ دیا تھا جبکہ یہ نیا خاران ایک پُر رونق شہر بن گیا ہے اور دل آرام (بنگلہ) ضلع کے ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ

کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے پر قلعہ میں موجود تمام فوجی اور سرکاری ساز و سامان حکومت پاکستان کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن اب بھی قلعے کے کھنڈرات میں مختلف رائز اور مختلف قسم کے بندوق کے ڈھانچے۔ سپر۔ برچھی۔ تلوار۔ کجاوے۔ پانی کے مشکیزے۔ گھی کے بڑے بڑے کھال والے گھڑے۔ توپ کے پرزے۔ جھولے۔ سیسہ۔ خالی کارتوس۔ اونٹوں کے زخنہ اور پٹ چٹائیاں موجود ہیں۔

قلعے کے جنوب میں اس وقت کا قبرستان ہے جس میں سردار آزاد خان۔ سردار میر نوروز خان اور سردار میر یعقوب خان کے گنبد نما مقبرے ہیں۔

کوٹان ءِ قلات

یہ قلعہ خاران شہر سے جنوب میں تقریباً دس بارہ میل کے فاصلے پر کوٹان کے موضع میں واقع ہے جسے کوٹان ءِ قلات کہتے ہیں۔ ۱۰۰×۱۰۰ کے کچی اینٹوں سے بنے ہوئے اس قلعہ کو سردار آزاد خان نے تعمیر کیا تھا اس کی دیواروں کی موٹائی ۲ فٹ ہے۔ اور ان دیواروں میں دس فٹ کی اونچائی پر تیر کش کے نام سے سوراخ چھوڑے گئے ہیں۔ قلعہ کے چاروں کونوں پر برج بنے ہوئے ہیں۔ جن پر چڑھنے کے لئے قلعہ کے اندر مٹی کی اینٹوں سے سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ قلعہ کے اندر اگرچہ چاروں دیواروں سے ملحق کمرے تعمیر کئے گئے ہیں لیکن آج صرف جنوبی دیوار کے ساتھ ۲۵×۱۲×۱۰ کا ایک کمرہ کی دیواریں موجود ہیں جس کی چھت نہیں ہے جس میں تیریں رکھنے کے لئے چار طاقچے ہیں۔ اسی طرح شمالی دیوار میں تین کمرے ہیں جن کا درمیانی کمرہ بہت چھوٹا یعنی غسل خانہ سائز کا ہے۔ صحن کے باقی دیواروں میں طاقچے اور کمروں کی مشرقی دیوار سے چھتوں کی شہتیروں کے نشان یا سوراخ پائے جاتے ہیں۔ اس سے متصل ۵۰×۵۰ ایک اور صحن ہے جس کی شمالی اور جنوبی دیواروں کے ساتھ مجموعی طور پر پانچ کمروں کے نشان پائے جاتے ہیں اور یہ محافظ سپاہیوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ قلعے کا دروازہ اسی صحن میں کھلتا ہے اور بڑا گیٹ اس صحن کے مشرقی دیوار میں ہے۔

قلعہ کے قریب کسی آبادی کے آثار نہیں پائے جاتے البتہ جنوب میں چھ میل کے فاصلے پر واقع ریگستان کے دامن میں کیتو کی آبادی ہے مغرب میں ایک میل کے فاصلے پر سید امیر کا گنبد ہے قلعہ کے ساتھ ہی شمال کی جانب پختہ اینٹوں کے ایک بھٹہ کے آثار موجود ہیں لیکن اس بھٹہ کی تیار شدہ پختہ اینٹ قلعے میں کہیں بھی نظر نہیں

قلعہ خاران کا اندرونی منظر (۱۹۷۹ میں)

[illegible] سید امیر کے گنبد کی تعمیر کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ کوہان کی آبادی قلعے کے شمال مغرب میں [illegible] واقع ہے۔ اور ۲½ میل جنوب مشرق میں موجودہ "پرسیٹ" کی آبادی واقع ہے۔

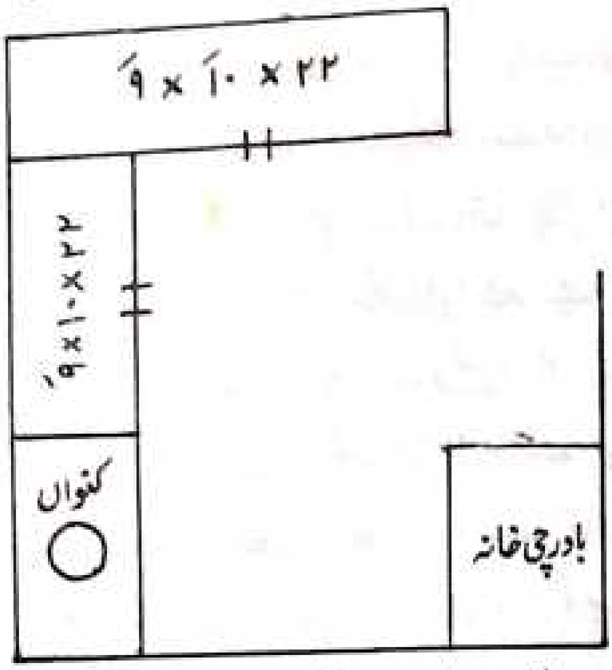

قلعہ شیرنزہ

بلند علاقہ دخشان میں "شیرنزہ" کی موجودہ آبادی کے مشرق میں تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر [illegible] قلعہ کے مشرق میں ایک میل پرے "چیدگی" کی پہاڑی ہے۔

[illegible] قدیم کے ایک پرانے (۷۰۰ مربع فٹ) پچاس فٹ اونچے ٹیلے پر تعمیر کیا گیا ہے قلعے کی [illegible] سے چار فٹ تک چٹانوں کے پتھر اور اوپر ۱۶ فٹ چھتوں تک پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ یہ [illegible] دیواروں کی موٹائی تین فٹ ہے، چار کمروں پر مشتمل ہے۔ جنوب میں دروازے کے ساتھ پہلا مختصر [illegible] شمال مغربی دیوار سے ملحق کمرہ میں آبنوشی کنواں ہے، اسی سے منسلک دوسرا کمرہ جو ۲۲×۱۰×۹ [illegible] اور مشرقی دیوار کے ساتھ اسی سائز (۲۲×۱۰×۹) کا کمرہ اسٹور، گارڈ اور عملہ کے استعمال کی غرض [illegible] ہے۔ یہ تمام کمرے ایرانی طرز تعمیر کے مطابق گنبد نما ہیں اور ان کی چھت سے اوپر قلعے کی دیوار میں [illegible] رکھے گئے ہیں۔

[illegible] نوروز خان نوشیروانی نے ایک تھانے کی صورت میں بنایا تھا تاکہ وہ اس شاہراہ (خاران - [illegible]) سے گزرنے والے قافلوں سے مُنگ (چونگی) وصول کرے۔ اس قلعے کے جنوب میں [illegible] واقع ہیں۔ یہاں پر ایک پرانی کاریز کے آثار بھی پائے جاتے ہیں اور یہاں سرسبز و شاداب [illegible] نشانات بھی موجود ہیں۔ روایت ہے کہ ۱۹۳۹ء میں خانِ قلات کے لشکریوں نے لڑائی کے [illegible] اکھاڑ دیا گیا۔ اب یہاں کے عوام نے ایک نئی کاریز احداث کرکے آبادی شروع

قلعہ نوروز قلات

یہ مقام جو اس وقت نوروز قلات کہلاتا ہے' کبھی بلیخ کے نام سے مشہور تھا اور امیر ... یہاں پر ایک وسیع مگر کچا قلعہ بھی تعمیر کیا تھا۔ لیکن جب خان خدائیداد خان اور سردار آزاد خان نوشیر... مابین قبائلی عداوت پیدا ہوئی تو خانِ قلات نے سراوان اور جھالاوان کے قبائلیوں کی مدد ... بھرپور حملہ کر کے اس قلعہ کو بھی مسمار کر دیا تھا' چنانچہ اپنی طاقت بڑھانے کے بعد سردار آزاد ... اس مقام پر ایک جدید اور پختہ قلعہ تعمیر کرایا' جسے اپنے فرزند میر نوروز خان کے نام سے منسوب کر ... نام نوروز قلات رکھا اس لئے اب یہ موضع بھی بلیخ کی بجائے نوروز قلات کے نام سے مشہور ...

اگرچہ عام نظروں میں یہ قلعہ صغیر معلوم ہوتا ہے لیکن بڈو نامی ندی کے مشرقی کنارے پر تعمیر ... پختہ قلات اپنے محل وقوع اور نادر تعمیر کی وجہ سے انتہائی اہم' مضبوط اور محفوظ خیال کیا جاتا ... کے عین مغرب میں ندی سے پرے ایک گول اور اونچی پہاڑی بھی موجود ہے' جس پر صرف ایک ... قائم کرنے سے قرب و جوار کی تمام آبادی کی حفاظت کی جا سکتی ہے' گویا یہ پہاڑی بھی بذات خود ... دفاعی پناہگاہ ہے۔

یہ مقام ریاست خاران کے سرداروں (نواب صاحب) کا گرمائی مرکز رہا ہے۔ دریائے بڈو ... رواں کے ذریعہ یہاں کی اراضیات کو سیراب کیا جاتا ہے اور آج کل یہ جگہ انتہائی سرسبز و شاداب ... خاران میں اپنی نوع کا بہترین نخلستان شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی کوئی تیس گھرانوں ... تھی' جبکہ یہ سب نواب صاحب خاران کے کاشتکار اور کارندے ہی تھے۔ لیکن اب اس کی آبادی ... افراد سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ یہاں پر ایک مڈل اسکول اور ڈسپنسری بھی موجود ہے۔

قلعہ شاہانہ

سب تحصیل ماشکیل کے سبز کوہ نامی پہاڑ کے درمیان جس قدیم قلعہ کے ... موجود ہیں' وہ قلعہ شاہانہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ قلعہ مغرب اور جنوب میں بڑی بڑی چٹانوں ... ہے' اس لئے ان دو اطراف سے یہ قلعہ ہرگز سر نہیں کیا جا سکتا' البتہ شاہراہ کو چھوڑ کر چودہ ... مسافت اور چکر کاٹنے کے بعد قلعہ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ قلعہ ڈھائی ہزار مربع فٹ سے ... رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف کسی قدیم اور عظیم الشان شہر کے آثار پائے جاتے ہیں ... یہ قلعہ مقامی پتھروں سے بنایا گیا ہے اور اسے دیکھ کر دل پر ہیبت طاری ہوتی ہے۔ شہر ... ایک کنوئیں کے آثار بھی موجود ہیں' جس کی گہرائی کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ معلوم نہیں ...

...تھا اور کس نے انہیں بسایا۔ البتہ یہ روایت مشہور ہے کہ یہاں کبھی ڈاکوؤں اور ...
...بہت بڑا اور منظم گروہ رہتا تھا۔ جو ایران سے مکران۔ خاران اور ہندوستان جانے والے
...کاروانوں کو راستے سے گزرتے تھے، لوٹا کرتے اور اسی طرح مکران اور خاران کے اندرونی علاقوں
...تھے۔ اس کے علاوہ بادین نامی ایک درویش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک
...قلعے کے کھنڈروں میں رہتا تھا، لوگ ان کو جنات کی رہائش گاہ سمجھتے ہیں اور ان کے
...طرح کی کہانیاں اور قصے بیان کرتے ہیں۔
...کے بارے میں یہ دلچسپ اور سنسنی خیز انکشاف بھی کیا جاتا ہے کہ یہ قلعہ امیر تیمور لنگ کا ہے جو
...شلیل کا رہنے والا تھا۔

...ورجک

یہ دو منزلہ قلعہ جسے سردار آزاد خان نے اپنے نائبین کے لئے تعمیر کرایا تھا،
...ورجک نامی آبادی کی مغرب میں واقع ہر دو ندیوں کے عین استصال اور ایک سو فٹ
...واقع ہے۔ یہ قلعہ اگرچہ مٹی کی کچی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے، لیکن اس میں حیرت کن اور
...ہے کہ اس کی پہلی منزل تک بھی انسان بغیر سیڑھی یا رسی کے نہیں پہنچ سکتا۔ اس قلعہ کا رقبہ
(۶۰۰۰۰) ساٹھ ہزار فٹ ہے۔ جس میں دو منزل اور ۴۴ × ۴۰ کے دو کمرے ہیں۔ اس کے
...اندر ایک کنوئیں کے آثار بھی موجود ہیں، جو اس چٹان سے ندی کی تہہ تک (تقریباً ۱۵۰ فٹ)
...ہے۔

...جالوار

اس کوہ کے محفوظ درہ جالوار میں جس قلعہ کے آثار پائے جاتے ہیں، وہ جھالوار ...
...سے مشہور ہے۔ اسے سردار آزاد خان نوشیروانی نے اپنے اقتدار کے ابتدائی دور میں تعمیر کیا تھا۔
...روایت مشہور ہے کہ جب سردار خاران پر بیرونی حملے کا کوئی خطرہ ہوتا تو وہ خاران کے میدان کو
...چھوڑ کر مال و متاع کے اس محفوظ کوہستانی قلعہ میں پناہ گزین ہوتا۔
...کے شمال میں واقع پہاڑیوں کی چٹانوں پر کوفی کتبے[1] ملتے ہیں اور اس کے مغرب میں ایک
...شادی کے مزار کے نام سے ایک خانقاہ موجود ہے۔ جسے شئے شادی ء گنبد کے نام سے

---

[1] ...مزید وضاحت کے لئے صہ ... پر سبز گنبد ملاحظہ فرمائیں۔

بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اسی گنبد سے کچھ فاصلے پر ایک اور قدیم قلعہ کے آثار بھی پائے جاتے ہیں ...

دیگر قلعے

ان کے علاوہ خاران کے مختلف مقامات پر قلعے یا ان کے کھنڈرات کی تفصیلات حسب ذیل ...

نمبر شمار	نام	تفصیل
۱۔	پلکیان ءِ قلات	اسے قبیلہ ہالہ زئی نے اپنے دفاع کے لئے ... مقام پر تعمیر کیا تھا، لیکن سردار آزاد خان نے اس ... مطیع بنانے کے لئے ان پر متعدد حملے کئے اور ان ... وجہ سے اپنے وقت کا یہ مضبوط قلعہ قائم اور دائم نہ ...
۲۔	پلی قلات	سراوان کے مشرق میں واقع ایک کچے قلعہ کو ... اور بارو زئیوں سے منسوب کیا جاتا ہے، اس کے متعلق ... روایت ہے کہ سردار آزاد خان نے اس قبیلہ کو اپنی اطاعت ... نہ کرنے پر خاران سے نکال دیا تھا۔
۳۔	مسکی قلات	یہ کچا قلعہ سرخاران میں تھا، جس کے اب بھی ... موجود ہیں، اس کی تعمیر کا سہرا بھی نوشیروانی سردار ... کہا جاتا ہے کہ یہاں کی آبادی اتنی زیادہ تھی کہ اسے ... (مسک) سے تشبیہہ دے کر اس جگہ کا نام مسکی ... رکھا گیا تھا۔
۴۔	مسکان ءِ قلات	اسے مسکان زئی طائفہ کے جد امجد میر مسکان نے ... کیا تھا۔
۵۔	کلاکان ءِ قلات	اس قلعہ کو ہالہ زئی قبیلہ نے تعمیر کیا تھا، جس ... صرف کھنڈرات موجود ہیں۔
۶۔	نذ ءِ قلات	اس کے متعلق کوئی واضح معلومات نہیں ...

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صہ

قلعہ کے صرف آثار پائے جاتے ہیں۔

بُودا ءِ قلات — موسیانی (قبیلہ زہری کی شاخ) کے سربراہ میر بودا خان نے جو کچا قلعہ تعمیر کیا تھا، اب صرف اس کی چار دیواری کے نشان نظر آتے ہیں۔

شہداد ءِ قلات — نوشیروانی قبیلہ کے جد میر شہداد نے اسے تعمیر کیا تھا۔ اس کے آثار موجود ہیں۔

براہیم ءِ قلات — میر اللہ نوشیروانی کے لڑکے میر براہیم خان کا تعمیر کردہ قلعہ براہیم ءِ قلات کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے صرف آثار پائے جاتے ہیں۔

میرین ءِ قلات — نوشیروانی خاندان کے میرین نامی ایک شخص کے تعمیر کردہ قلعے کے آثار موجود ہیں۔

باران — اس قدیم قلعے کو سردار آزاد خان نے از سر نو تعمیر کیا تھا۔

سراوان ءِ قلات — قمبرانی قبیلہ نے تعمیر کیا تھا، جس کی دیواریں اب بھی موجود ہیں۔

ناگ ءِ قلات — ناگ میں جس قلعہ کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں، اسے براہیم نوشیروانی نے تعمیر کیا تھا۔

گزی ءِ قلات — سردار نوروز خان نے تعمیر کیا تھا۔ جس کے محض آثار موجود ہیں۔

واشک ءِ قلات ۱ — واشک میں بالازئی قبیلہ نے جو قلعہ تعمیر کیا تھا، اس پر بعد میں سردار آزاد خان نے قبضہ کیا۔ پتھروں کا بنا ہوا یہ قلعہ اب کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

واشک ءِ قلات ۲ — یہ قدیم ترین قلعہ کے آثار ہیں جسکے پتھر بکھرے نظر آتے ہیں۔

گریشگ ءِ قلات
مرغو ءِ قلات
گورگہ ءِ قلات
— ان تین قلعوں کو بھی سردار آزاد خان نے تعمیر کیا تھا، ان کے آج کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔

۲۰۔ تمبرءِ قلات — یہ قلعہ ہالہ زئی قبیلہ نے تعمیر کیا تھا، جو اب بالکل منہدم ہوگیا ہے۔

۲۱۔ لدگشت ءِ قلات ۱
۲۲۔ جالق ءِ قلات (تین) — ان قلعوں کو سردار نوروز خان نے تعمیر کیا تھا۔

۲۳۔ بگزی ءِ قلات — اسے سردار آزاد خان نے تعمیر کیا تھا۔

۲۴۔ بجار ءِ قلات — قبیلہ ہالہ زئی کے ایک قائد میر بجار نے تعمیر کیا تھا۔

۲۵۔ کرنگ ءِ قلات (دو)
۲۶۔ حرماگے قلات — انہیں میر عظیم خان نوشیروانی نے تعمیر کیا تھا۔

۲۷۔ قلعہ کمان رود — سردار آزاد خان کا تعمیر کردہ تھا۔

۲۸۔ زورآباد ءِ قلات — 〃 〃 〃 〃 〃

لدگشت ءِ قلات ۲ — اسے نواب امیر محمد حبیب اللہ خان نوشیروانی نے تعمیر کیا تھا، جو اب بھی محکمہ مال کے زیر استعمال ہے۔

کوہک ءِ قلات — گواش میں واقع ہے اس دفاعی قلعہ کو سردار آزاد خان نے تعمیر کیا تھا۔

سماعیل ءِ قلات — ایضاً

پلنتاک ءِ قلات — یہاں پر زمانۂ قدیم میں ایک پرانے قلعے کے کھنڈرات موجود تھے جو بی بی ءِ قلات کے نام سے مشہور تھا، بعد میں سردار آزاد خان نے ان کھنڈرات پر ایک نیا قلعہ تعمیر کیا۔

کلگ ءِ قلات — یہاں پر بھاری پتھروں سے تعمیر کردہ ایک وسیع و عریض آثار پائے جاتے ہیں، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے مغلوں (منگولوں) نے منہدم کر دیا تھا۔

بگٹ ءِ قلات — اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے مرزا خان بجرانی نے تعمیر کیا تھا۔

ملک شہ ءِ قلات

ان کے علاوہ یہاں کے مختلف قبائل کے اور بھی چھوٹے

چھوٹے دفاعی قلعوں کے آثار موجود ہیں، جو مٹی کے گارے یا کچی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔

دفاعی مورچے یا ٹل

ان قلعات یعنی قلعوں کے علاوہ کمزور قبائل یا عام لوگوں نے رہزنوں، ڈاکوؤں اور دشمن قبیلہ سے بچنے کے لئے ایک ایک کمروں پر مشتمل جو دفاعی مورچے تعمیر کئے تھے، وہ "ٹل" کہلاتے ہیں، ایسے مورچوں کے مقامات کی فہرست حسب ذیل ہے:-

نام	تفصیل
میرخان ٹل	یہ مورچہ سبی نامی بستی کے مغرب میں واقع ہے۔ کچی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا اس کمرہ کے تعمیر کرنے والے کا نام میرخان قمبرانی تھا بعد میں امیر عباس نے اس پر قبضہ کیا۔
یزدہ ٹل	—
ذرک ٹل	درکزئی قبیلہ کے جد نے تعمیر کیا تھا۔
محمود ٹل	ماشکیل کے قبیلہ نے تعمیر کیا تھا۔
بچہ درہ ٹل	یہ پلجبت میں واقع ہے۔
اللہ داد ٹل	قبیلہ بالہ زئی کا یہ مورچہ بودوۂ ریک کے مقام پر واقع ہے۔
عمران ٹل	گوہری کے ریگستان میں واقع ہے۔

کتبے

گو خاران کو تعلیمی لحاظ سے انتہائی پسماندہ تصور کیا جاتا ہے لیکن علاقہ میں مختلف مقامات پر کتبوں کی موجودگی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی دور میں یہ سرزمین بھی علم و عرفان سے فیض یاب رہی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ڈاکٹر ڈینشن راس[1] (DR, DENSION ROSS) نے جستجو کی اور انہوں نے علاقہ میں جو کتبے دیکھے اور لکھے ہیں وہ اب بھی موجود اور درج ذیل ہیں:۔

۱ قلعہ جھالوار کے شمال میں واقع پہاڑی ٹیلوں کے مشرقی چٹانوں پر کوفی طرز کی یہ تحریر ثبت ہے

اللھم الغفر للحسن بن امیر سھل بن
عمر بن عبد العزیز الحسن ابن الحسین
وحرر فی یوم الاحد لاحد و عشر بقین
شھر المحرم الحرام

صدرہ بخطہ
ستۃ فی اربع مائۃ

ترجمہ:۔ خدا مغفرت کرے الحسن ابن امیر ساحل ابن عمر ابن عبد العزیز الحسن ابن الحسین کو اسے یک شنبہ کے روز لکھا گیا جبکہ محرم الحرام کے مہینے سے گیارہ دن باقی تھے اور اس نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ــــ سال ۴۰۶ ہجری

---

[1] خاران گزیٹیر صـ۴۹

بناها ابی موسیٰ رکیع بن محمد المسعودی
سنہ احدیٰ وخمسین وثلثمائۃ انتھی۔

اسے ابو موسیٰ رکیع بن محمد المسعودی نے سن ۳۵۱ ہجری میں بنایا۔

مرکبر عمر اصان دنکو سبع عشرتہ ماۃ

عمر اصان دنکو نے یہاں سترہ سال تکبیر کہی، اور فوت ہوا۔

اس تحریر کے بارے میں ڈاکٹر راس لکھتے ہیں کہ دنکو نامی کوئی مؤذن تھا جس نے مندرجہ مدت تک
... اور یہیں فوت ہوئے۔

... کوہ کے ٹرک نامی پہاڑیوں میں جو کتبے پائے جاتے ہیں، ان میں سب سے بڑی اور واضح تحریر

ابی سھل ابوالقاسم (خ) عمرو احمد بن
عمر ابن سھل کتبہ بخطہ۔

ابو سہل ابو القاسم (خ) عمرو احمد بن عمر ابن سہل نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔

ان پہاڑوں کے علاوہ بعض گنبدوں اور مقبروں پر بھی کتبے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ماشکیل کے مقام پر "شیردان کا گنبد" کے عقب میں ایک ٹائل پر نستعلیق طرز پر "مزار نقودر" درج ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تاریخی حوالے فراہم کرنے کے لئے کسی نے ماضی قریب میں یہ تحریر ثبت کی ہے۔
... شہر کے جنوب میں واقع پرانے قبرستان کے گنبدوں میں سردار آزاد خاں مرحوم کے چہیتے ... امین کے مقبرے پر حسب ذیل تحریروں کے کتبے نصب ہیں:

... کے شمال کی جانب:۔

فغاں کہ از ستم چرخ کینہ دوراں
بہ خاک تیرہ نہاں شد گل حدیقہ جان
نہاں نورشں آزاد خان جوان رشید
بہ زیر خاک محمد امین پٹھان
بسکہ از قفس تن ملول و محزون بود
پرید طائر روحش شاخسار جناں

بہ یوم جمعہ بتاریخ بیست شہر
صفرع ۱۲۹ اکہ رفت جانب دارالبقا ازیں زنداں
کتبہ سید عمر عمل محمد حسین ساعتہ ...

اور آزاد خان کی قبر کے شمال میں جو کتبہ نصب ہے اس پر یہ تحریر درج ہے ہر

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ باقی نیست خدا خواہد بود
ایں قدر ہست کہ بعضے پس بعضے بشنید
تا نظر باز کنی تو بت خواہد بود
سعدیا تیرا اجل است ہم بہ کمین
کمین کاہ بسے شاہ کہ خواہد بود
سنہ را سیزدہ صد آمد شمارم
دوئم ماہ شوال بیست و پنجم
شبے شنبہ رواں شد سوی عقبے
خداوندا بقا بما تو دیرا

ان کے علاوہ ہر دو قبروں کے جنوبی کتبوں پر آیت الکرسی تحریر ہے۔
ان کتبوں کے علاوہ مولٰنا نور احمد صاحب فریدی[1] یہاں گے گنبدوں کے "تالموں پر نق...
کا تذکرہ کرتے ہوئے بلوچ قوم اور اس کی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں :۔
" خاران کے قدیم مقبروں اور گنبدوں پر جو کتبے ملتے ہیں وہ کسی دوسری زبان کی نشانیا...
ایک دور اس ملک میں ایسا گزر چکا ہے کہ اس کے طول وعرض میں سامی خط کا سکہ چلتا تھا...
آرامی مصری میں ملتے ہیں۔ بسیلہ ۔جھالوان اور برہمن آباد کے کتبے ہندی پالی میں ہیں۔"

---

[1] میں خاران میں پندرہ سال تک اپنے قیام کے دوران ایسی چیزوں کو ڈھونڈتا رہا لیکن مجھے ان کتبوں کے علاوہ ...
گنبدوں کے "تالموں پر کچھ غیر فہم نقوش کندہ نظر آتے ہیں۔ (مولف)

قبائل

جسمانی خدوخال

آبادی کی اکثریت یعنی رخشانی اور محمد حسنی قبائل کا رنگ گندا چہرہ بیضوی اور ناک لمبے ہوتے ہیں۔ رخشانی عام طور پر اپنے دھندلے آنکھوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اونٹ کی سواری میں بے مثال ہیں۔ جو ہر وقت اپنے ساتھ اسلحہ رکھتے ہیں نیز امن پسند، مہمان نواز اور بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔ کوہستانی سیاہ پاد ضلع کے دیگر لوگوں کی نسبت قدرتی سیاہی اور اپنے خستہ حالت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن باوجود غربت کے یہ لوگ انتہائی محنتی اور بہترین شکاری بھی ہیں۔

قبائل

خطۂ خاران اپنی غیر دلکشی اور دور افتادگی کے باعث ایک پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے ا لئے گزشتہ مختلف ادوار میں بلوچستان کے دیگر حصوں کے مختلف قبائل کے افراد باہمی رنجشوں او معمولی عداوتوں کی بناء پر اپنے قبیلہ سے جدا ہونے پر مجبور ہوتے تو ان کے بعض خاندان نقل مکا کرتے ہوئے اپنے حریفوں سے کوسوں دور نکل کر خاران کی سرزمین میں آ بستے، مثلاً قدیم طا موجہ - پیرکزئی - مالزئی - قمبرانی - سیاہ پاد - بجرانی اور ریکی کے بعض گھرانے اپنے قبائل سے جدا یہاں آئے اور بالترتیب بڈو - سراپ - واشک - سراوان - گواش - کلگ - جالوار رنگہ چاہ، اور دیگ رماشکیل کی وادیوں پر قابض ہوئے جہاں اس سے قبل نہ باقاعدہ کوئی آبادی تھی، نہ کوئی مکمل قبیلہ اور نہ عداوتوں کا وجود۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اسی طرح کے خاندانوں اور گھرانوں کی ہجرتوں سے خاران کی آ تقریباً ایک سو طائفوں پر مشتمل ہو گئی اور چونکہ یہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اس لئے گھل مل کر بجائے انہوں نے اس پُر امن ماحول میں قبائلی اجتماعیت سے بے نیاز ہو کر مختلف چھوٹے چھو

ذوں زندگی میں بٹ کر ایک دوسرے سے لاتعلق اور الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دی اس طرح وہ پہلے علاقوں میں منتشر ہو گئے اپنے مال مویشیوں کے لئے چراگاہوں کی تلاش میں تھے۔ ہوئے بیابان کی مانند کبھی ... کے میدانوں میں نکلتے اور کبھی ریگستانوں اور کوہستانوں میں گمدان ہیں "ذخیرہ زن، ہو تو یہاں ل کو ہر حالت آزاد خود مختار اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کا عادی بن گیا۔

مختلف ادوار میں آنے والے قبائل کی تفصیل درج ذیل ہے :

نوشیروانی

یہ خاندان ساسانی ہے جو سیستان اور ہلمند کی وادی سے یہاں آکر آباد ہوا کیقباد کے اس کیانی خاندان کو صفار ملک نے زک پہنچا کر ان کے شاہی سلسلہ کو ختم کر دیا اور یہ خاندان شکست پہ شکست کھاتے ہوئے بہت کمزور ہو کر مختلف علاقوں میں منتشر ہو گیا اگرچہ ظاہری ملکوں نے اس کے احیاء کی کوشش کی مگر وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا نہیں کر سکے چنانچہ اس کا ایک خاندان خاران کے علاوہ جھالاوان جبر کوہستانوں میں آکر پناہ گزین ہوا۔ وہ ابھی تک اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکے تھے کہ چنگیز خان نے ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کیا اگرچہ چنگیزی حملہ میں ان کا مختصر سا خاندان تہ تیغ ہوا تاہم اس خاندان کا نوشیروان نامی ایک شیر خوار بچہ ایک کنیز کی دانشمندی سے بچ گیا وہ اس طرح کہ میر محمد کی مرکز میں تمام قبائل چنگیزی افواج کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے لڑتے، کٹتے اور مرتے جا رہے تھے۔ اس اثنا میں میر محمد کی کنیز نے نوزائیدہ نوشیروان کو اٹھا کر اس کوہ کے ایک غار میں چھپا دیا اور وہیں اسے دودھ پلاتی رہی جب امن و امان بحال ہوا تو وہ نوشیروان کو باہر نکال لائی لیکن یہاں پر چونکہ اس کے خاندان کا کوئی فرد شخص موجود نہیں تھا اور وہ سب چنگیز خان کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ لہٰذا دوسرے قبائلیوں سے جو زندہ بچ گئے تھے انہوں نے ہر طرح سے نوشیروان کی دیکھ بھال اور پرورش کی تا آنکہ وہ جوان ہو گیا اور نوجوانی میں نوشیروان کی طاقت، شجاعت اور قبائل دوستی سے متاثر ہو کر اس کے پیروؤں نے اسے متعدد شادیاں کرائیں تاکہ اس جری اور جیالے نوجوان کی نسل پھلے پھولے۔

چنانچہ حسب توقع میر نوشیروان ان قبائل سے بستے گیا اور ایک دن ایسا آیا کہ وہ اس علاقے کے تمام قبائل کا ملک بن بیٹھا اور گلوگر د ماشکیل کے مقام کو اپنی ریاست کا مرکز بنا کر یہاں پر قیام پذیر ہوا۔ اس طرح چودھویں صدی میں کیانی خاندان کا یہ فرد اپنے اسلاف کی طرح برسر اقتدار آیا۔ اس کی اولاد نے جو بعد میں نوشیروانی

کہلانے لگی۔ اپنے اثر و رسوخ کو وسیع طور پر پھیلانے کے لیے سب سے پہلے خاران کے ہیرکزئی طائفہ [illegible] رشتہ داری قائم کی اور رفتہ رفتہ افغانستان کے محمد زئی، سدوزئی، درانی، قلات کے احمدزئی، مکران کے گچکی [illegible] سراوان کے ریئسانی قبائل سے رشتہ ناطہ کر کے اپنی شخصیت کو تسلیم کرایا۔ اس طرح یہ خاندان چودھویں صدی [illegible] تا حال خاران پر بحیثیت سردار حکمرانی کرنے میں کامیاب ہوا۔

یہاں کے رخشانی اور خارانی قبائل کے سربراہ ہونے کی وجہ سے سندات میں انہیں امیر، ملک اور بلوچ خارانی یا بلوچ رخشانی سے منسوب کیا گیا ہے، ملاحظہ ہوں چند سندوں کے القاب:۔

نمبر شمار	تاریخ سند	نام بادشاہ	نام و القاب مکتوب الیہ
۱	مارچ ۱۷۱۷ء / ۱۱۳۰ھ	سلطان شاہ حسین غلزئی	رفعت معالی پناہ امیر ابراہیم پسر عباس خان بلوچ خارانی
۲	۱۷۱۷ء	سلطان شاہ حسین غلزئی	رفعت معالی پناہ امیر ابراہیم ابن عباس خان و ضبط الاشتباہ امیر شہداد و امیر پردل خان بلوچ خارانی
۳	۱۷۴۰ء / ۱۱۵۳ھ	نادر شاہ	ضبط القبائل امیر پردل خان و امیر عباس
۴	۱۷۴۰ء / ۱۱۵۳ھ	״	عمدۃ القبائل ملک پردل و ملک عباس
۵	۱۷۴۰ء / ۱۱۵۳ھ	״	عمدۃ القبائل ملک پردل و ملک عباس ایلچی
۶	۱۷۴۰ء / ۱۱۵۳ھ	״	ضبطۃ القبائل امیر عباس و امیر رحمت رخشانی
۷	۱۷۴۰ء / ۱۱۵۰ھ	״	ضبط القبائل امیر رحمت بلوچ
۸	۱۷۴۹ء / ۱۱۶۲ھ	احمد شاہ ابدالی	میر شہداد بلوچ حاکم خاران
۹	۱۷۶۳ء / ۱۱۷۸ھ	״	عالیجاہ رفیع جایگاہ اخلاص و عقیدت دستگاہ دولت
۱۰			خان بلوچ رخشانی حاکم خاران
۱۰	۹ [illegible] / ۱۱۸۲ء	״	عالیجاہ رفیع جایگاہ میر شہداد خان بلوچ خاران
۱۱	۹۶ [illegible] / ۱۲۱۰ھ	مظفر شاہ	جہانگیر بلوچ نوشیروانی
۱۲	۲۵ میزان ع		عزت و صداقت بنیان سردار حبیب اللہ خان خارانی
۱۳	۱۳۰۸ (۱۳۰۳ ص)		مودت ہمراہ سردار حبیب اللہ بلوچ خارانی

(نوشیروانی خاندان کی مکمل تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو - حصہ تاریخ)

مکران کے نوشیروانی

نوشیروانی خاندان نے سترھویں صدی کے اوائل میں گچکی خاندان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کیں پہلے پہل میر ابراہیم خان نوشیروانی نے ۱۶۹۷ء میں میر یالی گچکی کی دختر سے نکاح کیا۔ جس سے میر اللہ داد گچکی پیدا ہوا جو بعد میں پنجگور کے گچکیوں کا دسواں سردار بنا۔ اس کے علاوہ ۱۷۴۰ء میں نادر شاہ نے پیدارک اور کولواہ کی جو جائداد پر دل خان کو عطا کی تھی۔ اس کی وجہ سے بھی نوشیروانی اور گچکی خاندانوں میں یگانگت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے گئے۔

اس کے بعد میر جہانگیر خان نے ایک گچکی عورت سے شادی کی جس سے عباس خان۔ اللہ خان اور مہیم خان پیدا ہوئے۔ بعد میں اللہ خان اور مہیم خان ماں کی جائداد کی حفاظت کے لئے پنجگور چلے گئے اور وہاں میر گواہرام سردار گچکی کے عسکری مشیر مقرر ہوگئے۔ جس نے انہیں سورود اور رخشان میں سیاہ آب اراضیات دیں۔ دونوں بھائی کوہک (ایرانی مکران) کے بارزئی قبائل اور کیچ مکران کے تمام قبائل کو اپنا مطیع بنا کر ان سے خراج وصول کرتے رہے۔

میر مہیم خان نے بلیدہ کے میرواڑیوں میں شادی کی اور آہستہ آہستہ تمام بلیدہ پر قبضہ کر لیا۔ کولواہ پر حملہ کرتے وقت اس کا بھائی اللہ میرواڑیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ لیکن بعد میں میر عباس سردار خاران اور گچکی سردار میر گواہرام کی مدد سے وہ سات سال تک کولواہ پر قابض رہے۔ بالآخر میرواڑیوں نے جام لسبیلہ کی فہمائش پر گئے قلات۔ بیدی (سوائے زک) اور مرہ کا علاقہ اللہ خان کے خون میں نوشیروانیوں کو دے دیا۔ لیکن بعد میں نوشیروانیوں نے ان اراضیات کو بیچنا شروع کر دیا۔ [1]

نوشیروانیوں کو رشتہ داری کے سبب خداباداں پنجگور میں جو جاگیریں ملی تھیں۔ وہ برقرار رہیں۔ البتہ میر نصیر خان دوئم نے سردار آزاد خان کو شاہ شجاع کے لئے افواج کی فراہمی کے

---

[1] گزیٹیئر مکران ص ۸۰

صلے میں تپ کے مالیہ کا نصف حصہ بھی دے دیا۔

بلوچ خان نوشیروانی

بلوچ خان نوشیروانی ضلع مکران کی ۱۹۰۱ء کی تاریخ کی ایک اہم شخصیت ہے۔ مفش اور اقتدار پسند شخص تھا اور چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ قبائل اس کے تابع اور رہیں۔ چنانچہ اس کی ان ناقابل برداشت سرگرمیوں سے متاثر ہو کر بزنجو اور کہدائی قبائل مشترکہ طور پر اس کی مخالفت کر کے اسے مکران سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ زر مالی استطاعت نہ رکھنے کی بناء پر سردار خاران کے پاس آ کر پناہ گزین رہا۔ لیکن اس کی فطرت بیقرار طبیعت نے اسے چین سے بیٹھنے نہ دیا اور وہ ۱۸۷۱ء میں سوراب پر حملہ آور ہوا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ خان قلات نے اس کی جائداد واقع چشکان پنجگور کو قبضہ میں لے لیا تھا۔

۱۸۸۹ء میں اس نے ایک دفعہ پھر پنجگور پر حملہ کر دیا لیکن محمد حسین خان سالار کی بہادری کے باعث وہ ایران نکل جانے پر مجبور ہو گیا، اس ناکامی کے بعد ۱۸۹۸ء میں اس نے کیپٹن برن کیمپ واقع مرغی قلات پر دھاوا بول دیا چنانچہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے وہ گوک پدرشن مقام پر مارا گیا اور میر بہیم خان کا پوتا محراب خان نوشیروانی جو چب بلیدہ کا رہنے والا تھا اس میں زخمی ہو گیا۔[۱]

۱۹۰۰ء میں میر بہرام خان کے پوتے محمد عمر نے اچانک کنٹ دار پر حملہ کیا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اور وہ جا کر افغانستان میں قیام پذیر ہوا

مکران کے نوشیروانیوں کی تفصیل یہ ہے۔

				۱۹۰۱ء میں		۱۹۷۱ء میں	
۱۔	پرکیج	(ہور۔ کولواہ میں)	۷	خاندان		۱۲	خاندان
۲۔	〃	(میناز بلیدہ میں)	۱	〃		۵	〃
۳	〃	(چب۔ بلیدہ میں)	۴	〃		۹	〃

---

[۱] مکران ڈسٹرکٹ گزیٹیر ص۵۸

(خدا بادان) ۱۲ خاندان ۵ خاندان

... خاندان ضلع کے مختلف علاقوں میں پھیل گیا ہے اور ہر بڑے قصبے میں اس کے ایک

... موجود ہیں۔

...ستان کے نوشیروانی

بلوچستان کے علاوہ افغانستان میں بھی سردار نوشیروانی کو عوض خدمات کے طور پر امیر
... بطور جاگیر عطا ہوئی چنانچہ قندھار میں ایک کاریزاب تک زیر قبضہ سردار نوشیروانی
... اور وہاں نوشیرانی قبیلہ کے متعدد خاندان موجود ہیں گو کہ وہاں ان کی تعداد بہت قلیل ہے لیکن
... اپنے خاندان کے سرکردہ اور مختلف علاقہ جات بمثل سردار کے ہیں[1] - افغانستان میں
... موجودہ سردار نوشیرانی ہے۔ خاران کے نوشیروانی افغانستان کے پٹھانوں سے رشتے
... کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ سردار نوروز خان کی والدہ نورزئی سرداران قندھار کے خاندان سے تھی۔ گویا
... خان سے لے کر موجودہ نسل تک سب نے افغانوں سے رشتہ داری کی ہے۔ نوابزادہ میر شیر علی خان
... خان افغانستان کے درانی خاندان سے کی تھی۔

...ان کے نوشیروانی

... نادر شاہ کی ایک سند سے ظاہر ہوتا ہے کہ میر عباس خان اور اس کے بھائی میر پردل خان کو
... بلوچستان کے رخشانی۔ ریگی۔ بابری۔ سرباذی۔ جدگال۔ محالات۔ سرکچ و تمپ، بمپور۔ کوہواہ
... شوگر۔ ماقل۔ جالق۔ دزک کے قبائل کی سیادت حاصل تھی۔ اسی بنا پر احمد شاہ درانی نے
... جات یعنی جالق۔ دزک۔ بمپور۔ سرحد مزار خان اور رودبار کی نیابت میر شہداد نوشیروانی
... اگرچہ یہ علاقہ جات افغانستان اور ایرانی سرحد بندی کے وقت ایران کی حدود میں قرار دیئے
... لیکن پھر نوشیروانی خاندان کے اکثر گھرانے اپنی ان جاگیروں پر قابض رہے اور اب تک قابض
... ہیں۔

---

[1] تاریخ بلوچستان ص ۔ ۷۵ ۔ ص ۵۷۵

[2] تاریخ بلوچستان ص ۔ ۷۳ ص ۵۷۶ ۔

شجرۂ نوشیروانی قبیلہ

بمطابق تاریخ بلوچستان، ہتو رام

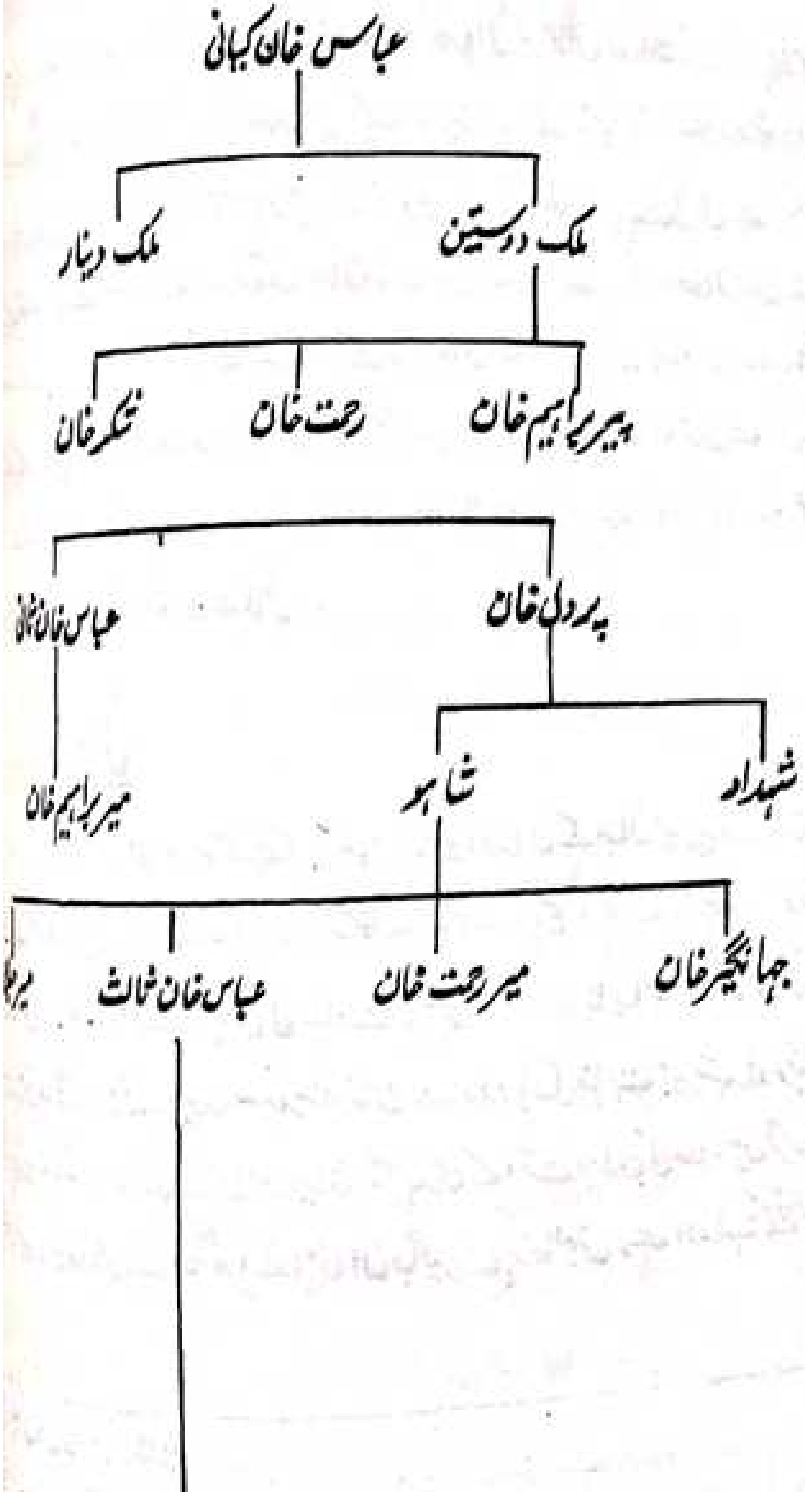

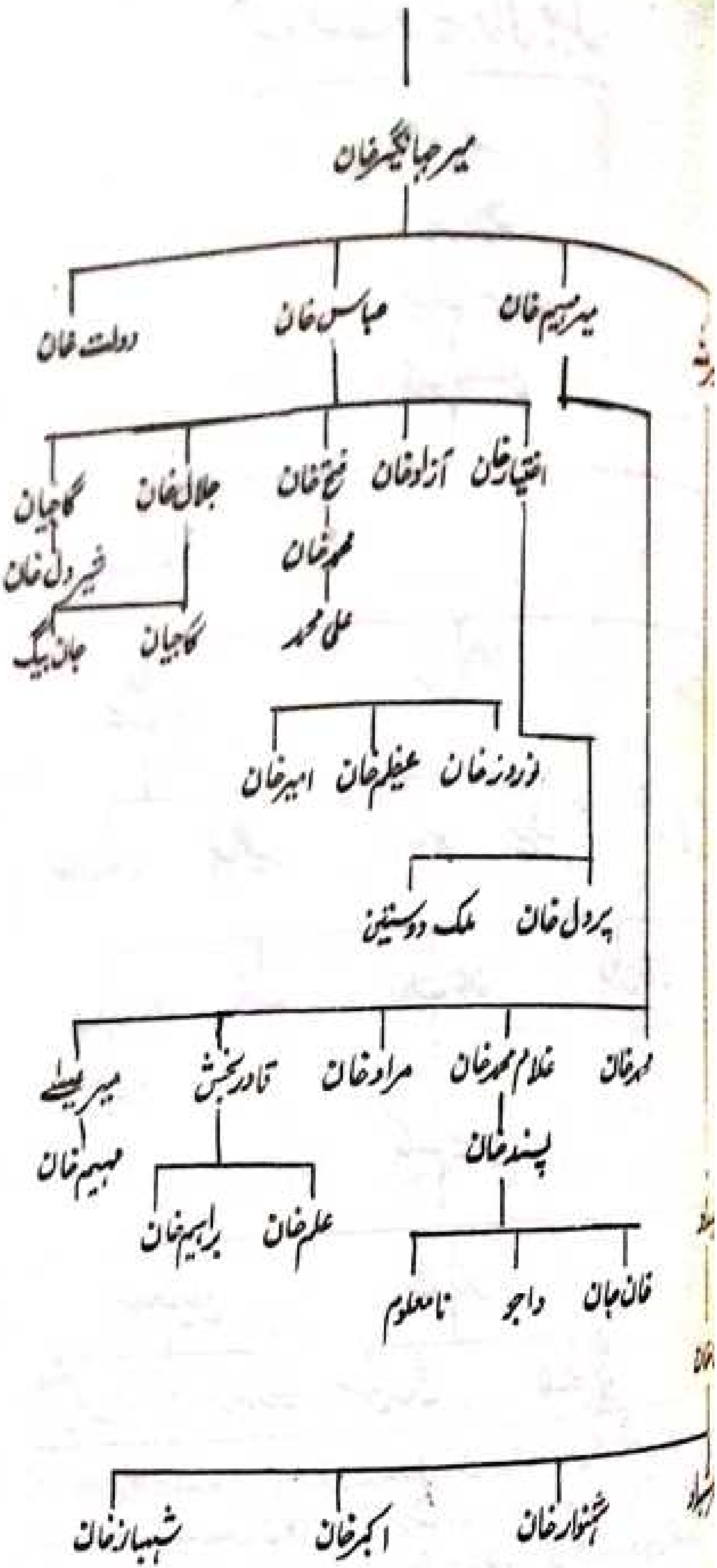

میر جہانگیر خان
میرمیم خان
عباس خان
دولت خان
اختیار خان
آزاد خان
فتح خان
جلال خان
گاجیان
محمد خان
شیر دل خان
علی محمد
گاجیان
جان بیگ
نوروز خان
عظیم خان
امیر خان
پیردل خان
ملک دوستین
محمد خان
غلام محمد خان
مراد خان
قادر بخش
میر عیسیٰ
مہیم خان
پسند خان
علم خان
ابراہیم خان
خان جان
داجو
نامعلوم
شہسوار خان
اکبر خان
شہباز خان

شجرہ نسب نوشیروانی قبیلہ

لہ براہو جبرگال جنگ میں مارا گیا ئہ مخور کے خدرانی قبیلہ سے شادی کی ئہ پنجگور کے گچکی ...
ہیں۔ ئہ سخاوت نے اسے ملک بخش کا نام دیا ئہ میر شہداد اور شاہو کے ہاتھوں مارا گیا ئہ بزنجیوں کے ہاتھوں ...
ئہ اس کی اولاد حالیہ ایران میں آباد ہیں ئہ میر جہانگیر کے ہاتھوں مارا گیا ئہ ۱۸۹۹ء میں گوک پروش کے مقام ...
اولاد بیلہ میں ہے ئہ کولواہ میں رہائش پذیر ہوا ئہ ۱۲، ۱۳ قندھار میں مقیم ہیں

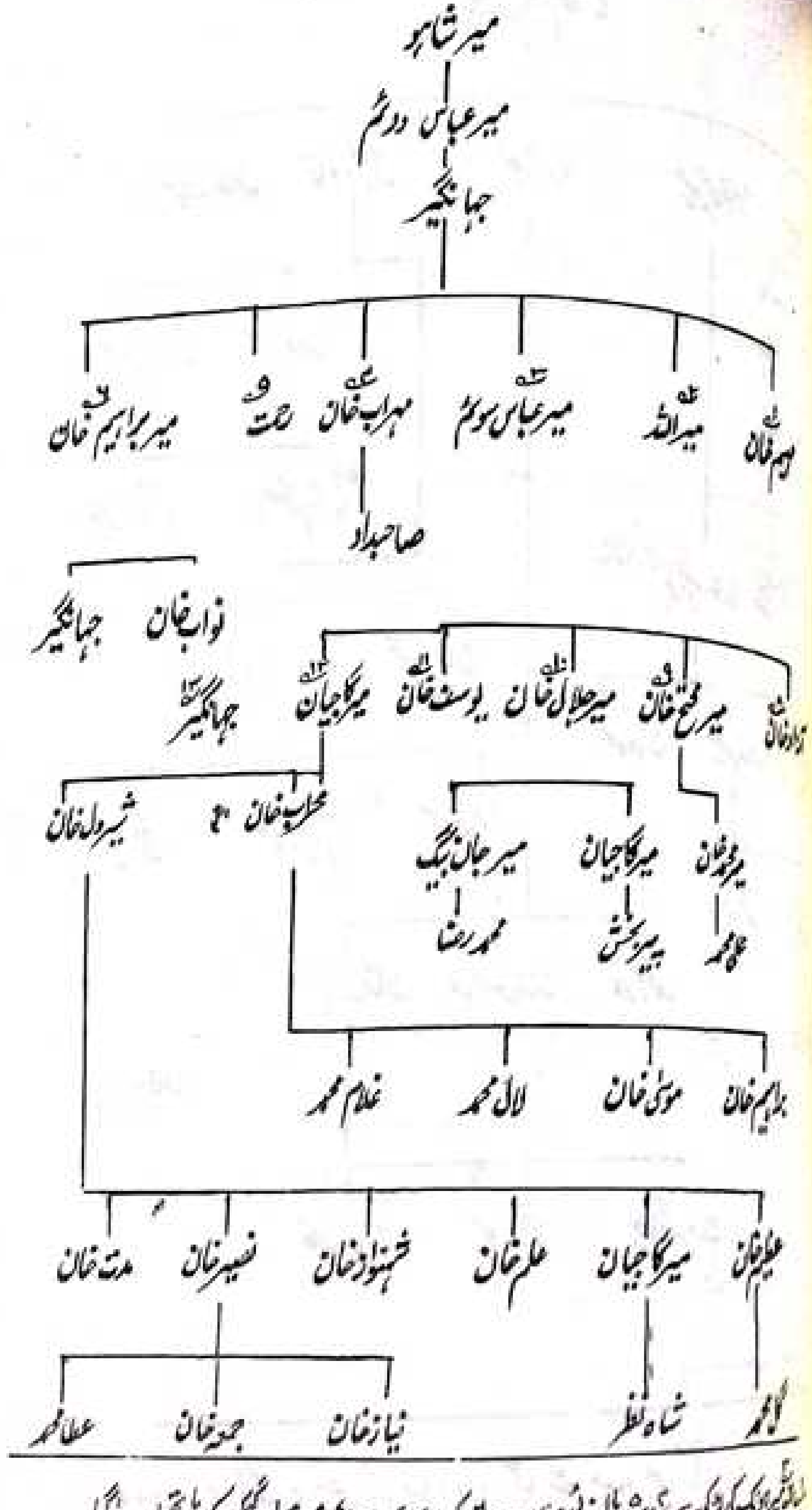

۔۔۔ کی لڑکی سے ۔۔۔ بالندنی بیوی سے ۔۔۔ گرد بیوی سے ۔۔۔ میر مراد ۔۔۔ کے ہاتھوں ۔۔۔ گیا

۔۔۔ بیوی سے ۔۔۔ بنجرانی بیوی سے ۔۔۔ محمد حسنی بیوی سے ہے اور ۔۔۔ زہیوں کے ہاتھوں مارا گیا ۔۔۔ بزرگ زادہ

۔۔۔ پنجگور میں مقیم

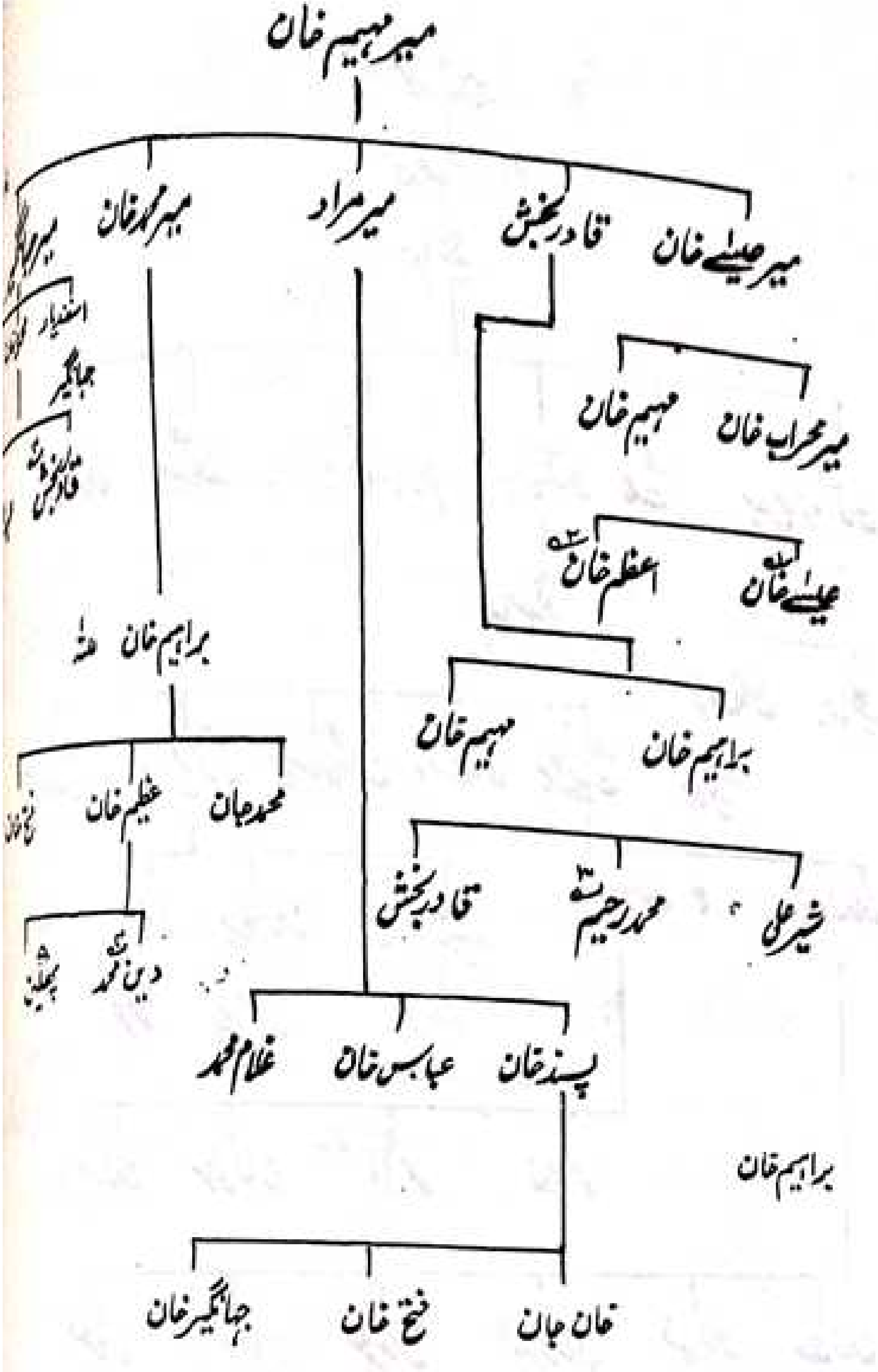

[1] ۱۸۸۹ء میں گوک پروش کے مقام پر مارا گیا [2] بلیدہ میں آباد ہوا
[3] پنجگور میں آباد ہوا [4] اسفنڈک میں آباد ہوا [5] اس کی اولاد کولواہ اور بلیدہ
میں آباد رہے۔

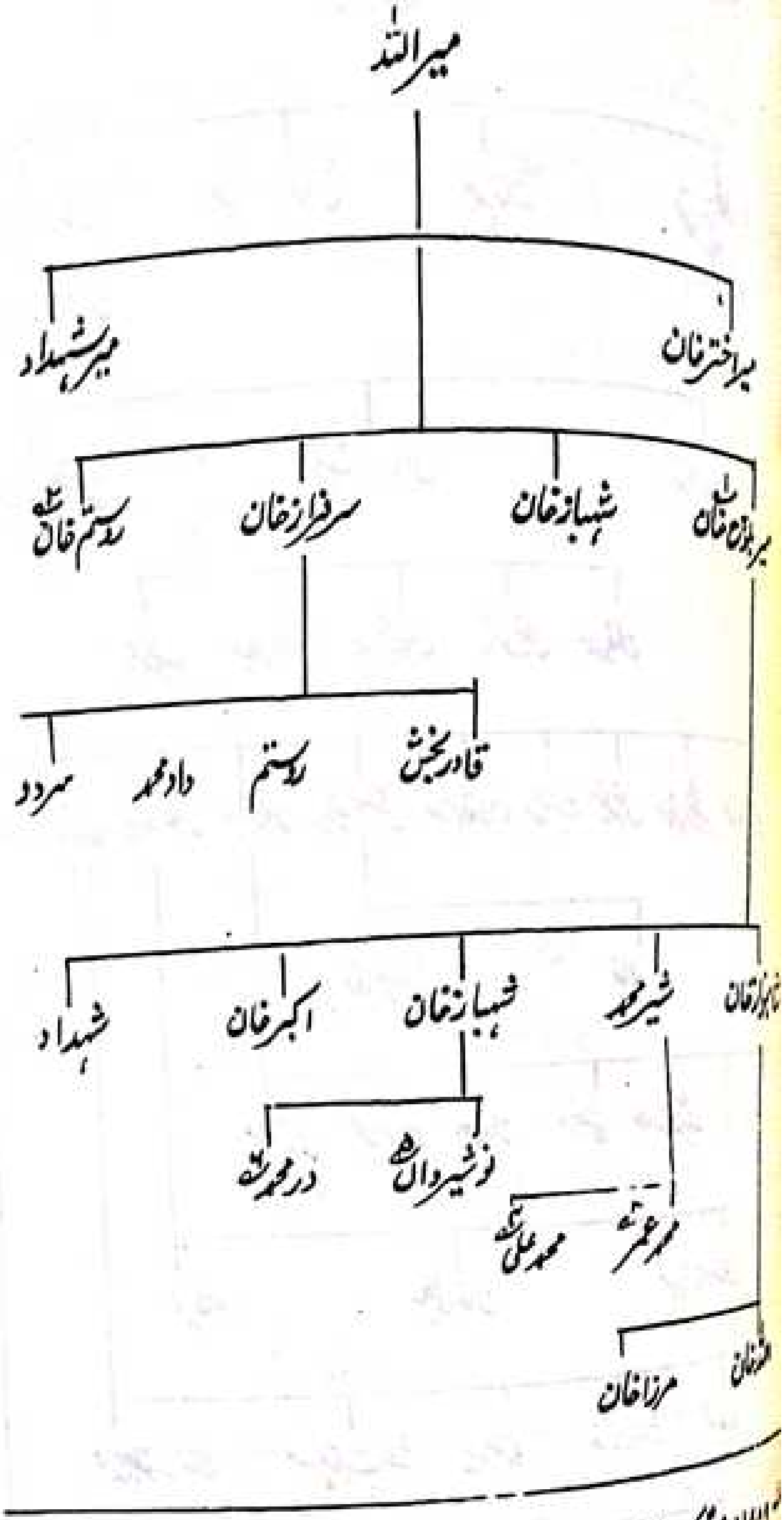

...۱۸۱۱ء میں ...
...اک پیدائش میں مارا گیا ۲ جھگڑیوں کے ہاتھوں مارا گیا ۳ قندھار میں رہائش پذیر
...۱۹۰۰ء میں ... کے مقام پر مارا گیا ۵ قندھار میں آباد رہا ۶ ۱۹۰۳ء میں گرشک جیل
...فات ہوا۔

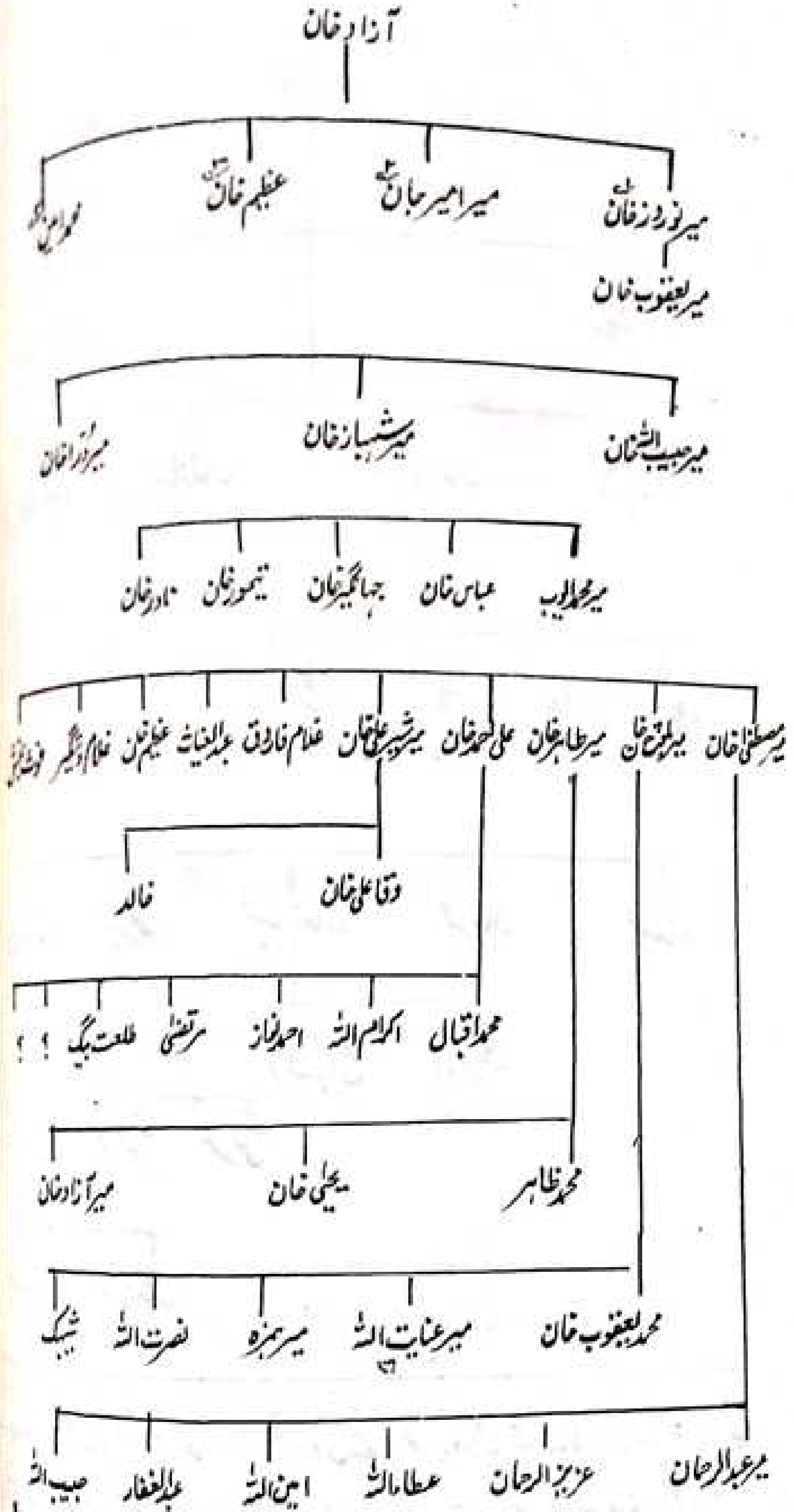

[illegible] درانی بیوی سے [illegible] کل نامی کنیزہ سے۔ عظیم خان شریف مرحوم کے ہاتھوں مارا گیا اور محمد امین ایری گلگ کے مقام پر اتفاقاً گن چلنے سے ہلاک ہوا۔ [illegible] کنیزہ سے [illegible] نوشیروانی بیوی سے [illegible] اور [illegible] غلزئی بیوی سے [illegible]

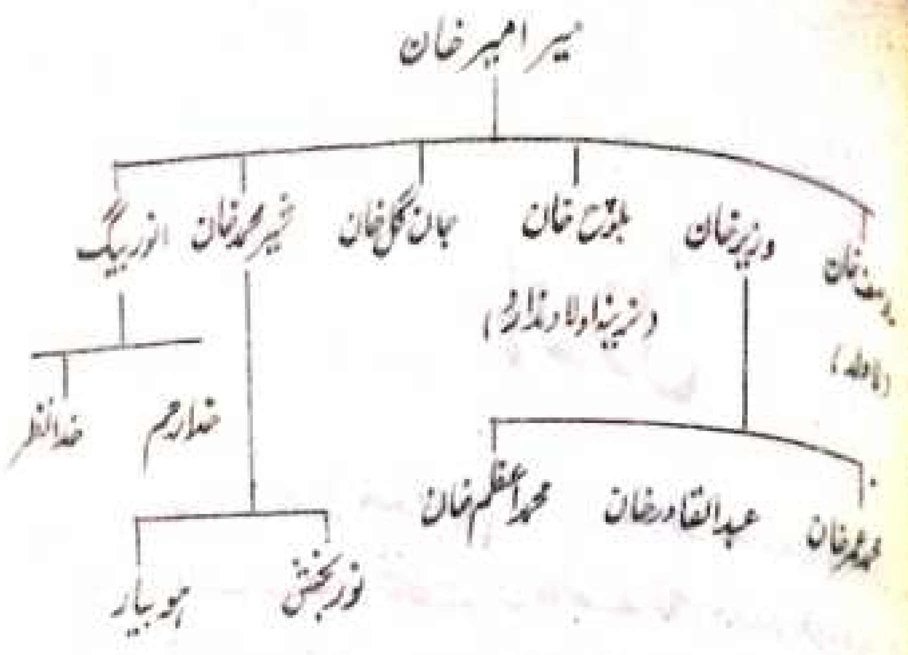
میر امیر خان
یوسف خان
(لاولد)
وزیر خان
بلوچ خان
جان گل خان
شیر محمد خان
ازبیگ
عبدالقادر خان
محمد اعظم خان
خدارحم
خدانظر
نور بخش

عظیم خان
محمد کریم
محمد حسن
میر اسد خان
میر ابراہیم خان
عبداللہ جان
عبدالناصر

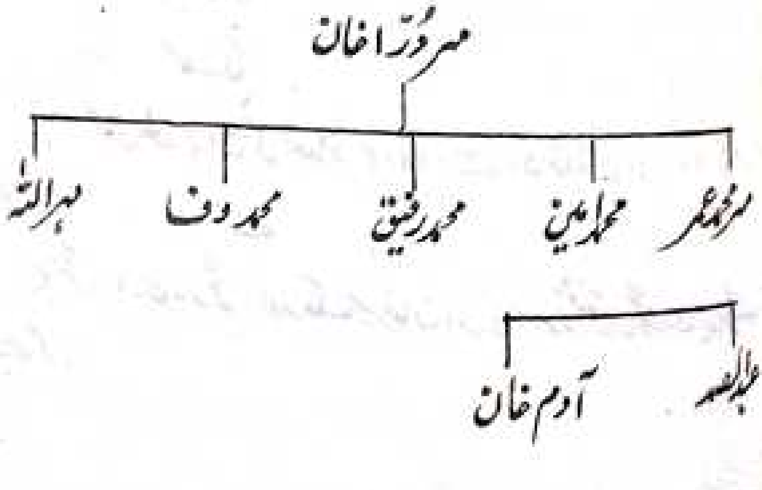
محمد امین
محمد رفیق
آدم خان

ہالہ زئی

خاران کے ہالہ زئی، قبیلہ قلندرانی کی شاخ ہے جنہوں نے براہوئی جبدگال جنگ میں
لیا تھا روایت ہے کہ اس لڑائی میں اس طائفہ کے تمام سرکردہ افراد مارے گئے تھے
صرف ہالہ زندہ بچ نکلا تھا اس لئے اس کے عزیزوں نے اسے پانچ شادیاں
اس مشہور اور بہادر فرد کی نسل تیزی سے بڑھے اور قبائلی جنگوں میں کام آگئے۔ چنانچہ
جبدگال جنگ کے فاتح میر بجار نے اس طائفہ کو خون بہا اور غم لشکر کی صورت میں ریک
سلام بیگ اور جھلاوان رخاران اسے واشک تک کا سارا علاقہ ان کے سرکردہ ہالہ اور
عطا کئے۔ ہالہ اور ٹوہم کے مقبرے بھی اسی علاقہ میں ششان سلام بیگ میں واقع ہیں۔ اس
کی حسب ذیل شاخیں ہیں :-

۱- شہرستان زئی
۲- کریم داد زئی
۳- میر دوست زئی
۴- صاحبداد زئی
۵- بجار زئی
۶- محمد زئی

مجموعی طور پر ان کی تعداد ۱۹۰۲ء میں ۵۱ خاندان اور ۱۹۶۱ کی مردم شماری
مطابق . . . . ہے۔

جونگو۔ بادین۔ زنگی۔ اور ملک میر خان ان کی مشہور شخصیتیں گذری ہیں ایک علاقائی شاعر
کہتا ہے کہ :-

شان پرا میری چاکرا زیب انت
تزگ پرانی سوغاتا ھزاری این
پہ خراسان ءِ ملک درستیں
جنگ این ماں ماں پہ بلاء جونگو
نے کر ہیں عالی ءِ حقیرین

...وم نے ان کو مطیع بنانے کی خاطر ان سے مالیہ وصول کرنا شروع کیا لیکن انہوں ...کو مالیہ دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر میر عباس نے ان پر لشکر کشی کی۔ مگر خاران کے ...بردانی اور الازئی کے اتحاد کی وجہ سے میر عباس کو شکست ہوئی اور اس کا لڑکا یوسف خان

...بعد جب میر آزاد خان سردار بنا تو اس نے شوراوک کے قبائل سے جو اس کی ماں کی قوم ...نے کران پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے افراد کو سخت مالی اور جانی نقصان پہنچایا۔ عبدالرحمان ...کر جانی چلا گیا تھا اس کو بھی وہیں پر قتل کر دیا گیا۔

...کے بعد اس طائفہ کے بہت سارے لوگ عموماً سجارزئی شاخ کے لوگ بلیندہ کی طرف ...گئے اور عرصہ تک نوشیروانی خاندان سے ان کی لڑائی رہی۔ بالآخر انیسویں صدی کے آخر ...زاد خان کے مطیع ہو گئے اور جہلاوان کلاگان۔ اور سراپ ندی سے سیراب ہونے والی اراضیات ...حصہ بطور مالیہ ادا کرنے کے اقرار پر مجبور ہو گئے اس کے علاوہ بکت۔ جھنڈ مم اور خر گوشی ...ضیات کا سالانہ مالیہ ۲۴۰ (۲۴۰ ۱۹) اپنے اوپر مقرر کیا۔

...سردار آزاد خان کے دور میں بادین نامی بالرزئی بہت سرکشی کرتا تھا۔ اور سردار اس ...خان چاہ تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ :-

تانکہ بادین د زنگی زندگ انت
سردار ءِ کار مدام ءِ گندگ انت

...میر حبیب اللہ خان والئی خاران کے دفتر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۶۶ھ میں یہ قبیلہ نواب

...سالار کا سردار
نکہ خاران کا سردار

خاران کا قطعی طور پر مطیع ہو گیا اور اپنے تعلقات خان قلات سے منقطع کر کے والئی خاران سے وابستہ...
اس نے بعد ازاں نواب خاران نے اس قبیلہ کو راشن اور کپڑے کی سہولیت سے بھی نوازا۔
بارزئی، دواشک اور جلاوان کے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کاشتکاری کے علاوہ گلہ بانی بھی کرتے ہیں...
موجودہ سرکردہ ملک احمد جان ہے۔

واشک کے بالدزئی، واشک اور نقیب

شجرہ ہالہ

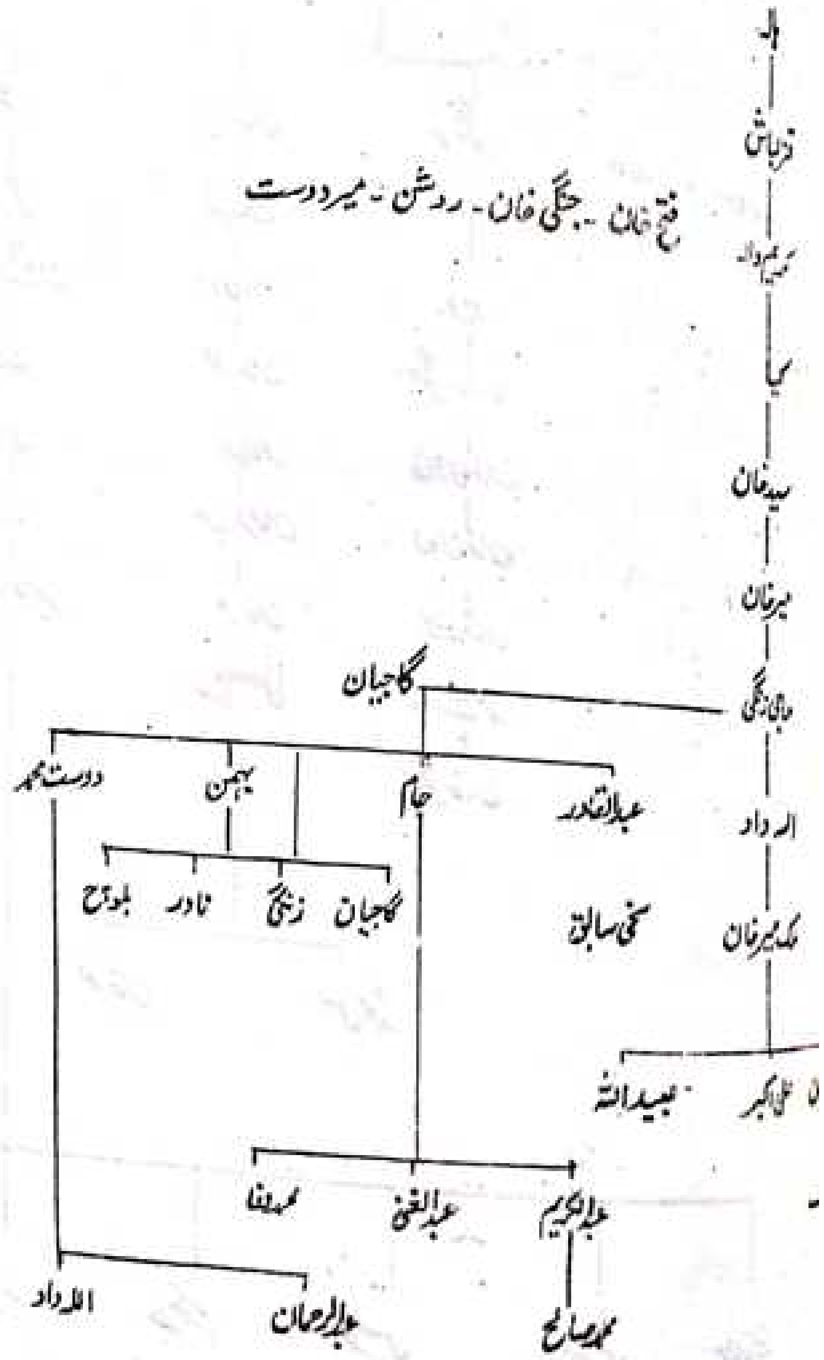
فتح خان ۔ جنگی خان ۔ رودشن ۔ میردوست
قزباش
سید خان
میرخان
گاجیان
دوست محمد
بہمن
جام
عبدالقادر
الہ داد
گاجیان
زنگی
نادر
بلوچ
سخی سابق
ملک میرخان
عبیداللہ
علی اکبر
عبدالغنی
عبدالکریم
الہ داد
عبدالرحمان
محمد صالح

ہالہ

- جونگو (خاران کا سردار)
  - ڈُہیر
  - جنگی خان
  - غازی خان
  - زمان خان
  - عیسٰے خان
  - دوست محمد
  - جنگی خان

- فتح خان
  - شہرسان
  - مولاداد
  - علم خان
  - اللہ داد
  - عبد الرحمان
  - علم خان
  - غلام مصطفٰے
    - علم خان
    - لعل محمد

- روشن
  - میر گل
  - صاحب لنجان
  - کمالان
  - عباس
  - جگیان
  - حاجی ملا بوہیر
    - عبد الحکیم
    - عبد الکریم
    - محمد حسین
    - عبد الغنی
    - عبد الرزاق

قمبرانی

...خاران میں قمبرانی قبیلہ کا شاہ بیگ زئی طائفہ بود و باش رکھتا ہے جس کی حسب ذیل

...ذیلی شاخیں ہیں۔

۱۔ معری خان زئی

۲۔ برج علی زئی

۳۔ ملا حسن زئی

...کے علاوہ حسب ذیل طائفوں کے بعض خاندانوں نے بھی ان قمبرانیوں سے الحاق کیا ہوا ہے

...ک "(باہر سے آئے ہوئے) کہلاتے ہیں:۔

۱۔ سامی زئی

۲۔ توکی

۳۔ چنال

۴۔ کوہی زئی

۵۔ سالانی

۶۔ نظام زئی

۷۔ نندزئی

۸۔ بامان زئی

۹۔ مینگل

۱۰۔ برمان زئی

...ہشک و بجار (موت اور شادی کے مواقع پر دی جانے والی رسمی امداد) ایک ہے اور

اور ہر بڑے جلسے میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ خاران کے گرک کی پہاڑیوں، گرگ گر برات میں واقع خنجک رگون، کے درخت قمبرانی اور گرک کے ساسولیوں کی مشترکہ جائداد ہیں

مسٹر ... لکھتا ہے کہ شاہ بیگ زئی قمبرانی، قلات کے احمدزئی خاندان ... زہری کے زنگیا گاؤں شاہ بیگ زئی سے آئے ہیں۔ اور وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ میر شاہ بیگ کے ... جو میر حسن۔ میر زہرو۔ میر گجو اور میر پیرک کے نام سے مشہور تھے، ان میں سے میر حسن کی اولاد ... ہیں۔ اور باقی اولاد کے خاندان زہری میں مقیم ہیں۔

براہوئی جاڈگاں جنگ میں یہ علاقہ ان قمبرانیوں کو بطور جاگیر ملا اور اسی وقت سے ... خاران کی اراضیات پر قابض ہیں۔ میر عباس سوئم (سردار خاران) نے ان سے بھی مالیہ ... تھا۔ جس کی بناء پر یہ طائفہ بغاوت پر اتر آیا اور پھر دوسرے باغی قبائل ہالرزئی، کبدانی ... کے ساتھ مل کر عباس خان کے لڑکے یوسف خان کو قتل کر دیا۔ خان قلات میر نصیر خان ... خان نے ان کی مدد کی اور سراوان کا مالیہ بھی وصول کرتے تھے لیکن سر رابرٹ سنڈیمن کے دورہ ... کے موقع پر سنہ ۱۸۸۳ء میں یہ معاملہ بھی طے کیا گیا اور اس کے بعد سے قمبرانی سردار خاران کو ... پیداوار بطور مالیہ دینے لگے۔[1]

قمبرانی قبیلہ کی نسل کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت علیؓ کے غلام قنبرؓ کی ... ہیں، لیکن مولانا نور احمد فریدی لکھتے ہیں کہ: خلافت مرتضوی ۳۵ھ سے شروع ہو کر ... رمضان ... سنہ ۴۰ھ کو ختم ہو گئی۔ انگریزی تاریخ کے حساب سے حضرت علیؓ کی تاریخ شہادت ۲۰ جنوری ... مگر میر قمبر برادہی قلات میں تیرھویں صدی عیسوی کی شروعات میں پہنچے تھے، اس لئے یہ مفروضہ ... کوئی وزن نہیں رکھتا۔[2]

میر خدا بخش بجارانی لکھتے ہیں کہ: یہ قبیلہ براہویوں کے مشہور سربراہ میر قمبر کی نسل سے ہے ... قلات سیوا میں آ کر قلات کے راجہ کے ساتھ رسم و راہ پیدا کی اور بعد ازاں راجہ سے قلات چھین کر "قلات بلوچ" بنایا۔

میر شہباز خان۔ سردار اسد خان اور محمد اعظم اس طائفہ کی مشہور شخصیتیں ہیں۔

---

[1] گزیٹیئر خاران ص ۸۹ [2] بلوچ قوم اور اس کی تاریخ ص ۱۴۱

...دان میں قمبرانیوں کی جائداد کی تفصیل یہ ہے۔

...لجے کی جاگیر

...نصیر خان کے عہد میں قمبرانی اور ساسولیوں نے لجے کی اراضیات جن کی حد دو تو ئی ...یں ہے، پر جھگڑا ہوا۔ جس کی مثل میر نصیر خان کو پیش کی گئی، اور یہ مثل خان صاحب نے ...کے لئے قاضی شہاب الدین کے پاس بھیج دیا۔ قاضی صاحب نے اراضی سے متعلق حق ...کے اثبات کے لئے ساسولیوں کو قسم کھلانے کو کہا۔ اس سے پیشتر کہ قسم اٹھوالی جاتی ...نے اشخاص کی نمائش پر طرفین نے باہمی مصالحت پر راضی ہونے کا اقرار کیا۔ اور مورخہ ...۱۱ ہجری کو متنازعہ اراضی دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے نصف قمبرانی اور نصف ...کے حق میں قبول کیا گیا اور ساتھ یہ بھی اقرار کیا کہ زرعی اراضیات پر کاشتکاری کے سلسلے ...فریقین کی باہمی رضامندی سے رکھا جائے گا، اور فصل کی کٹائی اور بٹائی پر ہر دو فریق ...یندہ نمائندے حاضر ہوا کریں گے۔

...خواجہ مرد

...قاسم خان، ...خان، حاجی اور میر دوست نے ...محرم ۱۱۸۰ ہجری کو ایک اقرار نامہ ...شدہ خواجہ مرد کی اراضیات مسمی میر محمد خان قمبرانی کو آباد کرنے کے لئے دیئے تھے۔ اور ...کے پیداوار کے تین حصے میر محمد خان قمبرانی کے ہوں گے، اور بقایا یہ چوتھا حصہ مجبولات ...کا...

...ان کی تقسیم

...نے ۱۹۱۱ء میں ملک میر خان کے ترکہ کو بطریق ذیل تقسیم کیا۔

ابن ناصری خان	ابن برجعلی	ابن بہادر خان	بنت سازین	بنت محمد اکبر
(۲)	(۲)	(۲)	(۱)	(۱)

۲۔ جوئے خشکابہ زہرِ درزئی و بڈو، ٹمرگ

ابن رضائی (۲)
ابن مصری خان (۵)
ابن برج علی خان (۲)
ابن بہادر خان (۲)
بنت ...

۳۔ کرکان و شبوزئی

زر بانو
مہیرجان
بلو

ترکۂ بلو

تمرانیوں کی آپس کی لڑائی میں برج علی کے ہاتھوں میر بہادر خان کا قتل ہو...
اس لئے بلو کا وہ ترکہ جو برج علی اور جلال دین کو ملا تھا' اس کے دو حصے میر معزز...
کے بھائی کے خون بہا میں دے دیئے گئے۔ اور بلو کی باقی جائداد کا تیسرا حصہ لالو...
اور ٹمرگ کی زمین رضائی تمرانی کو دیا گیا۔ اور اس تقسیم کو ایک اقرار نامہ کی صورت میں...
شہر ربیع الاول ۱۵ ۱۲ ہجری کو تیار کیا گیا' جس پر میر نصیر خان کی مہر اور میر محمود خان کے...
دستخط ثبت ہیں۔

کوہ گون اور چشمۂ خواجہ مرد کی جائدادیں

میر باران ولد میر شاہ بیگ' میر ستید خان ولد میر گل محمد خان' میر فاضل خان ولد کر...
اقوام تمرانی سکنہ مرادان کی درخواست پر خان خدائے داد خان نے سال ۱۲۸۳...
ایک سند محررہ ۱۰ محرم کے تحت قبیلہ تمرانی کو حسب ذیل جاگیر حسب شرائط ذیل عطا کی...
۱۔ گذشتہ معاہدات کے تحت حد شمالی سے تا بہ حد مردان تنی جو کچھ کوہ گان...

سرکار معاف کیا جاتا ہے جسے قبیلۂ قمبرانی خود آپس میں تقسیم کرتے
میں کوئی غیر قمبرانی بزگری یا مال چرائی کی صورت میں آکر سکونت اختیار
شادی شدہ شخص ایک بھیڑ یا بکری (رندانی) میش چینی
یا ایک ممنہ سرکار کو بطور مالیہ ادا کرنا ہوگا۔ اس مالیہ کی صورت
اور جوال سرکار کے ہوں گے۔ اور گوسفندان وصول کنندہ کو دیئے جائیں گے۔
کا نصف قبیلۂ قمبرانی اور نصف سرکار عالیہ کا ہوگا۔

خشکابہ جو جنیٹ پیرک وال سے پائین ریک ہوتی تک محدود ہے۔
غیر آباد اراضیات قمبرانی کے قبضہ میں ہونگے جنھیں غیر قومیں آباد کریں
ان کے خشکابہ کا چھٹا حصہ قبیلہ قمبرانی ہوگا اور
عالی کا ہوگا۔ نیز حصہ نائبی اور پٹواداری کا نصف سرکار اور نصف میر خان محمد
خواجہ مرد سے حدود "دلوئی" تک کا علاقہ قبیلہ قمبرانی کو بطور انعام
اس لئے اس میں سرکار کا کوئی حصہ نہیں ہے یعنی حصہ سرکار معاف ہے
میر خان و میر خان محمد بھی معاف ہے باقی دلوئی سے "پرہ بزان" تک زمین

کا نصف قبیلہ ساسولی کو دیا جاتا ہے، جس کا حصہ سرکار بھی

...یات پیرک وال ۔ قبیلہ قمبرانی کی بغاوت

اراضیات پر سردار آزاد خان اور قبیلہ قمبرانی کے درمیان تنازعہ چلا آرہا
آزاد خان اس دیہہ کو اپنی ملکیت قرار دیتا تھا، لیکن قمبرانی اس پر قبضہ جما
ان دونوں کی آپس میں جنگ ہوئی اور اس لڑائی میں قمبرانی قبیلہ کے دو
اور گل محمد (قمبرانی) مارے گئے۔ سردار آزاد خان سے بدلہ لینے کے لئے
قمبرانی امداد لینے خان قلات کے پاس گیا۔ لیکن خان قلات جو

خاران اور قلات کے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے تھے۔ برج علی کی کوئی امداد نہیں
قلات سے شوروگ گیا اور وہاں کے بڑیچوں سے شادی کی۔ تاکہ بڑیچی اس کی معاونت کریں
ایک سال وہاں بیٹھنے کے باوجود بڑیچیوں نے میر آزاد خان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔
مجبوراً خاران کے ہالہ زئی قبیلہ کے پاس امداد کے لئے آئے۔ ہالہ زئی اور سردار خاران
تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے اس لئے موقع کو غنیمت سمجھ کر ہالہ زئی قبیلہ نے قمبرانی کے
مل کر سردار خاران کے خلاف لشکر کشی کی۔ اور پیرک وال کے مقام پر دونوں فریق کا
ہوا جس میں سردار آزاد خان کے بھائی یوسف کے علاوہ بارہ رخشانی بھی مارے گئے
اب خان قلات درمیان پڑ کر فریقین کا صلح کرایا۔ اور حالات کو سازگار بنا
لئے فریقین کے خون کا عوضانہ دلایا۔ اور پھر سے قمبرانی خاران میں آباد کئے گئے۔

بغاوت بوجہ تنازعہ گلان

سردار آزاد خان نے اپنی اراضیات کو سیراب کرنے کی خاطر گلان کے نام سے ایک
نہر کھدوائی چونکہ اس نہر کی وجہ سے قمبرانی قبیلہ کی اراضیات کے جوئے سیراب پر بہت
اثر پڑتا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس ندی کی احداث پر سردار کی مخالفت کی جس کہ ان کے در
خون ریز لڑائی ہوئی۔ اور قمبرانی شکست کھا کر قلات کی طرف نکل گئے۔ جہاں وہ سات سال
علاقہ خراسان میں بطور باغی مقیم رہے۔ اور میر نصیر خان سے امداد طلب کرتے رہے
خان کی وفات کے بعد سردار خاران نے میر قیصر خان قمبرانی کو طلب کر کے اس کے حقوق
کا اقرار کیا۔ میر قیصر خان قمبرانی اور سردار خاران کے درمیان خوشگوار احول میں صلح ہوا۔
قمبرانیوں نے اس دوران میں جتنے رخشانی قتل کئے تھے۔ ان کے خون کو بھی رخشانی قبائل نے
معاف کر دیا۔

اس قمبرانی لڑکی کو حصہ نہیں دیا جاتا جو کسی نوشیروانی کے عقد میں
یہاں کے قمبرانی اپنے خاندان کی اس لڑکی کو اس کے والد کے ترکہ میں حقدار قرار نہیں

...مسمی نوشیروانی کے عقد میں ہو۔ یہ امر ۱۲۴۸ ہجری ماہ رمضان المبارک میں میر محراب خان
...ثالث نے مسماۃ فاطمہ بنت سفر خان قبرانی کی درخواست مسترد کرتے ہوئے فیصلہ دیا تھا
...مسماۃ فاطمہ بنت سفر خان مسمی میرین نامی نوشیروانی کے عقد میں ہے اس لئے اس کے والد
...میں جو اس کے چچازادگان قیصر خان اور سید خان قبرانی کی تحویل میں ہے کوئی حق داشت
...دیا جا سکتا۔

شجرہ

...میر قنبر
...میر زہرا
...میر زرک
...میر ابراہیم
...میر ...ام
...میر حسن
...میر سبر
...میر ملوک
...میر لقبر

میر احمد
میر مورو
میر قیصر
میر احمد
میر اہتاز (اہتازئی)
میر یحیی
میر اہتاز
میر احمد زئی
قنبر

سیاہ پاد

خطہ خاران میں سیاہ پاد کی ذیل دو مشہور شاخیں آباد ہیں

کوہ سیاہ پاد:۔

یہ طائفہ راس کوہ کی پہاڑیوں اور سرسبز و شاداب وادیوں میں سکونت پذیر ہے اس طائفہ کے بعض خاندان کلگ ندی اور ہنباپ ندی کے دہانوں پر رہتے ہیں۔ اور زمین پر واقع سیلابہ ندیوں سے اپنی اراضی کو سیراب کرتے ہیں۔ اس طائفہ کی حسب ذیل شاخیں ہیں۔

	نام طائفہ	اعداد ۱۹۰۱ء میں	تعداد ۱۹۶۱ء میں
۱-	ایرویانی	۸۰ خاندان	
۲-	یلان زئی	۲۱ خاندان	
۳	مہرانی	۲۵ خاندان	
۴	خنگان زئی	۲۸ خاندان	
۵	وسی	۴۲ خاندان	
۶	نگری	۳۰ خاندان	
۷	شکر زئی		
		۲۰ خاندان	

یہ طائفہ کافی سمجھدار اور تعلیمیافتہ ہے اور اس طائفہ کے بہت سے افراد اہم سرکاری عہدوں پر فائز ہیں، جن میں میر ظریف خان، محمد ہاشم اور میر علی محمد قابل ذکر ہیں۔ نائب محمد اسماعیل اس طائفہ کا سرکردہ اور دولت مند شخص ہے۔

سیاہ پاد

گروہ ۔۔۔ سیاہ پاد خاندانوں کو کوچہ و سیاہ پاد کہا جاتا ہے ان کے متعلق یہ
۔۔۔ علاقوں میں بسنے والے سیاہ پاد خاندانوں کو کوچہ و سیاہ پاد کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق یہ
۔۔۔ کوری قلات سے یہاں آئے ہیں، سر خاران کے موضع جُبرو میں بود و باش رکھنے والے
۔۔۔ خاندان سرداری دور میں سالانہ مبلغ ایک سو بیس روپے سردار کو مالیہ ادا کرتا تھا۔ اس
۔۔۔ ذیل شاخیں ہیں۔

حسین زئی

۱۔ دارو زئی

۲۔ مزار زئی

۳۔ چیدہ زئی

۴۔ مسکان زئی

۵۔ جلال زئی

۔۔۔ ۱۹۰۱ء میں ۲۹ خاندانوں پر مشتمل تھا۔ اب افراد کی آبادی پر مشتمل ہے۔ مسکانزئی
۔۔۔ یہ روایت ہے کہ یہ شاخ محض رشتہ داری کی بنا پر ان سیاہ پادوں کے ساتھ منسلک
۔۔۔ اصل میں نسلاً کسی اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔

روایت ہے کہ سیاہ پاد قبیلہ میر مندو رند کی اولاد میں سے ہے میر مندو کے تین لڑکے موسومہ
۔۔۔ ایوب اور سماعیل تھے، ہوتی کی اولاد جمالدینی، ایوب کی ایوبانی اور سماعیل کی اولاد
۔۔۔ زئی بتائے جاتے ہیں۔ یلان زئی شاخ کے کہن سال اشخاص کا دعویٰ ہے کہ ضلع چاغی کے
۔۔۔ سلطان شہر، راہمدار رگدانی میں بود و باش رکھتے تھے، لیکن حالات نے انہیں
۔۔۔ مجبور کر دیا۔ یہاں آنے کے بعد خاران کے ملکوں نے انہیں زمینیں دے دیں۔ مگر
۔۔۔ مالیہ کی وصول پر سردار خاران سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ امیر عباس
۔۔۔ خان نے ان کے سرکردہ مسمی نلام کو قتل کر دیا اور ان کی تمام جاگیروں پر قبضہ کر لیا
۔۔۔ سیاہ پاد کے بعض طائفے بلیمندا ور دوسرے علاقوں میں منتشر ہو گئے لیکن تین سال
۔۔۔ واپس خاران آگئے اور نوشیروانی خاندان کو کلگ کا مالیہ دینے پر صلح کر لی۔ یہ مالیہ

ادا کیا جاتا تھا۔ اور بھیڑوں کی صورت میں

مقامی طور پر تیار کردہ اونی، اور سوتی کپڑے

سیاہ پاد "عربی نام سیاہ بچ کی بلوچی اصطلاح ہے۔ اور یہ ان قبائل میں سے ہے جو عرصہ دراز تک فارس کی فوجوں کے ساتھ برسرپیکار رہے اور جو نوشیروان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر کرمان کے پہاڑوں، جبال قفص "میں پھیل گئے تھے، چونکہ اہل فارس بلوچوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور جونہی کسی فارسی کو بلوچ کا سراغ ملتا وہ حکومت کے کارندوں کو اطلاع کر دیتا اور یہ لوگ دھر لئے جاتے۔ اس لئے اخفائے راز کے پیش نظر یہ لوگ ہندی الاصل قبائل رسوار، سیاہ بچ۔ قندار اور جاٹ پر اعتماد کرکے ان کے ساتھ مل گئے اور بلوچ کی بجائے ان ہی ناموں سے موسوم ہونے لگے کہتے ہیں کہ یہ وہ قبائل تھے جو غازی محمد بن قاسم کے ہمراہ ملتان کی مہم پر آئے تھے اور بعد میں یہاں آباد ہو گئے۔ انہیں ایرانی حملہ آور وادی سندھ سے لائے تھے اور ان کی بہادری اور عقلمندی کی بنا پر اکاسرہ نے بڑے بڑے عہدوں پر تعینات کر رکھا تھا۔ بلوچوں کے قبیلے دریائے ہلمند مکران تک پھیل گئے۔ یہاں پر نوشیروان کے سپہ سالار ہرمزان کا سیاہ سوار سے تعارف ہوا اور اس نے اس بلوچ سردار کو اپنے لشکر میں شامل کر دیا۔ مولانا نور احمد فریدی، ملک الشعراء بہار (ایران کے مشہور مورخ اور شاعر) کے شاہنامہ بجنت اور عرب مورخین کے حوالے سے لکھتا ہے کہ سیاہ سوار ایک بلوچ سردار تھا جس کو ہرمزان نے نوشیروان کی فوج میں بھرتی کرایا تھا، ایرانی فوج میں پہلے سے بھی بلوچ موجود تھے۔ لیکن کسی نے بھی اپنے آپ کو بطور بلوچ ظاہر نہیں کیا، سیاہ سوار کی بہادری سے متاثر ہو کر بادشاہ نے اپنی فوج کا مقدمہ اس کے سپرد کیا چنانچہ سیاہ سوار نے اپنے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بلوچوں کو بھرتی کرنا شروع کیا اور سیاہ کی فوج الاساورہ سے موسوم ہوئی۔ اس کی بہادری کا ذکر بہار اس طرح کرتا ہے۔

چناں شد کہ روزے نزدیک شاہ
شگفتی بسے گفتہ شد از سیاہ
کہ در جنگ دارد دل شیر ببر
بہ نیرو بر آرد دمار از ہژبر
چو شمشیر خود برکشد از نیام
نہ ماند پلنگ دماں را کنام

لہ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ

پہ تہہ کنہ کاریک شکرے
بشر ہائے اورا سزو دخترے

شجرہ

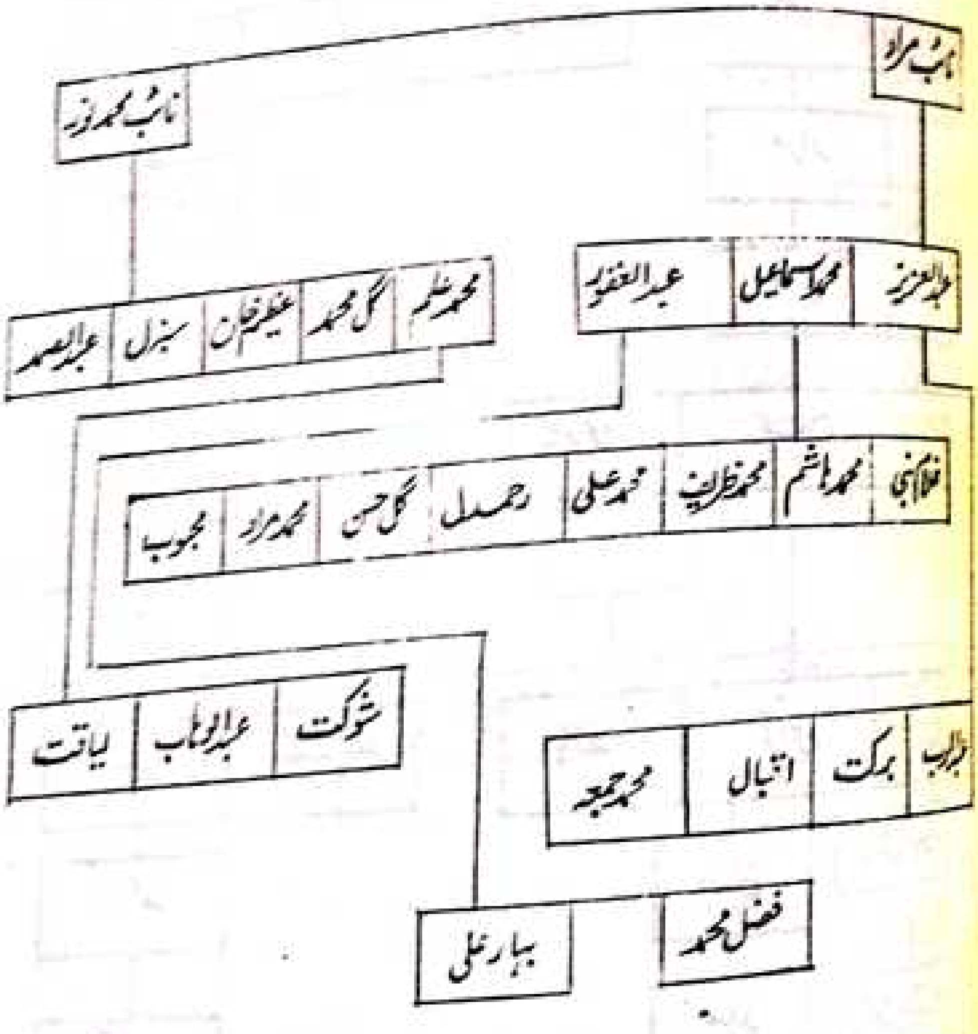

لہ ۳۲۔ بلوچ قوم اور اس کی تاریخ صفحہ ۷۸، ۷۹، ۸۰

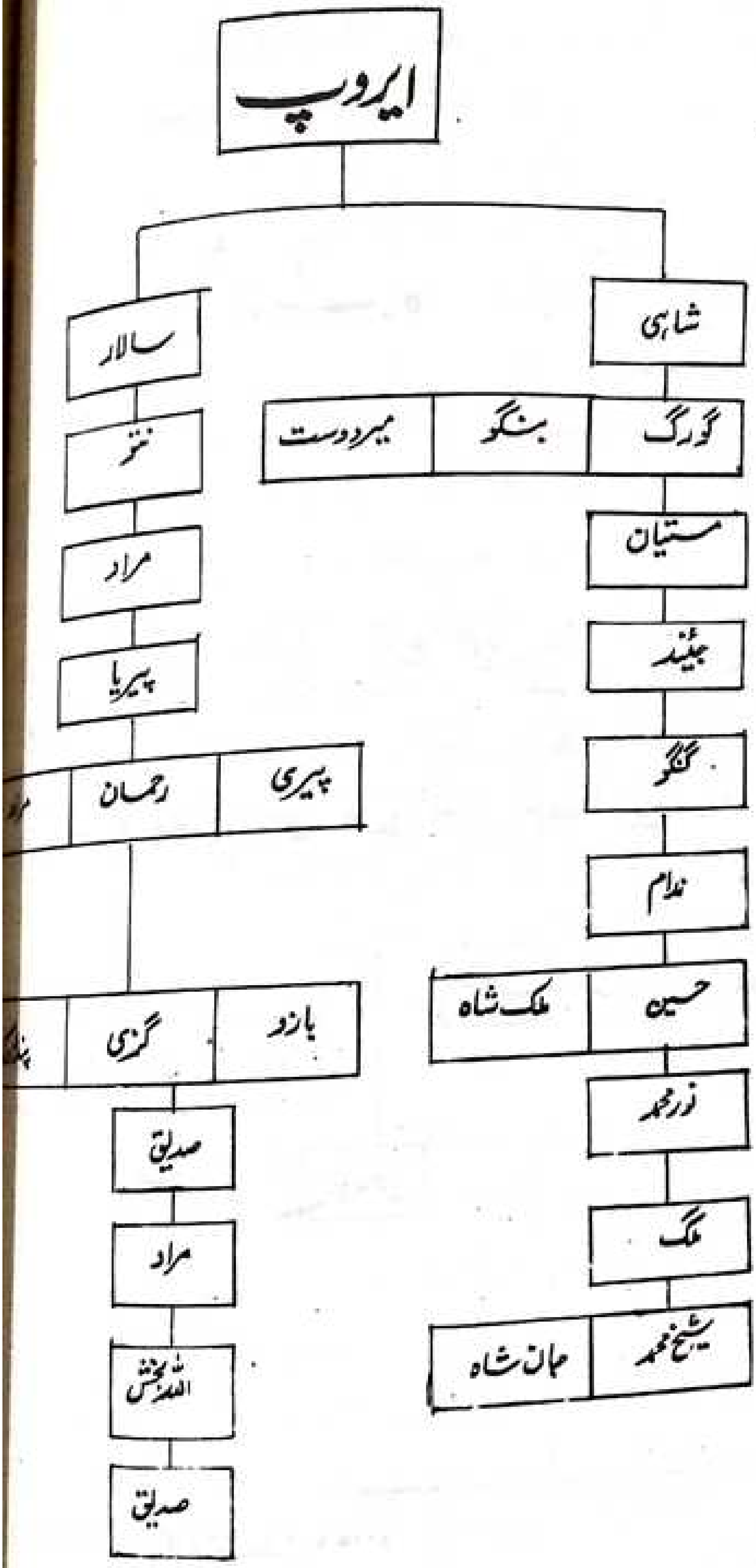
ایروپ
شاہی
سالار
گورگ
بنگو
میرودست
نتو
مستیان
مراد
جئیند
پیریا
گنگو
پیری
رحمان
ندام
حسین
ملک شاہ
بازو
گزی
نورمحمد
صدیق
ملک
مراد
شیخ محمد
جہان شاہ
اللہ بخش
صدیق

یلان زئی

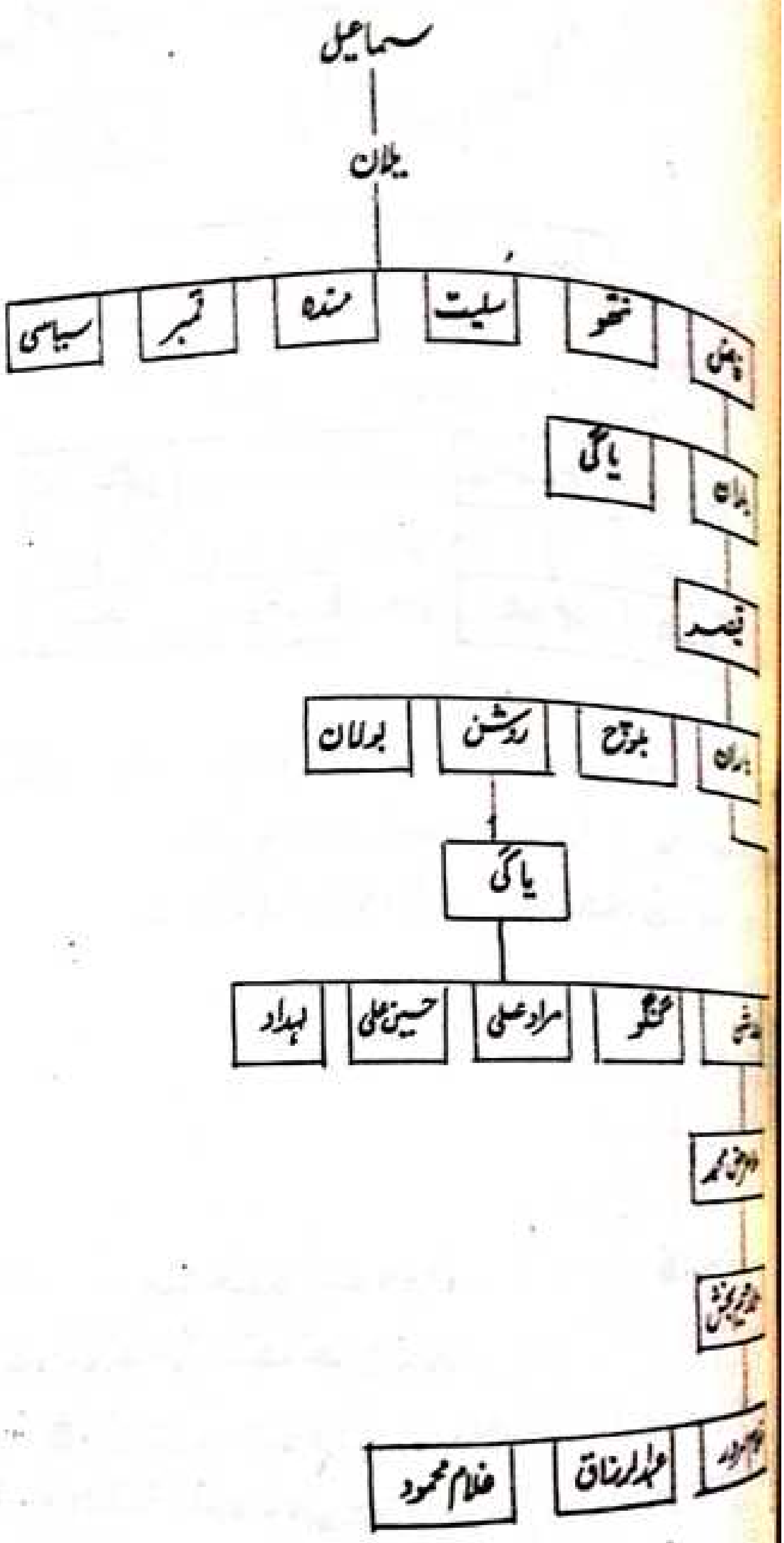
سماعیل
یلان
قمبر
سندہ
سلیت
نتھو
یاگی
قیصر
برلان
روشن
برتح
یاگی
لہداد
حسین علی
مراد علی
گنگو
غلام محمود
عبدالرزاق

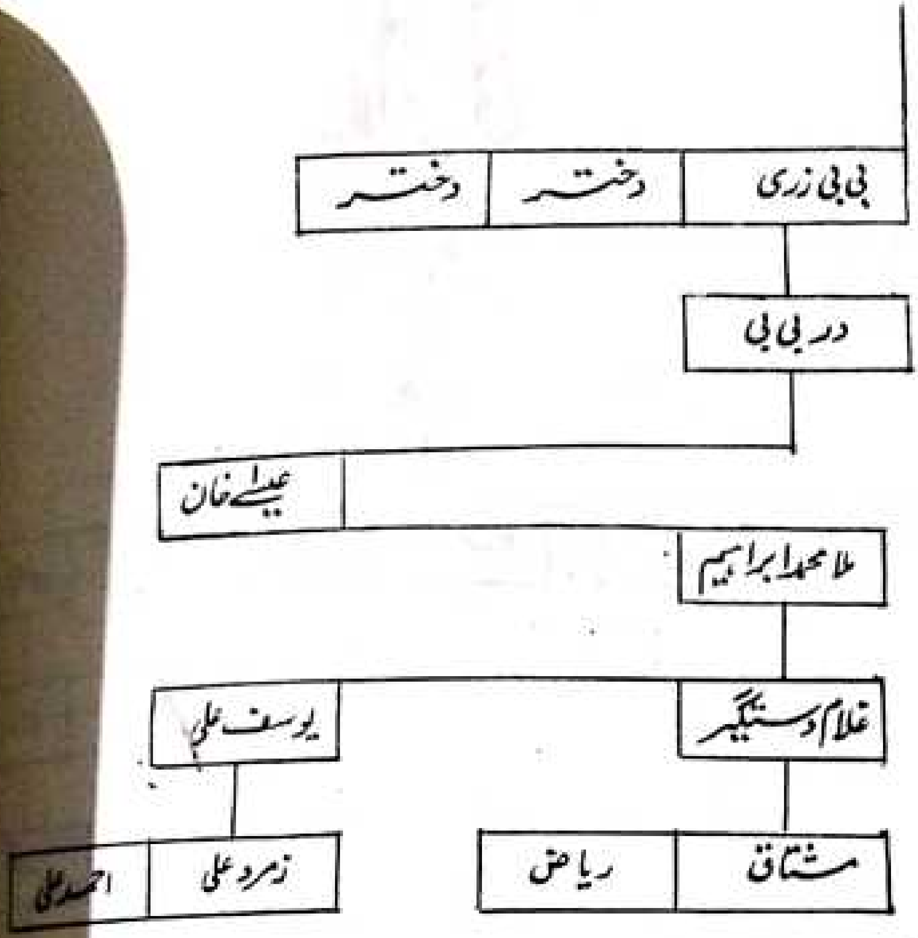
بی بی زری
دختر
دختر
در بی بی
عیسےٰ خان
ملا محمد ابراہیم
غلام دستگیر
یوسف علی
مشتاق
ریاض
زمرد علی
احمد علی

کبدانی

جہلاوان علاقہ قلات سے موسیانی طائفہ کا جو خاندان، میر قطب الدین نامی شخص کے ساتھ
وان آیا تھا وہ بعد میں کبدانی مشہور ہوا اور یہاں پر چند دیگر طائفوں کے خاندانوں کے ساتھ الحاق
کے نام پیدا کیا۔ سردار میر عباس سوئم کے خلاف، بالرزئی طائفہ کا ساتھ دیا اور بڈھنڈی کی اراضیات
پر قبضہ کر کے سردار خاران کو مالیہ کی ادائیگی سے انکار کر کے باغی طائفوں سے مل گیا۔ مگر سردار آزاد خان
کے دور میں اس طائفہ پر بھی قابو پا لیا گیا، چنانچہ ان سے نہ صرف سردار نے اپنی فوج کے لیے بھرتی کی بلکہ اس
طائفہ کی سورگو اور ریگ حرماگئ کی اراضیات کے عوض سالانہ دو اونٹ یا مبلغ چالیس روپے بحساب
زہ بی شاخ نقد بطور مالیہ بھی وصول کرنے لگا۔

مجموعی طور پر یہ طائفہ کاشتکاری، اونٹ اور بھیڑ بکریاں پالتے ہیں۔ ۱۹۰۱ میں اس طائفہ کی تعداد
۵۱۵ تھی اور ۱۹۶۱ء میں ...... تھی اس کی ذیلی اور الحاق شاخیں حسب ذیل ہیں:

(۱) سیاہونزئی (قصاب زئی) (پنجگور کا ایک الحاق خاندان ہے)
(۲) ریگی زئی
(۳) پہلات زئی
(۴) ازئی
(۵) شاہونزئی
(۶) سماکزئی (کولواہ سے آیا ہوا ایک گھرانہ ہے)
(۷) بلیدئی (وادیٔ بلیدہ سے آمدہ ایک طرقی اور الحاق خاندان ہے)

میر اللہ داد خان ان کا ایک مشہور و معروف ہیرو گزرا ہے، جو سردار خاران کی فوج کا کمانڈر
تھا۔ اس کے علاوہ صوبیدار گوہر خان بھی نواب امیر محمد حبیب اللہ خان کے دستوں کا صوبیدار رہا اور

اب تک بقیدِ حیات ہے۔ موجودہ دور میں حاجی رسول بخش ۔ حاجی علی محمد۔ ملا محمد نعیم [illegible]
خان اور ماسٹر عبد الصمد اس طائفہ کی معروف شخصیتیں ہیں۔ خاران کا قومی اور عوامی شاعر [illegible]
بھی اسی طائفہ سے تعلق رکھتا ہے۔

محمد حسنی

محمد حسنی قبیلہ تمام ضلع خاران میں پھیلا ہوا ہے۔ ان میں اکثر کی زبان براہوئی ہے لیکن بعض خاندان بلوچی بولتے ہیں یہ عام طور پر خانہ بدوش ہیں اور اپنے گندمی رنگ ستواں ناک اور اچھے خدوخال سے پہچانے جاتے ہیں۔

یہ مشہور قبیلہ تقریباً تمام وسط ایشیا میں پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان۔ افغانستان اور ایران میں ان کی اکثریت ہے جبکہ ایران میں اس قبیلہ کو لُر یا ممسنی کہا جاتا ہے اور انہی کے نام سے ایران کا ایک صوبہ لُرستان موسوم ہے۔ وہاں ان کی آبادی تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ قلعہ سفید کے متعلق میجر جنرل سیلکم G.C.B.K.L.S گورنر بھیجے اپنی کتاب تاریخ ایران ۱۸۷۲ء (حصہ اول ص ۲۷) میں لکھتا ہے کہ قلعہ سفید ایران کی اصل قوم "محمد حسنی" کی ملکیت ہے جو شیراز کے شمال مغرب میں ۷۰ میل کے قریب ایک اونچے پہاڑ پر واقع ہے۔ ۱۸۷۰ء میں لفٹننٹ ایم ڈونلڈ نے اس قلعہ کا معائنہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ "اس قلعہ کی بدولت یہ قبیلہ اپنے غنیم سے شکست نہیں کھاتا۔ رستم کے زمانے میں یہ قلعہ موجود تھا جسے وہ بزور طاقت سر نہ کر سکا تھا۔"

ہتو رام لکھتا ہے کہ محمد حسینی حضرت امام حسین کے مرید تھے اور اس واسطے محمد حسنی کہلاتے ہیں۔ غلط العام میں محمد حسنی یا ممسنی مشہور ہیں۔ یہ قوم اپنے سردار محمد خان کے وقت اس وقت کے ظالم بادشاہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر شیراز سے سیستان آئی اور سردار مکان کے وقت شکے میں آئی۔ محمد حسنی جھلاوان کا تیسرا دستہ شمار ہوتا تھا اور میر نصیر خان اول کے وقت بارہ سو لشکر شمار ہوتا تھا۔ مابعد یہ قبیلہ خاران۔ نوشکی۔ قلات اور دیگر علاقوں میں پھیل گیا[۱]۔

---

[۱] تاریخ بلوچستان از ہتو رام صفحہ ۳۷۲

۱۹۰۱ء میں ان کی آبادی حسب ذیل تھی۔ [1]

ضلع قلات	=	۵۳،۱۰۶
چاغی	=	۴۳۳۶
خاران	=	۱۳۵۰

ضلع خاران میں ان کی تفصیلوار تعداد حسب ذیل ہے:

نام طائفہ	آبادی ۱۹۰۱ء میں	آبادی ۱۹۶۱ء میں
کیازئی	۱۱۶ خاندان	
یاگی زئی	۲۵ خاندان	
کہیرائی	۲۴ خاندان	۱۰۰ افراد
درک زئی	۳۰ خاندان	۷۰۰ افراد
ہاروئی	۱۴ خاندان	
مردان شہی	۱۲ خاندان	
زنگیاڑی	۶ خاندان	۲۰۰ افراد
شیخ حسینی		
زیرکاڑی		۷۰۰ افراد
عیدوزئی		
ہنداز ئی		
سیاہی زئی		۵۰۰
شاہوزئی		
کورک		
گل		
شیروزئی		۳۰۰ افراد

[1] گزیٹیر خاران ص ۳۳

محمد حسنی قبیلہ کی یہ شاخیں فی منکوحہ شخص کے حساب سے سالانہ پانچ روپے یا دو بکری اپنے سردار کو بطور مالیہ ادا کرتے تھے۔ ان کے سردار کو میر محمود خان نے تین سو روپیہ سالانہ دینا منظور کیا تھا۔[1]

ہارونی

میر ہارون کی اولاد ہونے کے سبب اس خاندان کا نام ہارونی پڑ گیا۔ شجرۂ نسب کے لحاظ سے یہ محمد حسنی کے جد محمد حسنی کے بھائی ہارون کی اولاد ہیں۔ یہ سب سے پہلے گرگٹ میں آباد ہوئے بعد ازاں رفتہ رفتہ دوسرے علاقوں میں پھیل گئے۔ ہارونی طائفہ کی ذیل تحتی شاخیں ہیں۔

مائی خان زئی۔ یکہ سوار۔ مردان شہی۔ بام زئی۔ رحیم خان زئی۔ آدم زئی۔ مزار زئی۔ جام زئی۔ جام زئی۔ زوہیر زئی۔ نوتک۔ مراد زئی۔

محمد حسنی اور ہارونی قبائل نے بھیڑ بکریاں پالنے کے ساتھ ساتھ تقریباً ایک صدی سے کاشتکاری بھی شروع کی ہے اور اس وقت وہ بکت۔ پلنتاک تیلونک۔ رخشان۔ اور سلام بیگ میں زرعی اراضیات پر قابض ہیں۔ چونکہ یہ قبیلہ جہلاوان کے محمد حسینوں کے سردار کو اپنا سردار مانتا ہے۔ اس لئے سردار خاران نے بھی ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کثیر التعداد اور جبری قبیلہ سے قربت حاصل کرنے کے لئے میر عباس سوئم نے ان کے قبائلی سردار میر رستم خان کی لڑکی اور سردار نوروز خان نے اس کی بہن سے شادی کی تھی اور اس طرح وہ ایک دوسرے کے آڑے وقت میں مدد کرتے تھے مثلاً جب ایرانی رامینوں نے محمد حسینوں کے مال و متاع کو لوٹا تو سردار آزاد خان نے اپنی رشتہ داری کی بنا پر رامینوں سے ان کا انتقام لیا۔

---

[1] تاریخ بلوچستان ص ۳۲۵

شجرہ

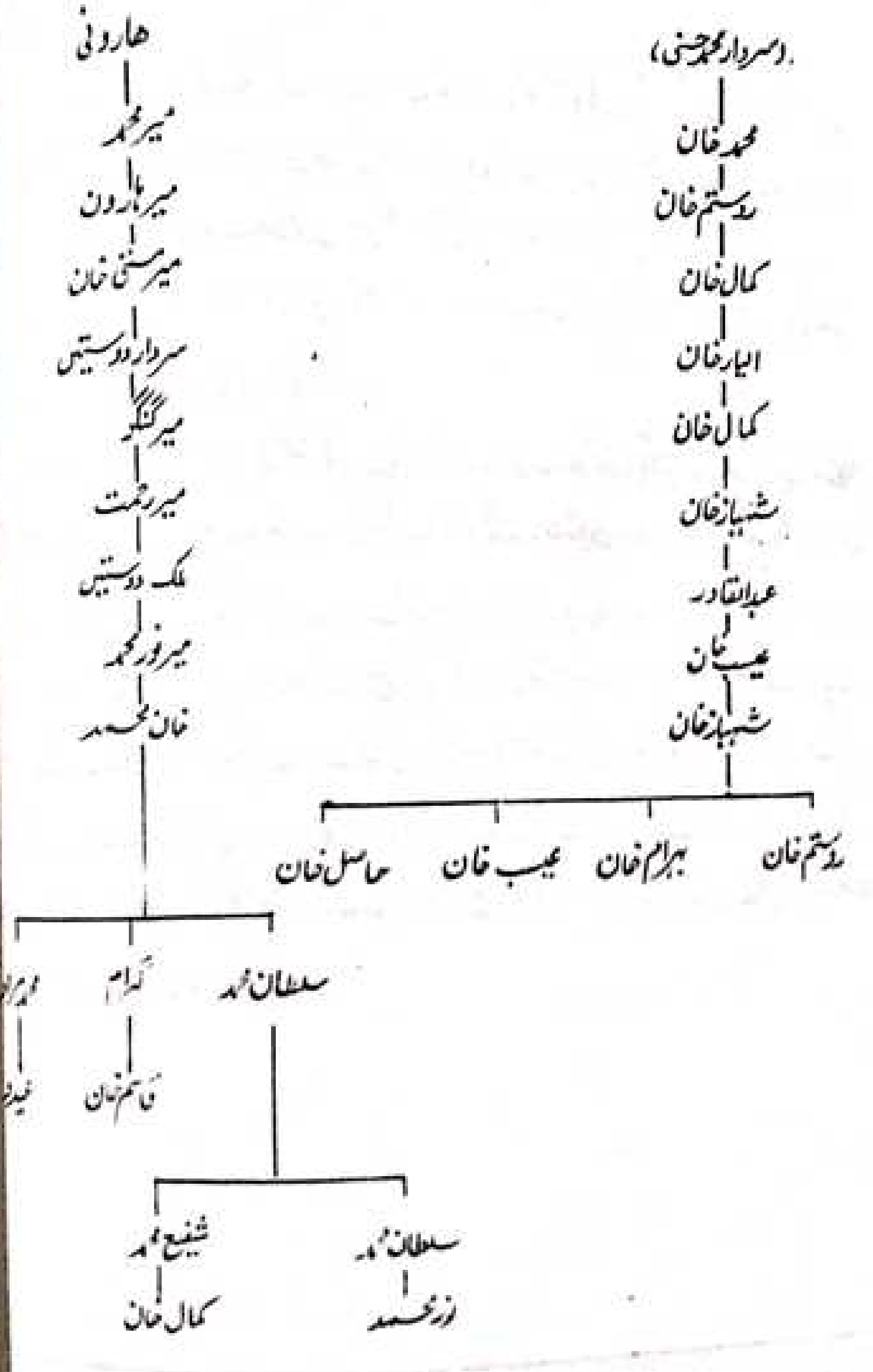
(سردار محمد حسنی)
محمد خان
رستم خان
کمال خان
ایاز خان
کمال خان
شہباز خان
عبدالقادر
عجب خان
شہباز خان
رستم خان
بہرام خان
عجب خان
حاصل خان
هارونی
میر محمد
میر ہارون
میر مستی خان
سردار دوستین
میر گنگزو
میر رحمت
ملک دوستین
میر نور محمد
خان محمد
سلطان محمد
شفیع محمد
سلطان محمد
کمال خان
نور محمد

ریکی

یہ قبیلہ علاقہ ماشکیل میں رہتا ہے اور ریکی زخشانی کہلاتا ہے لیکن عام طور پر یہ اپنی تھوڑی بلوچی سے علیحدہ شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زخشانی نہ ہونے پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ریگستان میں رہنے سے ریگی کہلاتے جبکہ اسی نام سے ریگی نامی قبیلہ مختلف علاقوں کی سب قبیلوں میں ہے جو بلوچی زبان بولتا ہے۔ مگر ان زخشانی ریکیوں کے ساتھ ہی ان کے مختلف علاقوں میں اس ایک سنگی روٹ ۱۹۰۸ء میں انہوں نے نادر شاہ کو جاتے وقت ... قبیلہ کے تین سو افراد مہیا کئے تھے۔ یہ قبیلہ پاک ایران سرحد کے ساتھ ساتھ جالق اور میر جاوا تک پھیلا ہوا ہے۔

اس قبیلہ کی حسب ذیل شاخیں ہیں:

نام	تعداد (۱۹۰۲)	تعداد (۱۹۹۱)
۱. نوتوزئی	۶۵ خاندان	۵۰۰
۲. براہیم زئی	۴۳ "	
۳. رضا زئی	۱۸ "	
۴. بنگر زئی	۳۷ "	
۵. نفروئی	۵۶ "	۸۰۰
۶. تنگوئی	۲۸ "	۳۰۰
۷. گلگی	[illegible] "	

۸ - موسیشی	۱۴	خاندان
۹ آلیان زئی	۱۹	//
۱۰ - لنگوزئی	۹	//
۱۱ - سرادانی	۱۳	//
۱۲ - ملازئی (مرادزئی)	۲۹	//
۱۳ - ساسولی	۵	//
۱۴ - شئے	۳	//
۱۵ - سربراہوں کے غلام	۳۲	//

حاجی میر گھبان خان نتوزئی

نتوزئی : میر نصیر خان اول (خان قلات) نے ایرانی سرحدات کی حفاظت کے لئے ۱۷۳۹ء میں میر کیا خان ریکی زئی کو قلات سے ہمراہ پچاس سوار ماشکیل بھیجا تھا۔ جہاں میر کیا خان نے آکر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس کے کھنڈرات اب بھی "کیا ء قلات" کے نام سے مشہور ہیں۔ میر کیا خان نے نوشیروانی خاندانی سے شادی کی اس کے ہاں دو اولاد نرینہ ہوئے جن میں سے ایک کا نام نتو اور دوسرے کا نام حسین خان تھا۔ نتو کی اولاد نتوزئی اور حسین خان کی نسل حسین بر کہلانے لگی۔ اولاد ماشکیل اور ایرانی سرحدات کے آپا جبکہ موخرالذکر ایرانی بلوچستان میں آباد ہے

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میر کیا خان قلات سے اپنے ساتھ جو خاص خدمت گار لائے تھے ان میں سے نصیرالدین کی اولاد نصروئی مراد کی مرادزئی اور ببیر کی بنگر زئی مشہور ہوئی جو اسی قبیلہ میں مدغم ہو گئے۔

ملازئی (مرادزئی)، ساسولی اور شئے متحدہ جماعتیں ہیں ان کا سربلہ نتوزئی (ملک شاہ زئی) ہے۔ وہ قبیلہ گوکرنا دشاہ کی بھی امداد کرتا رہا ہے۔ لیکن ان کے کچھ لوگ بعد میں نوشیروانی خاندان کے ساتھ بھی تعاون کرتے رہے ہیں تاہم مجموعی طور پر وہ سردار خاران کی بجائے خان قلات کے حکم کا احترام کرتے تھے۔ اس لئے محبب خان نے ۱۸۱۹ء میں خاران پر حملہ کیا تو سردار خاران نے دیگر ارکان کو گلوگر کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ ریکیوں کو اپنے تابع کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن ریکی سردار اس کی حرکت سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے ایران کے

میر کھیا خان (نتوزئی) ریگی، ماشکیل

ماشکیل کے تانی ۱۹۱۰ء میں پولیٹیکل ایجنٹ میجر ڈبلیو جی بج کے ساتھ
ہے۔ سردار تاج محمد ریگی۔ خان صاحب عبدو خان بھی گروپ میں

ماتحت ساز باز کی اس طرح اس معاہدہ کو جو انہوں نے سردار خاران کے ساتھ کیا تھا توڑ ڈالا اور نمک پر محصول دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر سردار کے قندھار جانے اور اس کے عدم موجودگی سے استفادہ کرتے ہوئے ابراہیم خان ایرانی گورنر نے سردار خاران کے قلعہ گلوگر کو گرا کر پست و نابود کر دیا اس طرح ان کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی مگر چند سال بعد میر آزاد خان اور ریکیوں کے سربراہ میر ساقی کے درمیان سالانہ تیرہ سو من نمک دینے پر صلح ہو گئی۔

۱۸۸۲ء میں میر عظیم خان نے اپنے والد سردار آزاد خان کے خلاف بغاوت کی اور اس نے میر ساقی کو قتل کر کے اپنے آپ کو ریکیوں کا سردار بنایا اور گلوگر پر قبضہ کر کے قلعہ کی از سر نو تعمیر کی۔ نیز ریکیوں کی انگشت پر کچھ عرصہ بعد ایرانی گورنر ابراہیم خان نے اس قلعہ کو پھر سے تباہ و برباد کر دیا۔ میر عظیم خان کے قتل کے بعد میر کیا ریکیوں کا سربراہ بنا لیکن اس نے بھی سردار خاران کی اطاعت قبول نہیں کی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے رہے۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء میں ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا وہ کچھ عرصہ اس معاہدے کا پاس رکھتے رہے مگر ۱۸۹۵ء میں سردار نوروز خان نے اس معاہدے کی خلاف ورزی شروع کی اور میر کیا خان کی شکایت پر حکومت برطانیہ نے موقع پر بہت تحقیقات کر کے ایک اور معاہدہ مرتب کیا۔ لیکن پانچ سال بعد یعنی ۱۹۰۰ء میں ان کے درمیان کشیدگی پھر سے بڑھ گئی۔ آخر کار ۱۹۰۱ء میں سردار خاران اور میر کیا خان کے درمیان ایک مستقل معاہدہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں ریکی قبیلہ نے سردار خاران کو حسب ذیل ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی:

۱۔ سالانہ زر شاہ	ایک روپیہ	فی خاندان
۲۔ ہامون کے نمک پر	آٹھ آنہ	فی شتر بار
۳۔ چیزوں کی برآمد پر	آٹھ آنے	〃
۴۔ گندم کی برآمد پر	ایک روپیہ چار آنہ	〃
۵۔ گھی 〃 〃	آٹھ روپیہ چار آنہ	۲ انگریزی من
۶۔ اون 〃 〃	۱۰ روپے ۴ آنہ	آٹھ من پر
۷۔ اونٹ کی فروخت پر	۳ روپیہ	فی مہار

ان کے علاوہ مجرموں سے سزا کی رقم اور اس سے برآمد شدہ اشیاء کا نصف بھی سردار اپنے

لے وصول کرتا تھا۔ اور لاوارث لوگوں کی جائداد بھی سردار کو منتقل کی جاتی تھی۔ لیکن میر گوہر اس کے بھائی اور بھتیجے ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔ نیز ماشکیل میں گندم کی در آمد پر کوئی ٹیکس عائد نہیں تھا دوسرے سال دریائے ماشکیل کے دائیں کنارے پر آباد زرعی اراضیات پر پانچواں حصہ مالیہ کے حق میں قبول کیا گیا۔ چونکہ سرحدی قبائل کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ بلکہ ان پر مکمل اعتماد کے لیے سردار نے زاوگ اور کلگ کے مقام پر دو قلعے بھی تعمیر کیے۔ اور ایک سپاہی محمد اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ سردار خاران سے ان کے تعلقات کی نگرانی کرے۔ عام طور پر یہ بھیڑ اور بکریاں پالتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ تجارت پیشہ بھی ہیں۔ رود ماشکیل کی زمینیں ان کی ہیں وہ زرعی اراضیات کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ کھجوروں کی بھی کاشت کرتے ہیں۔

سُہر

یہ طائفہ دریائے بڈو کے کنارے آباد ہے روایت ہے کہ یہ گوواہ رکران سے آئے ہوئے ہیں اور محوجہ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے انہیں یہ زمینیں حاصل ہوئیں۔ یہ طائفہ میں ۳۵ خاندان اور ۱۹۶۱ء میں تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ اس کی حسب ذیل شاخیں ہیں:

۱- نامہ زئی

۲- خوشحال زئی

۳- لشکر زئی

۴- تونڈائی

سردار خاران خوشحال زئی خاندان سے مالیہ وصول نہیں کرتا تھا لیکن باقی تین خاندانوں سے ایک اونٹ کی قیمت کے برابر (۱۹۰۴ء کے مطابق ۱۲۰/ روپے) بطور مالیہ وصول کرتا تھا۔ وہ ان زمینوں پر اس کے علاوہ کوئی اور ٹیکس نہیں دیتے تھے۔ سہر کا سربراہ اپنے تونڈائی خاندان کے ہر شادی شدہ فرد سے پانچ روپے سالانہ ٹیکس وصول کرتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار یہ نہیں بھی لیا جاتا تھا۔ بڈو کی جن اراضیات پر سہر قابض تھے انہیں "سہر وطن" اور "خون رو دگار" بھی کہتے تھے۔ لیکن بعد میں سردار نے یہ زمینیں ان سے واپس لے لیں۔ اور کبدانیوں کو ان کے خون بہا میں دے دیں۔ سہر کاشتکاری کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلے بھی رکھتے ہیں۔

میر واحد بخش اور میر عبدالرحمان اس طائفہ کی مشہور شخصیتیں ہیں۔

بیبرک زئی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں پر مقیم بیبرک زئی قبیلہ کی آبادی چار سو نفوس پر مشتمل ہے جبکہ ۱۹۰۲ء میں انہیں ۱۵ خاندان شمار کیا گیا تھا۔

یہ خاران کا ایک بہت ہی قدیم قبیلہ ہے۔ جو عربوں کے قبضہ کے بعد اس علاقہ میں وارد ہوا۔ رخشانیوں نے ان سے رشتہ داری کی اور علاقہ میں نام پیدا کیا، چنانچہ بیبرک زئی زوال پذیر ہو گئے اور بعض برائے نام ایک قبیلہ کے رہ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی دولت بھی ان کے ہاتھ سے چلی گئی۔

یہ قبیلہ سراپ ندی (موضع گورنگ) میں کاشتکاری کرتا ہے۔ جہاں ان کی اپنی زمینیں ہیں۔ ٹیکس (مالیہ) کے مقرر ہونے پر ان سے سردار خاران سالانہ ایک اونٹ (یا اس وقت کی قیمت ۱۲۰ روپے) بطور ٹیکس وصول کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ان سے کوئی اور ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا تھا۔

بنگزئی اور پنڈرکزئی بھی اس قبیلہ کے ادغامی طائفے ہیں ان کا سربراہ میر اشرف خان ہے۔

مموجہ

مموجہ طائفہ مع اپنے الحاقی طائفوں کے اپنے کو غلزئی (افغان) ظاہر کرتا ہے لیکن یہ درحقیقت بڑگال نسل سے ہیں، جو بلحاظ ضلع قلات کے مموجہ طائفہ سے ناراض ہو کر خاران آئے اسی خاندان کے افراد اپنے کھلے چہرے اور نیلی آنکھوں سے جلد پہچانے جاتے ہیں۔ ابتداء میں یہ طائفہ علاقہ جالوار کی اراضیات پر قابض تھا۔ لیکن بعد میں اس نے اپنی کچھ اراضیات مقامی رخشانیوں اور کچھ نجرانیوں پر بیچ ڈالیں اور ان کے بدلے اونٹ اور کھجور حاصل کی۔

یہ طائفہ جو حسب ذیل شلواروں (شاخوں) پر مشتمل ہے۔ سردار خاران کو دسواں حصہ مالیہ دکھنے کے علاوہ سالانہ ایک اونٹ یا ۱۲۰ روپے نقد ادا کرتا تھا۔

۱۔ بادینی زئی ۱۹۶۱ء میں

۲۔ نماوزئی

۳۔ کردموجہ

۴۔ کلاگانی ۸۰۰

۵۔ غیبی زئی

یہ طائفہ جس کی مجموعی آبادی نفوس پر مشتمل ہے، بڈو ندی اور وادی واشک میں کاشتکاری اور اونٹ اور بھیڑ بکریاں پالنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے اس کا موجودہ سربراہ میر مطالسہ موجہ ہے۔

امیراڑی

تین سو پچاس افراد پر مشتمل یہ طائفہ دریائے بڈو کے قریب کوشان میں کاشتکاری اور مویشی پالتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ خود کو مشہور سید امیر کی اولاد میں سے بتاتے ہیں لیکن عوامی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیراڑی طائفہ نسلاً جدگال ہے اور امیراڑی سادات سے رشتہ داری کے باعث اُن سے ملحق ہوئے ہیں، جبکہ اصل امیراڑی پنجگور نقل مکانی کر چکے ہیں ان کی اراضیات پر اس خاندان کے افراد نے قبضہ کیا جو سردار خاران کو سالانہ دو اونٹ دیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اونٹوں کے عوض زمینی پیداوار کا دسواں حصہ دیا جاتا تھا۔

ان کا موجودہ سرکردہ میر عبدالصمد ہے۔

ہوتکاڑی

روایت ہے کہ زمانۂ قدیم میں علاقۂ قلات کے زہری قبیلہ کا ہوتک نامی ایک شخص قبائلی عداوت کی وجہ سے جھلاوان چھوڑ کر خاران آیا تھا، وہ ایک بہادر اور آزاد منش کنبہ کا سربراہ تھا اس لئے خاران میں آنے کے بعد اس نے سراپ ندی پر واقع اراضیات پر قبضہ کیا اور یہیں رس بس گیا بعد میں اس کی اولاد نے جو ہوتکانی مشہور ہوئی، ٹھمک طائفہ کے ساتھ رشتہ داری کر کے اپنی طاقت کو اور بھی بڑھایا۔ اُنھوں نے یہاں پر ایک قلعہ تعمیر کیا، جو ان کے جد میر جودا خان کے نام کی مناسبت سے "جودا قلات" کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔

یہ طائفہ اپنی شجاعت اور فراست کی وجہ سے سرداران خاران کے دربار میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے اور ان کے بعض افراد حکمران خاندان کی خدمت پر فخر محسوس کرتے تھے۔ نائب ... ل خان، سردار خاران کے انتظامیہ عملہ میں شامل تھا اور بحیثیت نائب (ناظم) اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔

اگرچہ سرداران خاران نے ان پر مالیہ معاف کر دیا تھا، لیکن میر عباس خان سوئم اور میر آزاد خان کے خلاف قبائلی بغاوت میں حصہ لینے کی پاداش میں ۱۸۹۸ء میں اُن سے ساتواں حصہ پیداوار بطور مالیہ وصول کیا جانے لگا۔

یہ طائفہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ستتر نفوس اور ۱۹۶۱ء کے مطابق چار سو افراد پر مشتمل ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل تحتی شاخیں ہیں؛

۱۔ علم بیگ زئی   ۲۔ تمکازئی

۳۔ میران زئی

حاجی میر رحیمداد کے بعد میر عزت بخش، میر خان محمد اور میر نور اللہ ان کی مشہور شخصیتیں ہیں۔ میر عزت بخش اپنی شرافت اور ہر دلعزیزی کی وجہ سے عرصہ دس سال تک بنیادی جمہوریتوں کے تحت اپنے علاقہ کے چیئرمین اور ضلع کونسل کے رکن رہے۔ بلوچستان صوبائی اسمبلی کے گذشتہ الیکشنوں میں بھی امیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ لیکن مسلم لیگ کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے انتخابی تگ و دو چھوڑ دی ... کی بناء پر اسے کامیابی نہ ہو سکی۔

عیلے زئی

علاقہ رخشان کی وادی بے سیمہ میں ایک طائفہ عیلے زئی کے نام سے مشہور ہے جس کی مسب

ہیں

۱۔ بیزن زئی

۲۔ رمضان زئی

۳۔ سیاہو زئی

۴۔ خرینہ زئی

۵۔ شاہی زئی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس طائفہ کی آبادی دو ہزار نفوس پر مشتمل بتائی گئی ہے

نسل کے بارے میں مشر   نے یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ یہ طائفہ چھپڑ دجد گال، معلوم ہوتا ہے

خاندانی تنازعات کے باعث اپنے اصل وطن جہلاوان سے ہجرت کر کے وادی بے سیمہ میں رہائش

نوشیروانی سرداروں نے تحفظ کا وعدہ دے کر ان سے مالیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ خاران کے اس وقت کے سردار میر عباس اور اس طائفہ کے مابین یہ طے ہوا

سردار کو مالیہ ادا کرے گا اور سردار خاران اس کو خان قلات سے پناہ دے گا۔ چنانچہ

اس معاہدے پر قائم و دائم رہے اور یہ طائفہ مالیہ یا "گوش" کے طور پر فی خاندان ہر سال ایک

کے علاوہ اپنی اراضیات کا ساتواں حصہ بھی دیا کرتا تھا، اس کے علاوہ جب سردار کو ان کی

کی ضرورت ہوتی تو وہ بلاچون وچرا اس کی مدد کرتے تھے۔

عام طور پر یہ طائفہ زراعت پیشہ اور بھیڑ بکریاں پالنے والا ہے اور نقل وحمل کے

پالتے ہیں۔ براہوئی زبان بولنے والا یہ طائفہ سنی عقائد رکھتا ہے اور اپنے قریبی ہمسایہ

ہم رشتہ ہے۔

حاجی قادر بخش، میر غلام حسین اور میر   ان کی مشہور شخصیتیں ہیں۔

---

[1] گزیٹیر خاران صـ۱۹۹

مستیان زئی

ستیان زئی طائفہ، سرداران نوشیروانی کے ساتھ گہرے تعلقات کی وجہ سے ایک با اثر طائفہ ہے
ن ہے کہ جب ۱۷۰۴ء میں سردار پُردل خان ایران سے آتے ہوئے راستے میں فوت ہوا تھا۔ تو اسی
ن کے ہم سفر افراد سردار پردل خان کی میت کو عزت و احترام کے ساتھ خاران لائے تھے اس کے
ں خاندان کے ساتھ نوشیروانی خاندان نے رشتہ داریاں بھی کیں، جس کے سبب اس طائفہ کو اور بھی
ن حاصل ہوئی اور وہ اس امر پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ نوشیروانی خاندان کی شادی بیاہ کے مواقع
یں "بیار" جمع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

راب زئی پر واقع اراضیات پر کاشتکاری کرنے والے اس خاندان کی آبادی ۱۹۰۱ء میں دس
ان اور ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق ساڑھے چار سو افراد پر مشتمل ہے

ریجباڑی

طائفہ جو ۱۹۰۱ء میں دس خاندانوں پر مشتمل تھا، سوارین، جانوراٹیک اور حرملگے میں اراضیات
تھا اور حسب ذیل تحتی شاخوں پر مشتمل ہے:

۱۔ سالارزئی یا خرینہ زئی

۲۔ شیخ زئی

۳۔ یاسین زئی

۴۔ حسن زئی

اس خاندان کی آبادی ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق تین سو افراد ہے اور بھیڑ بکریاں پالنے
اور پیش امام کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ مولوی عبدالغفار، مولوی عبدالباقی اور حاجی درمحمد
ان کی مشہور شخصیتیں ہیں۔

توکی یا طوقی

یہ طائفہ خاران کے مشرق میں، سراوان اور مغرب میں بتمام وطکے سکونت پذیر ہے۔ اس جغرافیائی دوری کی
وہ دو علیحدہ حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ سراوان کے طوقی جو سامی زئی کے نام سے مشہور ہیں
قبیلہ قمبرانی کے ساتھ گھل مل گئے ہیں اور ان کی اکثریت قحط سالیوں کے باعث سندھ کی طرف
گئی ہے ..... لکھتا ہے کہ "توکی" نام قلعۂ تُرک سے ماخوذ ہے جس پر ۱۲۹۳ء میں تیمور
پر حملہ کرتے وقت قبضہ کیا تھا۔ لیکن حقیقت میں یہ طائفہ "ناروئی" قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جو
ایران، افغانستان اور چاغی کی سرحدوں پر سکونت پذیر ہیں طوقی انہیں اس وجہ سے کہا جاتا
یہ ابھی تک بلوچی رسم کے مطابق "طوق" (ایک قسم کا زیور جو عورتیں گلے میں ڈالتی ہیں) استعمال کرتی
حراگٹہ کے طوقی اپنی نسل، پنجگور کے تُرکشانی خاندان سے ملانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس خاندان
سیتان زئی اور بجوارزی کے ساتھ رشتہ داری کے سبب بہتر تعلقات قائم کئے ہیں۔
بھیڑ بکریاں پالنے کے علاوہ کاشتکاری کرنے والا یہ طائفہ چار سو افراد پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے

۱۔ سامی زئی ، ۱۰۰ } بمطابق مردم شماری ۱۹۶۱ء جنہیں طوقی اور ناروئی کے نام
۲۔ توکی ، ۳۰۰ } ناموں سے شمار کیا گیا ہے۔

دہلرگ کی سامی زئی شاخ کا سربراہ میر محمد عمر اور حراگٹہ کے ترکی خاندان کا سرکردہ

واشکی

وادیٔ واشک میں بود و باش کی وجہ سے ایک خاندان واشکی کے نام سے مشہور ہے
روایات کے مطابق یہ خاندان ملک دینار کے ساتھ ایران سے واشک آیا تھا اور یہاں ایک
بزرگ شخصیت کی خدمت گذاری کرتے کرتے رس بس گئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اس خاندان کی
کے نام سے مردم شماری کی گئی ہے، جو ۳۳ خاندانوں پر مشتمل تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۶۱ء میں
رودینا کے نام ساڑھے سات سو افراد کی تعداد میں شمار کیا گیا ہے۔

یہ طائفہ جو صرف وادیٔ واشک کی سیاہ آب اراضیات اور کھجوروں کی کاشتکاری کرتا ہے۔ گزشتہ ادوار میں سرداران خاران کو یک وقت دو دو اونٹ یا دو سو چالیس روپے دسواں حصہ اپنے [illegible] اور کھجوروں پر ٹیکس ادا کرنے کے علاوہ سردار خاران کے دورے کے موقع پر پڑتان وزن خارانی گندم بھی دیا کرتا تھا۔

اس طائفہ نے اب ہارونزئی سید اور دیگر طائفوں کے ساتھ رشتہ داریاں کرکے اپنی حیثیت کو بڑھا لیا ہے۔ اس طائفہ کی حسب ذیل شاخیں ہیں:

۱۔ شاہوزئی ۲۔ یحییٰ زئی

۳۔ نجیب زئی ۴۔ شیخ زئی۔

تجارت کے سبب ان کے بعض افراد خطۂ خاران کی نامور شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں، حاجی رسول بخش، حاجی نبی بخش، حاجی قادر بخش اور حاجی عبدالحمید اس طائفہ کے نامور افراد ہیں۔

خاندانِ سادات

ضلع خاران میں سادات کے دو خاندان ہیں ۔ واشک کے سیدوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان ملک دینار کے ساتھ ایران کے فنوج نامی قصبے سے یہاں آئے اور مقامی قبائل سے رشتہ ناطہ کرکے ان میں گھل مل گئے ۔ اس خاندان کے افراد کی تعداد بیس ہے اور ان کا موجودہ سربراہ سید فیض محمد ہے۔

خاران میں مقیم دیگر سادات کی نسل سید احمد شاہ عرف گیسو دراز سے جا کر ملتی ہے۔ روایت ہے کہ سید احمد شاہ کی اولاد سے ایک شخص مسمی سید حسن ترک افغانستان کے گنز نامی دیہات سے نوشکی آیا اور یہاں کے مینگل اور رخشانی قبائل نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ نوشکی کے عوام کی ضرورت کے پیش نظر آب رواں کے لئے دعا کرے ۔ چنانچہ اس کی دعا سے خیصار میں ایک چشمہ پھوٹا اور اس کا پانی علاقہ نوشکی کو سیراب کرنے لگا۔ سید کی کرامت سے متاثر ہو کر یہاں کے لوگوں نے اسے اپنے قبائل میں چار شادیاں دیں، جن سے حسب ذیل فرزند پیدا ہوئے ۔

۱۔ سید حاجی (اس کی اولاد سید حاجی زئی کہلاتی ہے)

۲۔ سید رحمان (؍ ؍ سید رحمان زئی ؍ ؍)

۳۔ سید شاہدو (؍ ؍ سید شاہدو زئی ؍ ؍)

۴۔ سید عیسے (؍ ؍ سید عیسے زئی ؍ ؍)

بعد میں ان کا عیسے زئی گھرانہ خاران آیا اور یہاں کے سرداروں سے قربت حاصل کرکے یہاں کے قبائل کے ساتھ رشتہ ناطہ قائم کیا اور اپنی کرامات اور نیک دعاؤں کی بدولت اس نے یہاں کے لوگوں کے دل موہ لئے ۔ جن کے صلے میں انہیں کافی اراضیات دی گئیں سید یحیٰی اور سید یاسین بہت ہی برگزیدہ شخصیتیں ہو گزری ہیں ۔ عیسے زئی خاندان اور اس کے الحاقی سید خاندانوں کے افراد کی تعداد ۵۴۰ ہے۔

ان کا شجرہ حسب ذیل ہے ۔

شجرۂ سادات

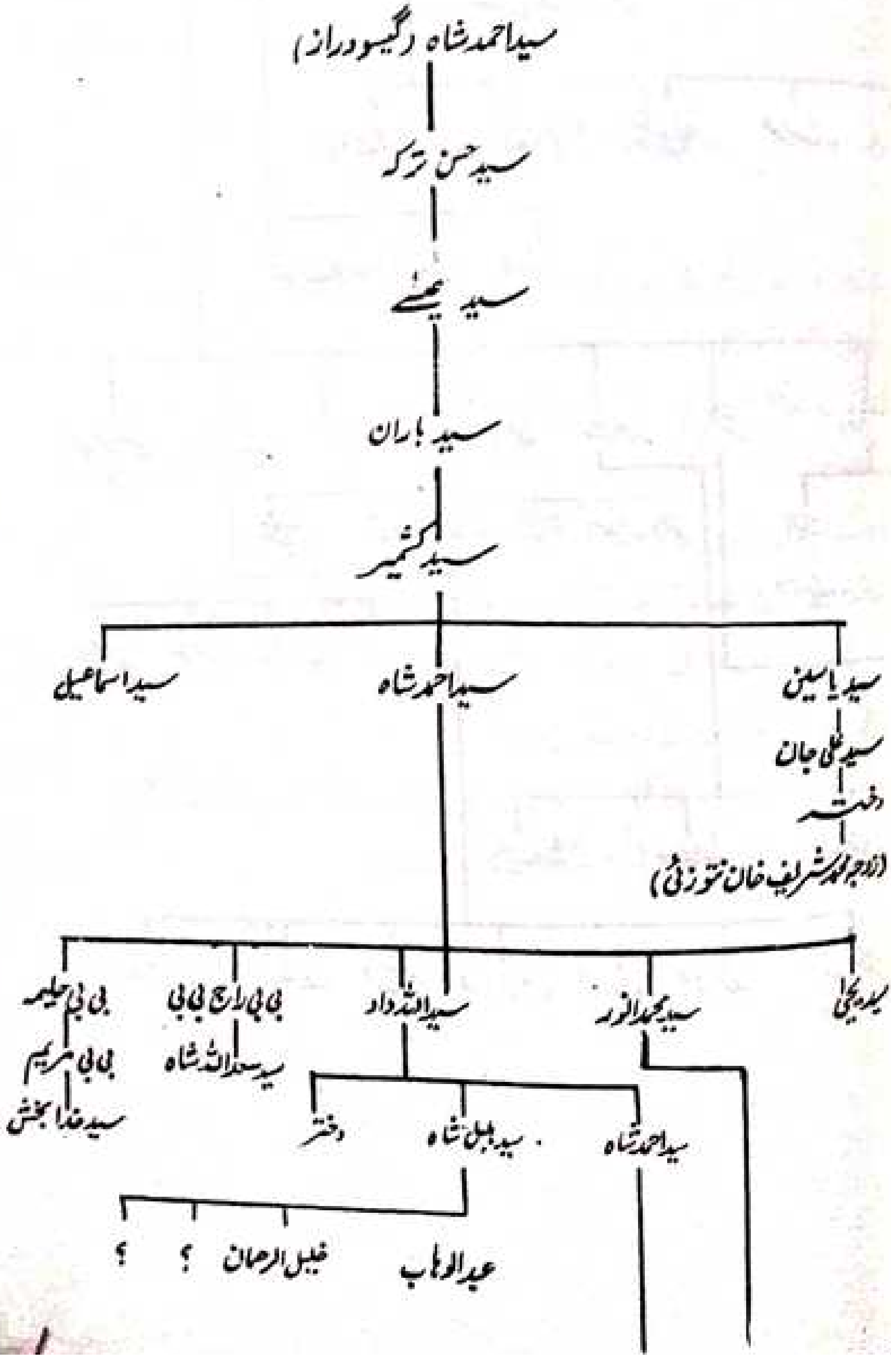

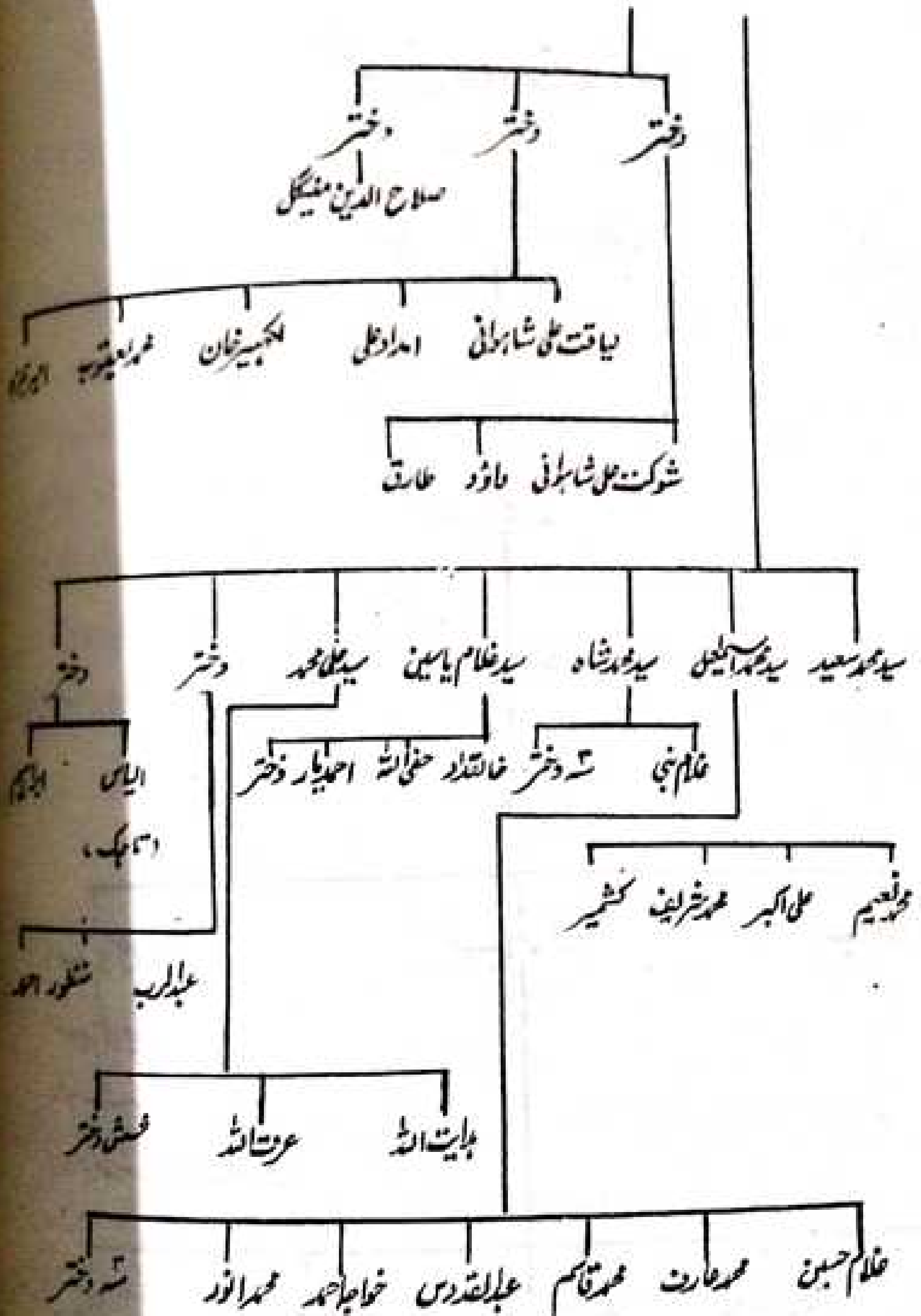
دختر
دختر
دختر
صلاح الدین مینگل
لیاقت علی شاہوانی
امداد علی
لکھبیر خان
شوکت علی شاہوانی
ماؤذ
طارق
سید محمد سعید
سید محمد اسمٰعیل
سید محمد شاہ
سید غلام یاسین
سید علی محمد
دختر
دختر
الیاس
ابراہیم
غلام نبی
سہ دختر
خالقداد
حفیظ اللہ
احمد یار
دختر
محمد نعیم
علی اکبر
محمد شریف
کشمیر
عبدالرب
شکور احمد
ہدایت اللہ
عزت اللہ
شش دختر
غلام حسین
محمد عارف
محمد قاسم
عبدالقدوس
خواجہ احمد
محمد انور
سہ دختر

خاندانِ شٹے

اس خاندان کا شٹے گل محمد ولد شاہ بیگ سکنہ سی (خاران) روایت کرتا ہے کہ ان کا خاندان
...وانے سے پیشتر ڈھاڈر (سبی) میں رہتا تھا اور ان کا جد ایک رسیدہ سید تھا۔ کہتے ہیں کہ جب
...وہاں کے لوگوں نے تکلیف پہنچائی تو سید نے ایک درخت "کہیر" پر چڑھ کر اس کو دوڑا تے
...وہاں سے خاران آیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا طائفہ اسی وجہ سے کہیری کہلاتا ہے جو کہیر
...دوڑانے والے سید کی اولاد ہیں۔

اس طائفہ نے موضع جات تراتی۔ لنگاپ اور شیان میں اراضیات حاصل کی تھیں۔
...لنگاہیوں کے ایک شخص کو قتل کرنے کے جرم میں سردارِ خاران نے اس خاندان کی اراضیات
...لنگاپ کو خون بہا کے عوض لنگاہیوں کو دے دیا۔

یہ خاندان ندی سراپ پر واقع کلی شیان میں رہتا ہے اور ان کا سربراہ حاجی عبدالحمید
...سال میں فوت ہوا اور اب محمد ہاشم شٹے ان کا سرکردہ ہے۔

نقیب

روایت ہے کہ نقیب خاندان اُس وقت کے ایک برگزیدہ شخص ملک دینار کے ساتھ ایران سے واشک آیا تھا اور نوشیروانیوں کی آمد سے قبل یہ خاندان بالکل آزاد اور خود مختار تھا جس نے واشک میں زمینوں پر قبضہ کر کے اس علاقہ میں کاشتکاری کو اپنایا۔ لیکن بعد میں جب ہارونزئی نے واشک پر قبضہ کیا تو نقیب خاندان کو بے دخل کر دیا گیا اب یہ خاندان واشکی اور ہارونزئی کی اراضیات میں کاشتکاری کرتے ہیں جہاں وہ شجرکاری کرتے ہیں۔ کھجوروں میں ان کو حصہ دیا جاتا ہے۔ سرداروں کے ادوار میں وہ سردار کے کیمپ کے لئے ایندھن کی فراہمی اور خیموں کی دیکھ بھال وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ پہلے ادوار میں کوئی بلوچ خاندان ان سے شادی بیاہ نہیں کرتا تھا لیکن اب اس رسم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ ۱۹۶۱ء میں ان کی مجموعی آبادی دو ہزار تھی

یہ خاندان حسب ذیل شاخوں پر مشتمل ہے:

۱۹۰۱ء میں

۱۔ کلوزئی ،	۱۱	خاندان
۲۔ للہ زئی ،	۴	"
۳۔ اختیارزئی ،	۱۱	"
۴۔ میرگندزئی ،	۱۹	"
۵۔ گہرام زئی ،	۱۱	"
۶۔ عیدوزئی ،	۸	"
۷۔ مزارزئی ،	۱۳	"
۸۔ حبتہ زئی ،	۹	"

رختی خاندان کبھی ایک گزیر (اور سیر) کے ماتحت ہوتا تھا، جسے سردار کا کوئی نائب یا دلیل مقرر کرتا تھا۔ لیکن اب یہ ان تمام بندھنوں سے آزاد ہیں اور ان سب کا سربراہ شہران ہے۔ جو مقامی کونسلوں کے نظام کے تحت اپنی یونین کونسل کا ممبر رہا ہے اور اب اپنی تحصیل میں جرگہ ممبر ہے۔

غلام

یہاں پر غلام ان افراد کی اولاد کو کہا جاتا ہے جنہیں اٹھارویں صدی میں میر پردل خان سردار خاران نے شمالی ایران سے بطور یرغمال خاران لا کر غلام بنایا تھا۔ اور ان ہی کی وجہ سے ذبیر دانیوں کو کافی شہرت حاصل ہوئی تھی اس کے علاوہ سردار خاران کو ان غلاموں کی وجہ سے کافی عسکری طاقت میسر ہوئی تھی۔ چنانچہ خان میر خدائیداد خان نے سردار خاران کو کمزور بنانے کے لیئے ان غلاموں اور خاران کے اونٹوں کو ختم کرنے کی ایک مہم چلائی تھی

یہ لوگ جو کبھی گھریلو کام کاج، زراعت اور شتربانی وغیرہ پر مامور تھے اب ہر طرح سے آزاد ہیں۔ غلامی کی رسم مرحوم نواب امیر حبیب اللہ خان نے ختم کر دی تھی۔ ان لوگوں نے سرداروں سے کافی قربت حاصل کی اور اہم عہدوں پر بھی فائز رہے مثلاً ۱۹۵۰ء کا شاغاسی بھی اسی خاندان سے تھا اور اس کے بعد بھی کافی لوگ سردار کے نائب اور داروغہ رہے ہیں۔ ریاستی نظام کے دوران میں یہاں کی بااثر شخصیتوں کے ہر گھر میں غلاموں اور کنیزوں کا ایک جتھہ ہوتا تھا چنانچہ ان کے اثر سے استفادہ کرکے ان لوگوں نے عام بلوچوں میں رشتہ داری کرکے اپنی اہمیت کو کافی حد تک بڑھایا ہے۔ ان میں سے بعض خاندان محنت مزدوری کے لئے کراچی ہجرت کر گئے ہیں۔ اور جو یہاں ہیں وہ بھی برسر روزگار ہیں ان میں بعض سرکاری ملازمتوں میں کھپ گئے ہیں، کچھ تجارت کرتے ہیں اور باقی زراعت پیشہ ہیں

اس خاندان کی حسب ذیل شاخیں ہیں

	سنہ ۱۹۶۱ء میں
۱- لانگو	۳۰۰
۲- سوڈوزئی	۹۸۰
۳- رئیس	
۴- رجب زئی	

سرمستاڑی

لوہاری کے کام کرنے والوں کو لوڑی کہا جاتا ہے لیکن یہ اپنے آپ کو سرمستاڑی کہتے
جبکہ آلات کشاورزی تیار کرنے کے سبب انہیں "اُستا" بھی کہا جاتا ہے ؛ یہاں ان کے
مشہور خاندان بود و باش رکھتے ہیں۔

	۱۹۰۱ء میں		۱۹۶۱ء میں
۱۔ چندن زئی	۲۲	خاندان	۲۵۵ نفر
۲۔ خاکی زئی	۱۰	〃	۱۱۷
۳۔ ٹل بُر	۸	〃	۱۵۹
۴۔ گورگ زئی	۷	〃	۹۰
۵۔ دلوش زئی	۵	〃	۷۹
	۵۲	خاندان	۷۰۰

ان میں ہر گھرانے کی سربراہی اس خاندان کا سفید ریش کرتا ہے۔ چندن زئی
روایتی موسیقار ہیں، جو یہاں کی با اثر شخصیتوں کی تعریف میں قصیدے کہتے ہیں۔
کے دوران میں اس خاندان کا سربراہ سردار سے سالانہ ایک اونٹ اور ایک پگڑی
خاران کے متواتر قحط اور خشک سالیوں کے باعث یہاں کے بعض سرمستاڑی
معاش کے لیے سندھ اور دیگر علاقوں میں چلے جاتے ہیں لیکن سال میں ایک مرتبہ
آتے ہیں۔

سرگزئی

سرگزئی کے نام سے ایک خاندان راس کوہ کی وادیٔ کلشنان میں سکونت پذیر ہے۔ اس خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ان کے آباؤ اجداد تُرکی کے قدیم طائفوں خصوصاً ماندائی کے ساتھ لڑنے اور سردار گشتے کے قتل ہونے کی وجہ سے اپنے اصل قبیلہ جمالدینی سے جدا ہو کر خاران میں آنے پر مجبور ہوئے تھے۔ سردار سنجر نامی ایک شخص ان کی لوک کہانیوں میں بہت مشہور ہے؛ چنانچہ اس کے متعلق یہ بلوچی شعر اس خاندان کے ہر فرد کی زبان پر ہے

سردار سنجرءَ دوست دارئے
سنگ ءِ سنگرے دیم ءَ دارئے
گِشکی چادر و سیاہ شلوار
پیشانی ہتہا بنت گار
ریشانش پتراش جندانش بیار
سکیءَ تراہبے پکار

ترجمہ: سردار سنجر سے دوستی رکھو، وہ اس قدر شجاع ہے کہ پتھر کا مورچہ ہی اس کے حملہ روک سکتا ہے۔ منقش چادر اور کالی شلوار والے دشمن جھاڑیوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔ ان کی داڑھیاں مونڈ کر انہیں لے آؤ۔ سنجر انہیں آڑے وقت میں کام دے گا۔

یہ خاندان زیادہ تر زراعت پیشہ ہے اور یہ لوگ گہرام لوپ۔ کلشنان اور دہنار میں اراضیات کے مالک ہیں۔ حاجی عبدالقادر اور میر محمد اعظم ان کی نامور شخصیتیں ہیں۔

شجرہ سرگلزئی

جمال
حسن
کرم
شخے
علم خان
جنگیان
سیلار
شرت
سرگل
سنجر

- ساقا (۱)
  - حلیم خان
    - ملا ولدار
    - حمزہ
    - شیر محمد
    - نادر خان
    - زرخاتون
    - گنج ملک
  - باجن
  - کرم بیگ
- سماعیل (۲)

- حاجی عبدالقادر
- میر محمد اعظم
  - شکراللہ
  - خان محمد
  - ملا شیرین

اسماعیل

(٢)

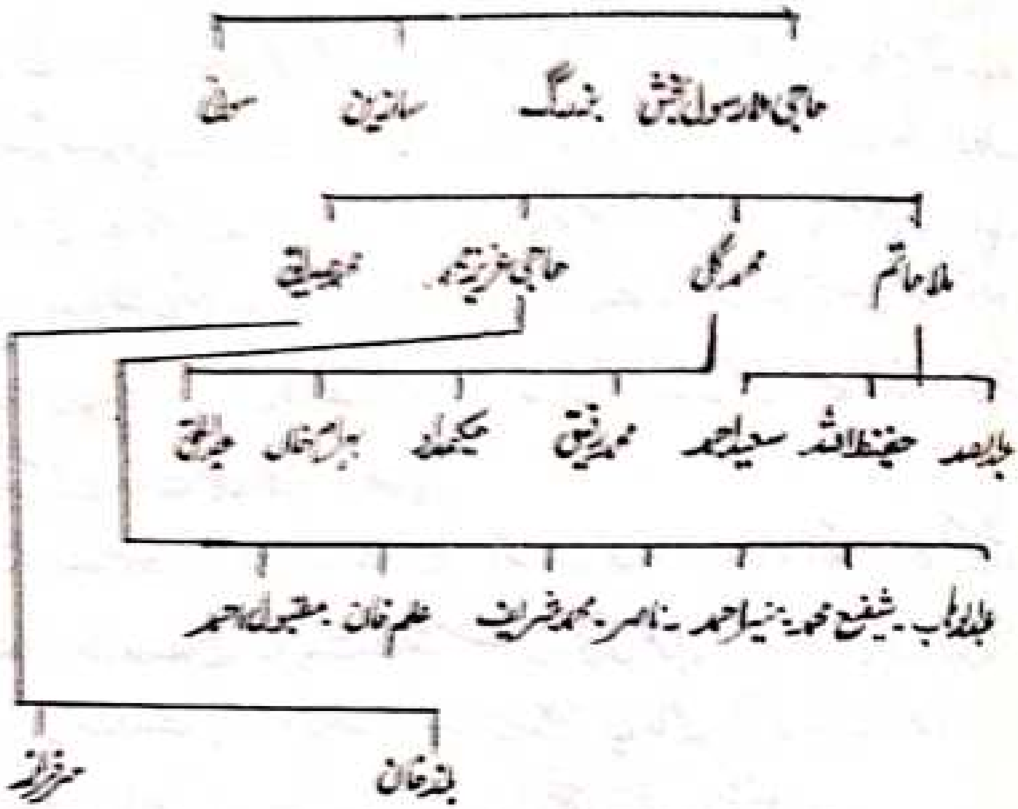
حاجی محمد رسول بخش
بزنگ
سانزین
سخی
ملا حاتم
محمد گل
حاجی عزیز
محمد صدیق
عبدالصمد
حفیظ اللہ
سعید احمد
محمد رفیق
حکیم اللہ
عبدالرحمان
عبدالحق
عبدالوہاب
شفیع محمد
ضیاء احمد
ناصر
محمد شریف
عمر خان
مقبول احمد
بلند خان
سرفراز

حاجی زئی

یہ طائفہ وادی رخشان میں مقیم ہے اور ان کے کہن سال افراد کی روایت ہے کہ یہ طائفہ نسلاً سیاہ پاد ہے۔ ان میں سے بعض خاندان جو زنگی ہجرت کر گئے تھے وہ اب زنگی میں "باوینی" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس طائفہ نے جو ایک جنگجو افراد پر مشتمل ہے اپنے اثر و رسوخ سے والیان قلات کے ساتھ رسم و راہ پیدا کر کے رخشان کے بعض حصوں کو بطور جاگیر حاصل کیا۔ اسی طرح اس طائفہ نے سرداران خاران کے ساتھ بھی اچھے تعلقات قائم رکھے اور ہر آڑے وقت میں ان کا ساتھ دیا۔

رخشان کے علاوہ یہ طائفہ خاران کے موضع "جرکو" میں بھی اراضیات کا مالک ہے۔ بعض رشتہ داری کے باعث اس طائفہ نے اپنی اراضیات طائفہ حسین زئی کی تحویل میں دے دی ہیں اور حسین زئی ان زمینوں کی پیداوار سے ایک مقررہ حصہ اور سالانہ چند بھیڑیں حاجی زئی کو دیا کرتا ہے۔

یہ طائفہ جو بلوچی زبان بولتا ہے، حسب ذیل تحتی شاخوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ مکو زئی
۲۔ حسین زئی
۳۔ بہادر زئی
۴۔ عمرا زئی
۵۔ بجر زئی
۶۔ احمد زئی
۷۔ خوشحال زئی

میر علی محمد، میر محمد حنیف اور میر محمد یعقوب ان کی مشہور شخصیتیں ہیں۔ ان کا شجرہ درج ہے۔

	ہوتی
جیند	
	حمل
بادینی	
	رحمت
میرین	
	حیات
ملنگ	
	سید
ڈغاری	
	رندک
ریحان	
	سندو
جمال	
	رزق
لعجب	
	حاجی
ملا	
	شکو
حیدی	
	شکو
علی	
	شکل
بہادر	

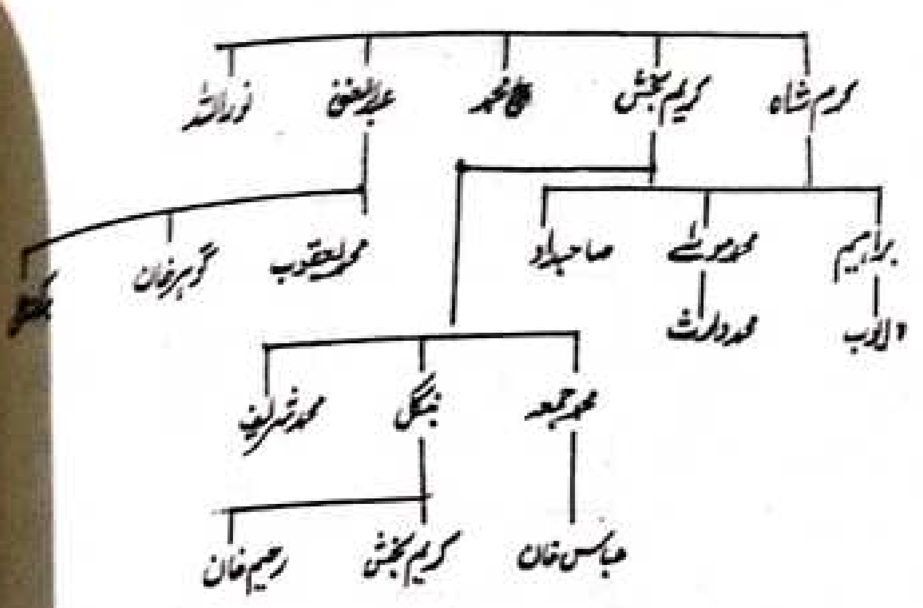
کرم شاہ
کریم بخش
ابراہیم
صاحبداد
محمد یعقوب
محمد وارث
محمد جمعہ
بنگل
محمد شریف
عباس خان
کریم بخش
رحیم خان

متفرق طائفے

مندرجہ بالا طائفوں کے علاوہ ذیل کے قبائل/طائفوں کے بعض خاندان بھی خطۂ خاران میں سکونت پذیر ہیں۔

نام قبیلہ/طائفہ	مختصر کوائف	نام سربراہ
شاہوانی	قبیلہ شاہوانی کے دو طائفے قبائلی تنازعات کی بنا پر اپنی اصل جائے سکونت ضلع قلات کو چھوڑ کر یہاں آ کر بس گئے ہیں ایک طائفہ جو رمضان زئی سے متعلق ہے، خاران کے شاہوانی نامی موضع میں مقیم اور زراعت کے علاوہ مال مویشی پالنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ دوسرا طائفہ وادی رخشاں میں بود و باش رکھتا ہے۔ ان کی مجموعی آبادی ہے میر عبدالقادر شاہوانی عرف گاندھی انکی ایک مشہور شخصیت ہو گزری ہے	۱۔ میر رسول بخش شاہوانی (خاران) ۲۔ میر خدا بخش شاہوانی (رخشاں)
غلزئی	خاران کے بڈو دریا کے کنارے پر مزارعوں کی ایک آبادی غلزئی کہلاتی ہے۔ مصدقہ روایت ہے کہ سردار میر نوروز خان کے دور میں شوراوک (افغانستان) سے یہ خاندان بھنگ جمع کرنے اور محنت	۱۔ ملک نیاز محمد غلزئی ۲۔ ملک محمد غلزئی

مزدوری کرنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ چند سال کی آمد و رفت کے بعد اس خاندان نے خاران کے عوام میں رشتہ داریاں کیں اور ان کے سربراہ مسمی نیاز محمد نے جالق (ایران) سے شادی کی بعد میں انہوں نے سردار خاران کے نیٹو اسسٹنٹ، خان صاحب اشرف خان اور اس کے بعد حاجی شکر خان، نیٹو اسسٹنٹ کی ملازمت اختیار کی ہے چنانچہ اس طرح انہیں ریاست کے آفیسروں کی قربت کی وجہ سے سردار خاران کے ساتھ ربط و رسم پیدا کرنے کا موقع ملا۔ جس کے نتیجے میں نواب امیر حبیب اللہ خان نوشیروانی نے یہ کر فتح محمد غلزئی کو اپنا شاغاسی مقرر کیا۔ بلکہ اس کی بہن سے شادی بھی کر لی اور اس کے بھائی نواب خان اور مولوی غلام رسول کو نائب مقرر کیا۔ جب نواب صاحب کی یہ بیوی فوت ہوئی تو اس نے دوسری شادی شاغاسی صاحب

بڑیسپج خاندان پر مشتمل ایک طائفہ رودخانہ (افغانستان) سے سردار آزاد خان کے وقت خاران آیا تھا۔ اور سردار کی خدمت گزاری کے باعث انہیں گزر اوقات کے لیے زرعی اراضیات دی گئی تھیں۔ وہ "ہرد" کے موضع میں سکونت پذیر ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔

ٹھیکیدار محمد حسن

سالاانی سالاانی چونکہ اقلیت میں ہے، اس لئے قمبرانی قبیلہ کے ساتھ مدغم ہے۔

پرکانی

میگل مینگل اور ساسس کا ایک طائفہ نوتازئی اقلیت کی وجہ سے دوسرے قبائل میں مدغم ہیں:

۱۔ ملک محمد دین مینگل
۲۔ میر محمد مراد نوتازئی

کی دختر سے کی اور اس طرح یہ نواب صاحب سے قریب تر ہوگئے۔
اس کی مجموعی آبادی　　　　افراد پر مشتمل ہے۔

ملنگ زئی

- منده
  - ہوتی
    - ملنگ
      - جان شہ
        - محمد
          - ہارون
            - براہیم
              - جہان شہ
                - دین محمد
                  - شکر
                    - نور محمد
                      - غلام رسول
                        - نور محمد
                - داؤد
                  - رحیمداد
                    - جمعہ خان
                      - ملا عبیدو
                        - لعل بخش
                - شکر

ہندو خاندان

خاران میں ہندو خاندان کی آمد اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب سردار میر آزاد خان نے ۱۸۸۳ء میں ان کو خاران سے گھی، اون اور اجناس کی برآمد، نیز کپڑے وغیرہ اور دیگر اشیائے صرف کی درآمد کی سرکاری طور پر اجازت دے دی تھی۔ پہلے پہل نوشکی کے سرمایہ دار ہندو خاران کے مسلمانوں میں سے کسی کو اپنا ایجنٹ مقرر کر کے خود واپس چلے جاتے تھے اور یہاں ان کے مسلمان ایجنٹ اون، گھی اور گندم خرید کرتے اور ان کی درآمد کردہ اشیاء فروخت کرتے تھے جب سردار میر آزاد خان نے خاران کے مقام پر ایک قلعہ تعمیر کر کے اس کے نزدیک تقریباً سو گھروں پر مشتمل ایک قصبہ بسایا تو ان ہی ہندو تاجروں نے آکر آبادی میں باقاعدہ دوکانیں کر لیں اور رفتہ رفتہ ریاست کے صدر مقام پر چالیس دوکانات پر مشتمل ایک بازار کے مالک بن گئے اگرچہ بعض دوکانات ان تاجروں کے مسلمان ایجنٹوں کے تصرف میں تھیں؛ لیکن پھر بھی خاران کی تمام تجارت شامن داس، بلوچ ملج، موہن داس، چانڈو مل اور چوہدری ہرداس مل جیسے ساہوکاروں کے ذریعے چلتی تھی۔

اگرچہ سردار آزاد خان نے اپنے دور اقتدار میں خاران کے تمام قبائل پر کوئی نہ کوئی ٹیکس عاید کر رکھا تھا، لیکن ہندو تاجروں کی تابعداری، فرمانبرداری اور دیانتداری کے پیش نظر ان کو ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا، بلکہ سردار میر نوروز خان نے ان کی حساب دانی سے متاثر ہو کر ان کے سرکردہ سیٹھ شامن داس کو اپنا محاسب (کاروار) بنایا اسی طرح نواب محمد یعقوب خان نے سیٹھ مکھو رام داس کو کاروار مقرر کیا اور بوقت ضرورت اس سے ریاست کے انتظامی امور کے متعلق صلاح مشورے بھی کرتا تھا۔ علاوہ ازیں نواب امیر حبیب اللہ خان نوشیروانی نے سیٹھ کا چو مل کو اپنا ٹیکس کلکٹر (رنگ گیر) مقرر کیا۔ یہ وہی سیٹھ کا چو مل ہے جس نے بعد میں اسلام قبول کیا اور جس کا اسلامی نام شیخ فتح محمد رکھا گیا۔ شیخ فتح محمد نے

ہوتکانی قبیلہ میں شادی کی اور اب اس کے رشتے کے مہمان ماسٹر جمال الدین خان، ماسٹر ملا لاتی اور لشکر خان بقید حیات ہیں اور بلوچ کہلاتے ہیں۔

ہندو تاجروں کا یہ خاندان یہاں کے باشندوں کا مکمل اعتماد حاصل کرنے کے لئے بلوچی معاشرہ میں مہذب ہونے کی بھرپور کوشش کرتا رہا ہے چنانچہ وہ یہاں کے لوگوں کی ہر رسم اور تہوار میں برابر شریک نظر آتا ہے اور اب تک وہ نہ صرف بلوچوں کو ان کی شادی بیاہ کے موقعوں پر ایک عام بلوچ کی مانند "بجار" دیتے ہیں، بلکہ وہ ان کے ساتھ دعوتوں میں شامل ہونے اور اکٹھا کھانا کھانے میں کوئی مذہبی عار نہیں سمجھتے۔ وہ مسلمانوں کے معاشرے سے اتنے متاثر ہیں کہ جب بھی کسی ہندو اور مسلمان کے درمیان کوئی تنازعہ ہو تو وہ اس مقدمہ کا تصفیہ کرانے کے لئے شریعت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، کیونکہ انہیں پختہ یقین ہے کہ شریعت کے تحت ان کے ساتھ ہرگز کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی۔

بزم کے علاوہ رزم میں بھی یہ بلوچوں کے شانہ بشانہ ساتھ دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ جب نوشکی کے مینگلوں نے خاران کے رخشانیوں پر حملہ کیا تو یہاں کے ہندوؤں کے سرکردہ سیٹھ چانڈومل نے بھی خارانی لشکر کا ساتھ دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ لڑائی کے وقت اس نے اپنی چپلیوں میں کچھ سونا بھی چھپا رکھا تھا تاکہ اگر وہ جنگ میں مارا جائے تو اس کی تلاشی کے وقت یہ سونا اس کی شہرت کا سبب بنے اور اس کا نام تاریخ میں زندہ رہے۔ اس لڑائی میں خارانی قبائل کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور چانڈومل وطن کے ناموس پر مرنے سے بچ گیا۔ چنانچہ نواب خاران نے چانڈومل کو اس کی اولوالعزمی، جرأت اور شجاعت کے پیش نظر خاران میں ایک وسیع قطعہ اراضی بطور انعام مرحمت کیا۔ لیکن بعد میں سیٹھ مذکور نے اپنی افلاس کے سبب یہ اراضی مقامی زمینداروں کو بخش دی اور اب تک یہ اراضی "چانڈوہ چانڈ" کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ یہاں کے ہندوؤں کے آباؤ اجداد نے نوشکی کے قدیم رخشانی نوابوں کو بھی عسکری امداد دی ہے۔ جس کے صلے میں انہیں نوشکی میں بھی اراضیات دی گئی ہیں۔ ہندوؤں کی وہاں کی اراضیات میں سے "ٹوپی داس و ناوڈ"، "مزار وال" اور "ہیرن و ناوڈ" اب بھی انہی کے ناموں سے مشہور ہیں ان اراضیات میں سے اکثر پر یہ خاندان قابض ہیں اور ان زمینوں کے علاوہ انہوں نے مقامی زمینداروں سے اور بھی اراضیات لے کر بطور مزارع

ان میں کاریزیں احداث کی ہیں یا ٹیوب ویل نصب کرکے کاشت کرتے ہیں۔

۱۹۰۱ء تک ہندو تاجروں کی تعداد چھ خاندان (۳۰ نفوس) تک پہنچ گئی تھی اور یہ وہ لوگ تھے جو نوشکی کے ہندو تاجروں کے ایجنٹ کی حیثیت سے یہاں کے لوگوں کو اشیائے صرف بطور قرض (مال کے بدلے مال) دیتے اور فصل کے موقع پر ان سے ان قرضوں کے بدلے گھی، اون اور اجناس وصول کرتے تھے۔ ۱۹۶۱ء میں ان کی تعداد ۱۰۲ شمار کی گئی تھی جبکہ آج کل خاران میں ان کی تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) نفوس اور حسب ذیل خاندانوں پر مشتمل ہے۔

	نام خاندان	تعداد افراد	تاریخ آمد	موجودہ سربراہ
۱-	ٹھاریہ	۳۲	۱۸۹۳ء	چوہدری دھمنداس
۲-	راجپوت (چوہان)	۳۰	۱۸۷۵ء	سیٹھ تاراچند
۳	منگیجری	۱۸	۱۹۵۰ء	راول داس
۴	چگ (شوراوکی)	۴	//	جیسارام
۵	کارڑا	۵	//	نرنجن داس
۶	کچھی وال	۷۱	۱۹۳۵ء سے وقتاً فوقتاً مختلف گھرانوں کی صورت میں آئے	کالا مل

مندرجہ بالا خاندان مذہبی اعتبار سے سناتنی آریہ کہلاتے ہیں اور سرائیکی کو اپنی مادری زبان کہتے ہیں، جبکہ یہ اردو، بلوچی، براہوئی اور پشتو بھی سمجھ اور بول سکتے ہیں۔ ویسے یہ لوگ سب کے سب لکھے پڑھے ہیں اور ان کی خواتین ہندی اور گورمکھی کے علاوہ سکولوں میں اردو اور انگریزی بھی پڑھتی ہیں۔

روایت ہے کہ یہ ہندو ڈیرہ غازی خان سے قلات، نوشکی اور پھر خاران آئے ہیں اب یہ اس ضلع میں یہاں کے مقامی باشندے شمار ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ نہ صرف یہاں کی تجارت اور سرکاری ٹھیکوں پر قابض ہیں، بلکہ وہ سرکاری ملازمتوں کے علاوہ ملکی سیاست میں بھی حتی المقدور عمل دخل رکھتے ہیں۔ اس خاندان کا لالہ پورن چند عرصہ دراز تک ڈسٹرکٹ کونسل خاران کا رشتہ دار رہا ہے، لالہ مول چند سرکاری خزانہ کے خزانچی کی آسامی پر متعین ہیں۔

...کے افراد نے بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں سرگرمی سے حصہ لیا اور دونوں مرتبہ چوہدری ...داس اور اس کے لڑکے وشن داس بی ڈی ممبر منتخب ہوتے رہے۔ اسی طرح ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں یہاں کے ہندوؤں نے نیشنل عوامی پارٹی کی بھرپور حمایت اور امداد کی

ان لوگوں کی علیحدہ ایک پنچایت ہے جو ان کے باہمی تنازعات کا فیصلہ خانگی طور پر کرتی ...چونکہ یہ خاندان دیگر خاندانوں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی پنچایت کا سرپنچ بھی معزز خاندان سے ہے اور یہ لوگ اپنے سرپنچ چوہدری وشنداس کی کافی عزت اور احترام کرتے ہیں اور اسے اپنا بزرگ سمجھتے ہیں۔

شجرۂ کناریہ خاندان

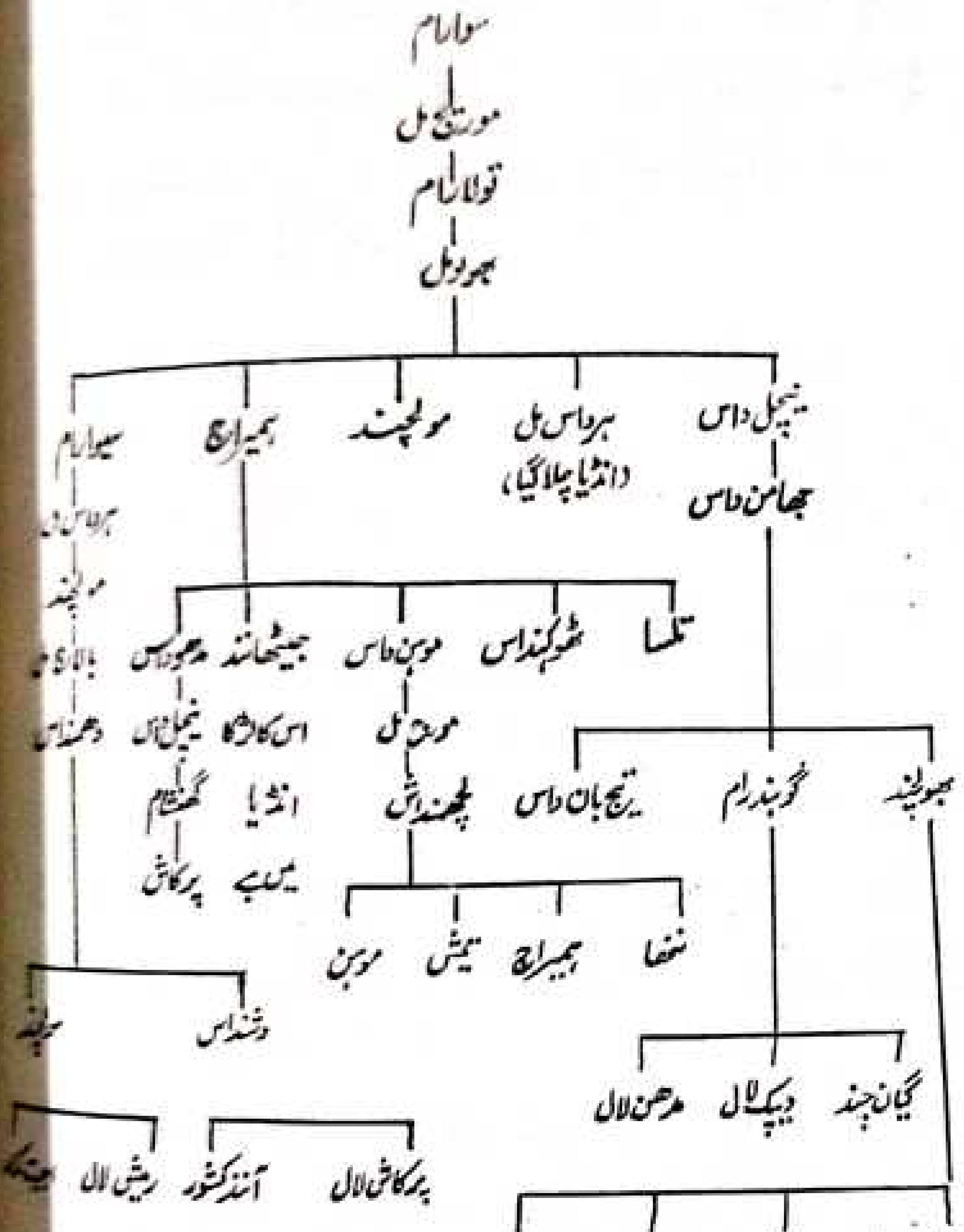

راجپوت خاندان

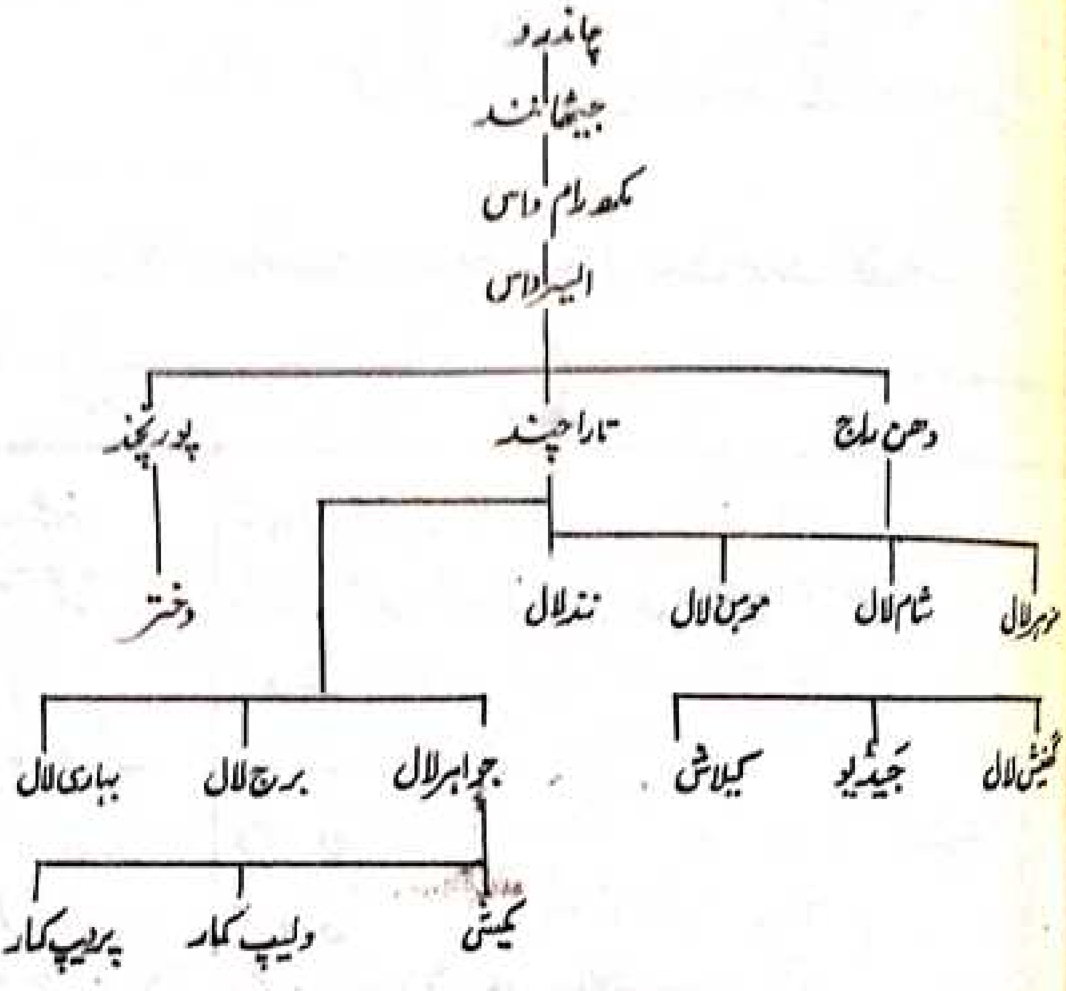

وادئ رخشان کے طائفے

وادئ رخشان کے مختلف مقامات پر حسب ذیل طائفے سکونت رکھتے ہیں۔

علاقہ	طائفے
راغئے	شاہوانی محمد حسنی ۔ کلوزئی
رِشنگر	چاکرانی (زگری)، شاہوزئی، حاجی زئی، تنگاپی ۔ محمد حسنی
کپتر	شاہی زئی (محمد حسنی)
بجار، رُوپُرگ	بجار زئی ۔ (حاجی زئی)
حسین زئی	حاجی زئی
گورگی	شاہوزئی
گرامی	سوپک ۔ حاجی زئی ۔ شاہوزئی
ناگ	نقیب ۔ غلام ۔ نوشیروانی ۔ سوپک
لوپ	سوپک
جت	نصروئی
دم بُن، سبز آپ	زیر کارٹی (محمد حسنی)
دگ	سمالانی

چاکرانی مذہبی لحاظ سے ذگری ہیں اور شاہوانی، تنگاپی، چاکرانی اور نصروئی ایلات کی (رخشانی) اور باقی تمام طائفے براہوئی (کُردی) زبان بولتے ہیں۔

ایرانی بلوچستان کے بلوچ قبائل

خاران کے قبائل کی سرحد پار کے ایرانی قبائل کے ساتھ بھی رشتہ داریاں اور سماجی تعلقات ہیں۔ اپنا ہمسایگی کی مناسبت سے ان کی ایک مختصر تفصیل ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

علاقہ	قبائل	سرکردہ
زاہدان	خروٹ۔ سالاری۔ یاگ زئی۔ ریکی۔ شہ بخش (سمالزئی) ملکی۔ توزئی۔ شہنوازی۔ نارکی۔ نوشیزئی۔ سرابندی۔ ملازئی۔ محمدانی۔ شیرزئی۔ حسن زئی۔	سردار میر دوشتہ خان ریگی
سراوان	صاحب زادہ۔ بارک زئی۔ ریگی۔ محمد حسنی	محراب خان بارکزئی
خواش	کرد۔ بولک زئی۔ شہبازی۔ خروٹ۔ یاگ زئی۔ ریکی جنگی زئی۔ براہوئی۔ حسنی۔ شوہلی بُر۔ کھلکی	سردار ہوشنگ ریگی
سیستان	کجرانی۔ سرابندی۔ توتازئی۔ طوق۔ کہرانی۔ باران زئی۔ ناروئی۔ براہوئی۔ یاگ زئی۔	سردار حبیب اللہ خان نوشیروانی
بم	بزرگ زادہ۔ سپاہی۔ ملازئی۔ پانزبُر۔ نقیب۔ نعمت اللہی۔ حسین بُر۔ رئیس۔ کشانی۔ تل کوہی۔ سالاری حسین بر	حاجی تاج محمد بخش حسین بر
چاہ بہار	میر۔ سردار زئی۔ گورگیج	سردار میر مہدی خان سردار زئی
سرباز	سنگاری۔ ریکی۔ داستی۔ ہوت۔ مبارکی۔ سردار زئی	حاجی کریم بخش سعیدی
بیرجند	براہوئی۔ توتازئی	
ایرانشہر	باران زئی۔ ریکی	سردار علم خان بارکزئی
امیر نشان قوتاج	بارکزئی۔ ریکی۔ داستی۔ محمد حسنی	مرزا خان ولد حاجی عبدالرحیم خان

زابل	میران زئی۔ گلزاری۔ سرابندی	سردار حبیب اللہ خان نوشیروانی
تنوج	شیرانی	چراغ خان شیرانی
میناب		دوست محمد طاہر زئی
شمس آباد		
نصرت آباد	ناروئی۔ یاگی زئی۔ ریکی۔ بالہ زئی	
کرمان	ناروئی۔ ریکی۔ کرد۔ محمد حسنی	
دشتیاری	کہدا شہزادہ سردار زئی۔ جدگال۔ ہوت۔ لاشاری	سردار میر سعیدی خان سردار زئی
ورک	شہبازی۔ عومرا۔ تکلی۔ نعمت اللّٰہی۔ ولادری۔ ملک زادہ	
بم پشت	دہا زئی	
بمپور	بالہ زئی، شہروئی۔ بامری۔ باران زئی۔ شہروئی	سردار علم خان بارکزئی
باہو	لوطی۔ سردار زئی۔ جتوئی۔ بلیدی۔ گوریگیج	
قصر قند	بلیدی۔ کورائی۔ شیرانی	میر شیر دل خان بلیدی
شستون	ولادری۔ ریکی۔ بامری	میر امیر خان باران زئی
سب سوران	نوشیروانی، محمد حسنی۔ ناروئی۔ ریکی	میر مراد خان محمد شاہ [illegible]
دسگان	مری۔ ہوت۔ کشانی۔ جتوئی	سردار خان مری
بہ کو ریاکوان	بارکزئی۔ شہروئی۔ مبارکی۔ توکل زئی	یار محمد ولد موسےٰ [illegible]
چامپ ہواران	دہواری۔ مبارکی۔ سپاہی۔ یاگی زئی	سردار اسلم خان مبارکی
کوہون باتوابع	براہوئی۔ کیانی۔ سالانی۔ میر مراد زئی	شیر خان [illegible]
گہ رنگ شہر	خروٹ۔ شیر بخش۔ جدگال، سرابندی۔ سپاہی	میر جہانگیر خان
گس باتوابع	ریکی۔ کرد۔ محمد حسنی۔ شہبازی۔ بامری	ملک محمد اعظم خان [illegible]
مدگ و لاشار	لاشاری۔ بہ۔ زمانی۔ یاگی زئی۔ میدہ۔ نوتیزئی	محمد خان ولد میر [illegible]
کشکوری باتوابع	شیرانی۔ ملک زادہ۔ درزادہ۔ رئیس۔ نقیب	حاجی نور محمد رئیس
امتر و جونت	محمد حسنی۔ ریکی۔ میر بلوزئی	میر محمود خان [illegible]
محمد آباد	دہانی۔ آس پیچی۔ شیرانی۔ ہوت	محمد علی خان شیرانی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے تحت

خاران کے مختلف قبائل کی آبادی

نمبر شمار	نام قبیلہ	طائفے یا تحتی شاخیں	سکونت
۱	زشیروانی	شاہوزئی ۔ شہدادزئی	خاران
۲	ہالازئی	شہرسان زئی، کریمدادزئی، میرروست زئی، صاحبدادزئی، بجارزئی، محمدزئی	گوہری ۔ واشک
۳	و قمبرانی ۶۰۰	مری خان زئی، برج علیزئی، ملاحسن زئی، سالےزئی، تھکی، رجنال، کوہی زئی، سالانی، ندام زئی، ہندزئی، بالان زئی، منگل، برہان زئی۔	سراوان
۴	سیاہ پاد	ایرپانی، یلان زئی، اوسی، بنگوری، شکرزئی، حسین زئی، داروزئی، مزارزئی، حیدرزئی، مسکان زئی	گواش ۔ کلگ
۵	کبدانی	سماکزئی، عیسےزئی، سیاہوزئی، ریکی زئی، دولات زئی، بیفازئی، شاہوزئی	بدور شمشان زئی،
۶	محمد حسنی ۹۵۰	سیاہوزئی ۔ درک زئی، کیازئی، یاگی زئی، کہیرانی، مردان شہی، زنگیازئی، شیخ حسینی، زیرکاشی، عیدوزئی، سندانی، سیاہی زئی، شاہوزئی، کرک، ہمی، شیروزئی	شمشان ۔ پنجاک رخشان ۔ گواش
۷	ہارونی	ہانی خان زئی، یک سوار ۔ مردان شہی ۔ بادم زئی، جیم تکی، آدم زئی ۔ مزارزئی، حیام زئی، رنگ ۔ مرادزئی، وزیرزئی	سرخاران
۸	بیگی ۳۰۰۰	محمدزئی، نصرزئی، تنگاپ ۔ بنگرزئی ۔ معنازئی براہیم زئی کرگ ۔ موریشی، بایان زئی، گنگوزئی ۔ مرادزئی ،	

		ساموئی شے ۔ غلام	
۹	شب	خان زئی ۔ خوشحال زئی ۔ لشکر زئی ۔ ورشگی	شرشناد
۱۰	پیرک زئی ۲۰۰	جلگزئی ۔ پٹھوک زئی داد خانی طاقتے ۲۰۰	
۱۱	موجہ ۲۱۵	بادینی زئی ۔ نمادر زئی ۔ کرد موجہ ۔ گلاگئی ۔ قیصر زئی	
۱۲	پیٹے زئی ۲۰۰	بیزن زئی ۔ رمضان زئی سیاہ بور زئی خریبہ زئی شیخی شاہی زئی	
۱۳	سیاپسوئی	شکری زئی ، بہلول ، اللہ داد زئی ، سوکیپ ، زیان دینی مبارک زئی	سراوان ۔ مرگہ
۱۴	شے		سراوان
۱۵	امیرزئی		واشک
۱۶	بونگاشی	بیگ زئی ۔ مگا زئی ۔ میران زئی	جوداقلات
۱۷	مستیان زئی		سرخاران
۱۸	بیکوباشی	سالار زئی یا خریبہ زئی ، فتح زئی یاسین زئی ، حسن زئی ۔	خسرالگے
۱۹	توکی	سامع زئی ۔ توکی ۔	ترمالگے
۲۰	واشکی	شاہو زئی ۔ مجل زئی ، رجب زئی ، شیخ زئی ۔	واشک
۲۱	سادات	حاجی زئی ۔ رحمان زئی ۔ شادو زئی ۔ عیسیٰ زئی	خاران
۲۲	شے		
۲۳	نقیب	گلو زئی ۔ بلہ زئی ۔ اختیار زئی میر گند زئی ، بھرام زئی ، عیدو زئی مزار زئی ۔ حبش زئی ۔	ہرد واشک

۲۴	غلام	لانگو۔ سوڈو زئی۔ رئیس۔ رجب زئی	خاران
۲۵	سرستاشی	چنئل زئی۔ خاک زئی۔ جمال جبہ۔ گورگ زئی۔ درویش زئی۔	خاران
۲۶	شاہوانی		سرخاران
۲۷	غلزئی		گزی
۲۸	بربیچ		سرخاران
۲۹	سرگل زئی		گراش
۳۰	ہندو		خاران

نائب محمد رفیق ٹیمکی

شجرہ اقوام بلوچ

(یہ شجرہ سردار رند نے ۱۹۰۰ سے پہلے مرتب و تمام کر دیا تھا (رند))

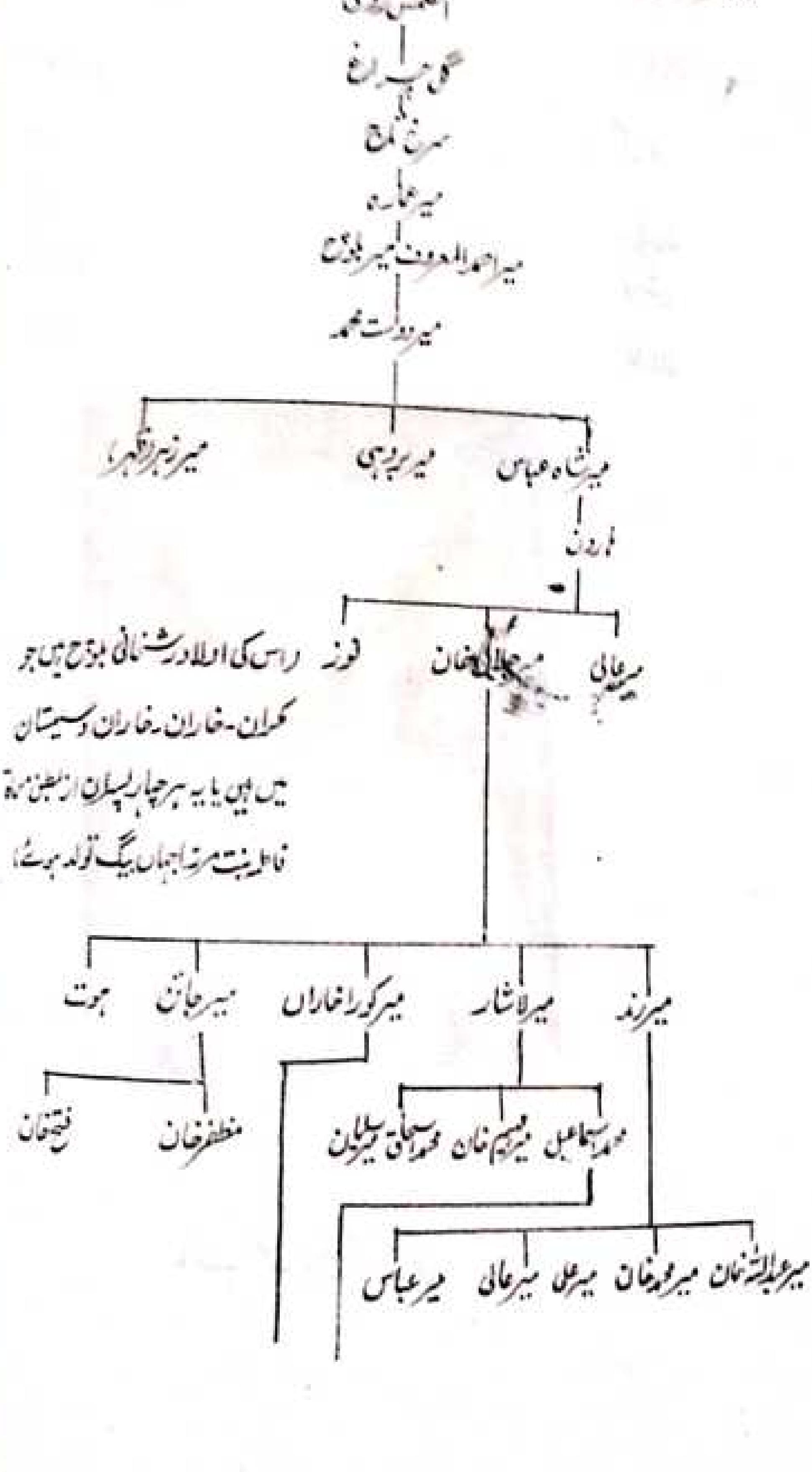

تہذیب و تمدن

تہذیب و تمدّن

خاران انتہائی غریب علاقہ ہے اور یہاں خوراک کی اور دیگر آسائشوں کی بہت کمی ہے
متواتر خشک سالیوں کی وجہ سے زرعی پیداوار مفقود ہیں تمام ریگستان سال بھر ریت اڑاتی
ہیں، سوائے چند آبی قطعات کے جن سے تھوڑی بہت پیداوار حاصل ہوتی ہے، باقی تمام
علاقہ سالوں تک خشک رہتا ہے اس لئے یہاں کے اکثر لوگ ہجرت پر مجبور ہو جاتے ہیں
اس کے علاوہ شتربان اور بھیڑ بکریاں پالنے والا طبقہ بھی چراگاہوں کی تلاش میں
چاغی، دالبندین، ہلمند یا پھر مشرق میں جھلاوان اور بلوچستان کے دوسرے حصوں
سے ہوتے ہوئے سندھ تک پہنچ جاتا ہے، چند سالوں سے ترقیاتی اور رفاہی کاموں کے
اجراء سے یہاں کے لوگوں کو تھوڑا بہت کام مل گیا ہے جبکہ بین الاضلاعی تجارت سے
بھی یہاں کے لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔ اس لئے اب قدیم ریاست خاران کے لوگ متمدن
خارانی بنتے جا رہے ہیں، ان کی زندگی کے اطوار میں بہتری آگئی ہے۔ لباس اور کھانے
میں نمایاں طور پر فرق نظر آتا ہے، مکانات بھی جدید طرز پر بنائے جاتے ہیں۔

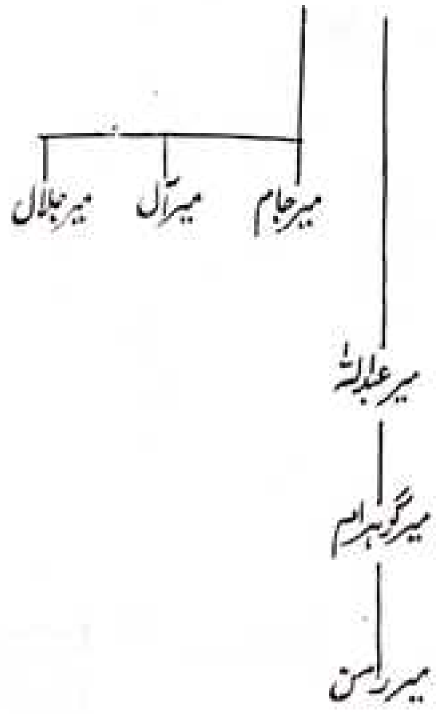
میر جام
میر آل
میر جلال
میر عبداللہ
میر گوہرام
میر حسن

رہائش

یہاں کی آبادی عموماً خانہ بدوش ہے جو مال مویشی کے لئے چراگاہ یا خود کے لئے ذرائع معاش کی تلاش میں علاقہ میں گھومتے پھرتے ہیں، یہ خانہ بدوش بکریوں کے بال کی بنی ہوئی خیمہ (گدان) لگا کر بسر اوقات کرتے ہیں، یہ گدان عام طور پر جاڑے کے موسم میں استعمال ہوتی ہیں، سردیوں سے مویشیوں کو بچانے کیلئے خندق کھود کر ان کا سر جھاڑیوں سے ڈھانپ دیا جاتا ہے، جسے گھُڈ کہا جاتا ہے۔

موسم گرما میں جو کور شکل کی جھگیاں تاغز اور جھاڑیوں کی لکڑی اور شاخوں سے تیار کی جاتی ہیں جس کے گھنے سائے میں گرمی کی شدت بہت کم اثر کرتی ہے نخلستانی علاقوں میں کھجور کے تنے شاخ اور پتوں سے جھگیاں باڑ یا صحن تیار کئے جاتے ہیں، بچھونے کے لئے دری (پیش) کی بنائی ہوئی چٹائیاں استعمال ہوتی ہیں۔ متوسط طبقہ اون کی بنی ہوئی دریاں اور صاحب حیثیت لوگ قالین استعمال کرتے ہیں۔

متوسط زمیندار، تاجر اور خوشحال سرکاری ملازم کچی اینٹ کے مکان بنوا کر ان میں رہائش رکھتے ہیں۔ لیکن ان مکانوں کا کوئی صحن نہیں ہوتا، بہرحال موسم گرما میں یہ لوگ بھی جھگیوں کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔

سال ۱۹۶۰ء کی خانہ شماری کے مطابق ضلع خاران میں ۳۵۴۰۱ رہائش گاہیں یعنی گدان، جھگی اور کچی اینٹ کے مکان ہیں، جن میں ۹۱۰۲ خاندان یعنی ۴۵۶۲۳ مرد اور ۲۰۸۲۷ عورتیں رہائش پذیر ہیں

لباس

چونکہ آبادی کی اکثریت نادار اور بے روزگار ہے، اس لئے عام طور پر سستے دام کے

سوتی کپڑے پہنا کرتے ہیں، مرد اکثر ململ یورسان کے پگڑی باندھتے ہیں، اور لڑکے سادہ کپڑے کی بنی ہوئی کشیدہ کاری کی ٹوپیاں پہنتے ہیں۔ زمیندار اور مال دار افراد کھلی اور لمبی قمیض استعمال کرتے ہیں۔ محمد حسنی قبیلہ اکثر کھلی بلوچی قمیض پہنتے ہیں، شلواریں بھی انتہائی کھلی ہوتی ہیں۔ شہری آبادی عام لباس پسند کرتی ہے، نیز صدری (واسکٹ) بھی پہنتے ہیں۔

مرد عموماً کورے لٹھے کے کپڑے استعمال کرتے ہیں اور لباس کے ساتھ ایک سفید اور لمبا چادر بھی ساتھ رکھتے ہیں جس سے وہ جائے نماز، کمر بند، مفلر، تولیہ اور سودا سلف باندھنے کا کام لیتے ہیں۔ اب ملیشہ کے کپڑے کے علاوہ سمر اور نیلون کے لباس بھی عام پہنے جا رہے ہیں۔

عورت کا لباس اگرچہ مرد کی بہ نسبت آسان ہوتا ہے، لیکن کوالٹی میں بہتر ہوتا ہے۔ خواتین ٹخنوں تک لمبی قمیض پہنتی ہیں اور عام طور پر پانچ گز کے دوپٹے پہنا کرتی ہیں۔ ان کی قمیض اور پاجامہ کالے، سبز، سرخ یا نیلے رنگ کے گلدار ہوتی ہیں جن پر کشیدہ یا شیشے لگے ہوتے ہیں۔ اونچے درجے کے لوگ سلکی کپڑے پہنتے ہیں، خانہ بدوش عورتیں مردوں کی طرح عام چپلیاں بھی پہنتی ہیں۔

مرد اونٹ، بیل یا گائے کے چمڑے کو خود رنگ کر ان سے چپلی (چوٹ) بنا کر پہنتے ہیں، مردوں میں کاشتکار، چرواہے اور خانہ بدوش لوگ ایک خاص قسم کا لوٹ بنا کر پہنتے ہیں، جو ان کے پیروں کو سانپ، بچھو اور سردی سے بچاتے ہیں۔ یہ خاص بوٹ "مشر" کہلاتا ہے جو اکثر اون اور پرانے کپڑوں سے بنی ہوتی ہیں اور اس سے کم درجے کے پاپوش کو "گندل" کہتے ہیں، یہ دونوں کپڑے کے بنے ہوتے ہیں، پہاڑی آبادی گرمیوں میں مزری (پیش یا داز) کی بنی ہوئی "سواس" اور "نکل" نامی چپلیاں بنا کر پہنتے ہیں اس کے علاوہ "گز" (رغز) کی لکڑی سے بھی چپلی تیار کی جاتی ہے جسے "کوٹک" کہتے ہیں۔ ان میں "مشر" کی عمر بہت زیادہ ہے سواس زیادہ ایک ماہ عمر پاتا ہے، جبکہ نکل دو تین دن سے زیادہ استعمال نہیں ہو سکتا۔

—:—

من بھاتا کھاجا

اہل خاران کو قحط سالی اور نقل مکانی نے ایسے کھانوں کی تیاری کی ترغیب دی ہے
...وں خراب نہ ہونے کے علاوہ لذیذ بھی ہوتے ہیں اور انہیں بطور زادِ راہ استعمال کیا
...ے۔ ایسے کھانوں کی فہرست بہت طویل ہے، لیکن معلومات کے لئے چند کھانے بطورِ مثال
...ش کئے جاتے ہیں۔

...ن جوش پیاز اور مرچ مصالحہ کو گھی میں اچھی طرح بھوننے کے بعد باسی روٹی کے
...وں کو پانی میں جوش دیکر اچھی طرح حل کرنے کو نان جوش کہا جاتا ہے۔ یہ کھانا بیک وقت
...ور ترکاری کا کام دیتا ہے۔ اور اس طرح

...اری گندم کے نیم پختہ یعنی سبز خوشوں کو پانی میں بھگونے کے بعد راکھ میں دبایا
...ا ہے۔ چار یا پانچ گھنٹے راکھ میں رکھنے کے بعد خوشے نکال کر ان کو صاف کیا جاتا
...ر دانوں کو پیس کر ان کے آٹے میں چینی اور روغن ملا کر بوقتِ ضرورت کھایا
...ہے۔ اسے چاری کے علاوہ "بُنڈ" بھی کہتے ہیں۔

... برنگ بھی چاری کی طرح ہے لیکن اس میں گندم کے خوشوں کو آگ پر کباب کرنے
...ن لیا جاتا ہے۔ اس کو ناشتے کے علاوہ ترکاری کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا

ہوتش جوشش گندم کے سبز خوشوں کو پانی میں جوش دے کر مناسب وقت
جاتا ہے۔ پکنے کے بعد ان دانوں کو پیس دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس آٹے کو
کر کے استعمال کیا جاتا ہے چونکہ یہ سرد ہے اس لئے گرمیوں میں اس کا استعمال زیادہ
جبکہ شیر خوار بچوں کو بھی کھلانا چاہیے

خشک مچار وہ مسافر جن کے پاس برتن وغیرہ نہ ہو یا شکاری حضرات گوشت کو
داشا کر کے اس میں ڈال کر حسب ضرورت پانی، گھی اور مصالحہ وغیرہ ملا کر کلیجے کے منہ پر
کا ایک ٹکڑا اس طرح باندھ دیتے ہیں کہ کلیجے کے اندر کی بھاپ اس میں سے نکلتا رہے
پھر اس کلیجے کو راکھ انگاروں کے اندر راکھ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح تقریباً ایک
گھنٹے بعد گوشت پک جاتا ہے۔

تندور پیچ تنور کو اچھی طرح گرم کرنے کے بعد گوشت کو نمک مصالحہ وغیرہ لگا کر
کے سلاخ کے ساتھ تنور کے بیچ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ تنور کے منہ کو کیچڑ سے بند کر دیا جاتا
ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی گوشت لذیذ کباب بن جاتا ہے۔

اچار پیاز کو سرخ مصالحہ وغیرہ کے ساتھ اچھی طرح کوٹ کر ان میں تھوڑا سا
گوندھا جاتا ہے اور جب تمام اشیاء مل جائیں تب ان کے کیک جیسے چھتے بنا کر سکھا دیا
ہے اور بوقت ضرورت ان ٹکیوں کو کاٹ کر سالن میں بطور عام مصالحہ استعمال کیا جاتا ہے
لانڈ بھیڑ کو کم از کم چھ مہینے اچھی طرح پالنے کے بعد موسم سرما کے آتے ہی ذبح کیا جاتا
ذبح کرنے کے بعد اسے اس طرح سخت ڈھانپ ڈھانپ دیا جاتا ہے کہ اس کے

[illegible] ہیں۔ چار چھ گھنٹے بعد ڈھانپنے کے بعد اس کی اون صاف کی جاتی ہے۔ اور پھر [illegible]
[illegible] کر اس کو آگ میں جھلس دیا جاتا ہے تاکہ اس کی باقی ماندہ اون بھی صاف ہو جائیں۔ اس طرح
[illegible] کے بعد اس کا گوشت ہڈیوں سے علیحدہ کر کے اس پر اچھی طرح نمک مل دیا جاتا ہے۔
[illegible] نمک کے ساتھ چھوڑنے کے بعد اس پر پسا ہوا اناردانہ چھڑک دیا جاتا ہے۔ اور پھر اسے
[illegible] کم بیس دن تک سائے میں سکھایا جاتا ہے۔ جب گوشت اچھی طرح سوکھ جائے تو اسے حاشی
[illegible] ال میں پکایا جاتا ہے

روٹی کی اقسام

تندور تیج:۔ شیریں پانی اور دیسی گھی میں آٹے کو گوندھ کر سونف ملا دیا جاتا [illegible] اور چھوٹی چھوٹی روٹی بنا کر تنور میں پکانے کو تندور تیج کہتے ہیں۔ یہ روٹی نہ صرف [illegible] ہوتی ہے بلکہ عرصہ تک خراب نہیں ہوتی اس لئے بطور زادِ راہ استعمال کیا جاتا ہے۔

کرنو:۔ کسی گول پتھر کو آگ میں گرم کرنے کے بعد اس پر آٹا چپکا دیا جاتا ہے اور [illegible] اسے گرم انگاروں کے درمیان میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جب یہ آٹا سرخ ہونے لگے تو [illegible] نکال دیا جاتا ہے۔ یہ روٹی اگرچہ سخت ہوتی ہے، لیکن کو مریضوں کے لئے مشاقی [illegible] ہے۔

[illegible] ی:۔ توے کی بجائے راکھ کے اندر سخت زمین پر روٹی پکانے کو ردی کہتے ہیں۔

[illegible] ی:۔ انتہائی نرم تنے کی روٹی کو شرڑوی کہا جاتا ہے۔

[illegible] ی:۔ انگاروں پر روٹی پکانے کا نام اشکری ہے۔

[illegible]:۔ بیماروں کے لئے لوہے کی سلاخ کے ذریعہ کباب کی طرح روٹی پکانے کو تیر کو پنچ کہا جاتا ہے۔

[illegible]:۔ لوہے کے توے کی روٹی۔

تاپگی :۔ پتھر کے توے کی روٹی

تندوری :۔ تنور کی روٹی

ڈکو :۔ جوار کی روٹی

بیرزنی :۔ مٹی کے توے کی روٹی

وارو :۔ لوہے کے توے پر نرم آٹے کی چپاتی

پھوس

گرن، جنگل پستہ یا خنبک اکر کوٹ کر اس میں کھجور یا نرم روٹی (شُشڑوی) ملانے کو "گرن رہ پھوس" کہتے ہیں۔

شیرگ

ایک حصہ کھجور اور دو حصہ پانی کو جوش دے کر پانی بالکل خشک کیا جاتا ہے اور پھر اسے کپڑے سے اچھی طرح چھان کر مٹی کے برتن یا کسی مشکیزہ وغیرہ میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور بوقت ضرورت بطور سالن استعمال کیا جاتا ہے۔

قحط سالی

جیسا کہ میں یہ مقولہ پہلے بتا چکا ہوں کہ:

خاران جائے خواراں،

دستِ داراں،

چشمِ استاراں،

یہ حقیقت ہے کہ خاران کی آبادی کا انحصار بارش پر ہے۔ اور اگر بارش نہ ہو تو صرف زرعی پیداوار ہی نایاب ہوتی ہے بلکہ چراگاہیں بھی ریت کے ٹیلوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مال مویشیوں کی بیماری اور فصلات کو ٹڈی دل سے نقصان پہنچنے کے سبب بھی قحط کی سی صورت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ انہیں اس دوران رانی میں گرم سیل اور ہلمند (یا پنجگور اور جھلاوان سے) بھی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ نواب صاحبان کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۶۳ء عیسوی کے دوران متواتر قحط سالیوں کی بناء پر خاران کے لوگ سیستان، افغانستان اور دیگر علاقوں کی طرف ہجرت پر مجبور ہو گئے تھے اور اس وقت کے حکمران نے احمد شاہ درانی سے یہ اجازت لی تھی کہ وہ سرکاری طور پر اپنے عوام کی مالی امداد کرے، چنانچہ سردار آزاد خان نے قحط سالیوں کے لئے اجناس جمع کرنے کا رواج قائم کیا اور ان حالات میں اجناس کی درآمد پر محصول بھی معاف کر دیا، جبکہ برآمد پر ٹیکس عائد کر دیا۔ ٹڈی دل[۱۷] کی وجہ سے ۱۹۰۱ء میں خاران میں خوراک کی انتہائی کمی ہوئی اور روایت ہے کہ اس دوران خاران کی آبادی کا ایک تہائی سندھ اور دیگر علاقوں کی طرف نکل گئی، اجناس کی قیمتیں بڑھ گئیں، گندم

۱۷۔ گزیٹیئر خاران صفحہ ۱۲

چار سیر فی روپیہ ہو گیا۔ مال مویشی بھی خوراک نہ ہونے کی وجہ سے کم ہو گئے۔

خاران تقریباً ہر پانچ سال بعد قحط کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن ۱۹۵۹-۶۰، ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء میں یہ علاقہ شدید طور پر قحط کی زد میں آگیا تھا، چنانچہ حکومت پاکستان نے ۱۹۵۹ء میں ریلیف فنڈ کے تحت عوام کو ۳۱۶۵۰/- روپے، ۱۹۶۰-۶۱ میں پچاس ہزار اور ۱۹۶۲ء میں ۳۵۶۳۳/- روپے کی امداد کے علاوہ گندم اور دوسری اشیاء بھی فراہم کیں۔ لوگوں کو ایک لاکھ روپے کے تقاوی قرضے جاری کئے۔ اور وصولی کو التواء میں رکھا۔

۱۔ کُل کُشتہ

کل کشتہ ریگستانوں اور میدانی علاقوں کی پیداوار ہے، جو انتہائی تلخ اور کڑوی ہوتی ہے، لیکن قحط سالی کے دوران لوگ اس بیج کو متواتر پندرہ دن تک پانی میں بھگوئے رکھتے ہیں تاکہ اس کی تلخی میں کمی آئے۔ تلخی کے کم ہونے کے بعد اسے گندم یا جوار کے آٹے میں ملا کر پیتے ہیں، اور پھر اس طرح وہ اجناس کی کمی پوری کرنے میں کسی حد تک کامیابی ضرور حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ مغیر

مغیر یا غیر آباد زمینات کی پیداوار ہے، موسم بہار میں لوگ مغیر کھانے کے لئے کوسوں دور نقل مکانی کرتے ہیں، اور صبح سویرے ہی بچے اور عورتیں اس جھاڑی کے پتے جمع کرنا شروع کرتے ہیں، بیجوں کو خشک کر کے سٹور کیا جاتا ہے اور پتوں کو روٹی کے طور پر یا اگر روٹی ہو تو سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔
اور انتہائی قحط کے دوران ان بیجوں کو اگر جواری ملے تو اس میں ملا کر ورنہ اسی طرح روٹی پکا کر

پیٹ بھر دیا جاتا ہے۔ مغیر کے بیج سندھ اور دیگر علاقوں کو بھی برآمد کیا جاتا ہے، جہاں سندھو اپنی "گیارس اور اکادشی" کی تقاریب پر انھیں خوب کھاتے ہیں اور ان کے عوض میں گندم دے دیتے ہیں۔

۳۔ لبو

ریگستانی آبادی اس خود رو بوٹی کو راکھ میں کباب کی طرح پکا کر کھاتے ہیں، جبکہ عام حالات میں اسے کھانسی کیلئے بطورِ دوا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۔ گرماسک

ریت میں پیدا ہونے والی اس بوٹی کو چھیل کر اونٹ کے دودھ کے ساتھ کھانے کے علاوہ خشک کر کے بدترین قحط کیلئے بھی رکھا جاتا ہے۔

۵۔ دیگر جھاڑیاں

قحط کے دوران بامر مجبوری ہر وہ جھاڑی خوراک کا کام دیتی ہے جو حلق سے گذر سکے اسلئے ان حالات میں وہ جڑی بوٹیاں بھی خوراک کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں جنھیں عام حالات میں جانور بھی نہیں کھاتے۔ مثلاً "ہنگ" (اس سے کپڑے دھونے کیلئے کھار بنتی ہے) "گرماز" اور جیجو وغیرہ۔

ازدواجی زندگی

خاران کے باشندے بھی دیگر زندہ قوموں کی طرح ایک پر محبت اور پر خلوص، ازدواجی زندگی گذارنے کی صفات رکھتے ہیں۔ امور خانہ داری میں خواتین اپنے فرائض سے بھی بڑھ کر اپنے خاوند کی خدمات بجا لاتی ہیں، یعنی خانگی کاروبار کے ساتھ ساتھ جنگلوں سے ہیزم سوختنی لانا، فاصلے سے پانی کی مشکیں بھر کر لانا، چکی پیسنا، گھریلو دستکاری مثلاً چٹائی بنانا، اون کاتنا، دریاں بنانا، خاندان کے کپڑے سینا، دھونا اور کشیدہ کاری وغیرہ کا کام خواتین بخوبی سرانجام دیتی ہیں۔ مزید براں مشقت کے کام میں بھی یہ برابر مرد کا ہاتھ بٹاتی ہیں، یعنی نقل و حرکت کے وقت خیمہ، جھگیاں، اور باڑ اکھاڑنا اور انہیں اونٹ یا گدھے پر لاد کر دوسری جگہ لیجانا اور پھر وہاں انہیں لگانے کا کام بھی خواتین کرتی ہیں۔

فصل سنبھالنے، کاشت اور برداشت میں بھی یہ اپنے مرد کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ عورتیں ہر رزم میں مرد کے ساتھ امداد و تعاون کے سلسلے میں اپنے پڑوس یا قبیلے کی عورتوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ ان کی آبائی و اجدادی خلوص، جذبۂ محبت، ہمت اور قومی امتیاز میں داغ نہ لگ جائے اور اپنے قبیلہ میں تمغۂ "شیرزال" (شیرنی جیسی عورت) حاصل کرے۔

رسومات

اہل خاران کی تمام سماجی رسومات تقریباً وہی ہیں جو عام طور پر دیگر بلوچ قبائل میں

رائج ہیں۔

پیدائش بچے کی پیدائش کے پہلے دن ہی کلمہ طیبہ پڑھی جاتی ہے۔ دوسرے دن

تا چھٹے دن ایک بھیڑ یا بکری خیرات کر کے بچے کا نام رکھ دیا جاتا ہے، جبکہ ہر سال

بچے کی ہر سالگرہ پر ایک بھیڑ یا بکری کا صدقہ دیا جاتا ہے۔ جب بچہ چلنے پھرنے لگے تو اس کی

دونوں ٹانگوں کو ایک رسی کے ساتھ باندھ کر فوراً رسی کو کاٹ دیا جاتا ہے گویا یہ بچے کی آزادی

کی علامت ہے بعض مقامات پر بچے کی ٹانگوں کے بیچ سے موٹی گول روٹی گذار دی جاتی ہے۔ یہ

غالباً رزق

سُنت سُنت یا ختنہ کی رسم عام طور پر چار یا پانچ سال کی عمر میں ادا کی جاتی ہے۔

بچہ کو کسی سرلنے پر بٹھا کر اس کی توجہ ایک عورت سر پر چھتر اور برتن (کٹورا) کھٹکھٹی

رہتی ہے اور ادھر نوڑی، بچے کا ختنہ کرتا ہے۔ ختنہ کے بعد یہ سرہانہ اور کٹورا نوڑی

کو دیا جاتا ہے۔ نیز نوڑی ختنہ کا فرض انجام دینے کے بعد غسل کرتا ہے۔ تاکہ بچہ

تندرست مند ہو۔

منگنی

سانگ یا منگنی کو ڈپروشی بھی کہتے ہیں۔ گویا یہ رشتہ کے مضبوط بندھن کی

علامت ہے۔ یہ معزز قبائلی سید مولوی اور فریقین کی موجودگی میں طے پاتا ہے۔ نیز منگنی

کے ساتھ ہی ۔ لب ۔ مقرر کیا جاتا ہے جو مختلف قبائل میں مختلف ہے۔ مثلاً

- نوشیروانی خاندان سرباز کے نام سے تمام جائداد لڑکی کے نام منتقل کرنے کے علاوہ دو ہزار روپے نقد اور دو سو تولہ (ٹک) سونا مقرر کرتے ہیں۔ باقی اخراجات ان کے علاوہ ہیں۔
- بادزئی قبیلہ کے لوگ بیس چار اونٹ، پچاس نخل، تقریباً دو ایکڑ سیاہ آبہ زمین، دو سو من (خاران) غلہ، بیس بھیڑ، بیس ڈرپشہ۔ ایک بیل، ایک بندوق اور چار غلام اور کنیزہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔
- یلان زئی چودہ چار اونٹ، ایک لونڈی
- ڈگارزئی چودہ چار شتر، بیس بھیڑ، دو سو من (خارانی) گندم، بیس درپشے اور دو پٹ گز
- نقیب، چھ نخل، چار بھیڑ، ستیں من (خارانی) گندم دو من خارانی تخم ریز زمین اور تیس روپے
- داشکی، ۵۰ نخل، ایک چار شتر، چھ من خارانی تخم ریز زمین پندرہ بھیڑ، پندرہ روپے اور ایک سو من خارانی گندم
- نظام، پچاس روپے کی مالیت کی بھیڑ بکری یا گندم
- رئیس، چار اونٹ، پچاس من خارانی گندم، آٹھ بھیڑ یا بکری اور ایک سو روپے نقد

یہ یاد رہے کہ جوں جوں مہنگائی بڑھتی جا رہی ہے توں توں ان میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور بعض مقامات پر یہ رسم اب صرف حق مہر کی رقم تک محدود ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اصل رسم اپنی قدیم شکل میں موجود ہے۔

شادی شادی اس وقت ہوتی ہے جب لب کی رقم اور دیگر اخراجات مہیا کر دیے جائیں۔ صاحب ثروت لوگ دو دو اور بعض لوگ تین تین شادیاں بھی کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ ... کی رسم بھی ہے، جو مفت میں بغیر لب اور اخراجات کے شادی کا سبب بنتی ہے۔ ... میں بڑے گھرانوں کے لوگ، سُریت، اور داشتہ (لونڈیاں) بھی رکھتے تھے لیکن ان کی اولاد کو وراثت میں کوئی حق نہیں دیتے تھے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر یہی کوشش کرتے ہیں کہ اپنی ...

ہی خاندان میں رشتہ طے۔

داج/جہیز: جہیز کا رواج بھی عام ہے۔ والدین کی طرف سے لڑکی کو گھریلو استعمال کی چیزیں، قالین، برتن، زیورات، اور دوسری بہت سی اشیاء دی جاتی ہے ۔

ننار باجائی

گو کہ یہ رسم اب ختم ہو رہی ہے لیکن اس کے آثار اب بھی موجود ہیں جب کسی کا کوئی بھائی فوت ہو جاتا تو دوسرا بھائی رسماً اس کی بیوہ سے نکاح کر لیتا۔ اور اس سے کوئی انحراف نہیں کرتا۔ مگر ہماری تاریخ بی بی ہیبتاں (زوجہ شیر دل خان) کی شیر دلی ہمیشہ سنہری الفاظ سے لکھی جائے گی۔ جس نے اپنے خاوند میر نصیر خان احمد زئی (خان قلات) کی وفات کے بعد ننار باجائی کے تحت خان خداداد کی عقد میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔ گو اس امر سے قلات اور خاران کے تعلقات نہ صرف کشیدہ ہوئے بلکہ اس معاملے نے بے گناہ خارانیوں کی جان بھی لی۔ مگر اس غیور رشتہ داروں نے ننار باجائی ٹھکرا دیا اور سردار خاران نے کوئی اور خاندانی عورت دے کر خان قلات سے صلح کر لی۔

رسمیں: وفات کے واقع ہونے پر میت کے ساتھ قبرستان میں استاط کے نام سے نقد یا گیہوں وغیرہ خیرات کرتے ہیں اور کھجور وغیرہ (سرگوشی) کی صورت میں تقسیم کرتے ہیں اور تین دن تک دوست و اقارب کی فاتحہ خوانی کے لئے موجود رہتا ہے جبکہ ان تین

کھیل: مقامی کھیلوں میں کشتی، دوڑ، نشانہ بازی، شکار، گھڑ بازی، تیراکی، کبڈی (ججی)، گلی ڈنڈا، شطرنج اور گھوڑ دوڑ ہر مقام پر ہر وقت ایک جیسے مقبول ہیں البتہ ساز و آواز، بیت بازی، ستار اور مرغ بازی بھی بعض خاندانوں کا محبوب مشغلہ ہیں۔ لوک رقص (چاپ)، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ خواتین میں بھی چاپ کے علاوہ چھپن چھپائی اور چکلکوئی جیسے کھیل مقبول ہیں۔ موجودہ دور میں فٹ بال، والی بال، کیرم بورڈ، بیڈمنٹن اور دیگر جدید کھیلیں بھی شروع

کر دیئے گئے ہیں۔

علاج معالجہ خاماں میں نسبتاً بیماریاں بہت کم ہوتی ہیں، اور وہ بھی اگست سے اکتوبر تک یعنی کھمبیوں اور دیگر فصلات کی برداشت کے وقت۔ اس موسم میں لوگوں کو معدہ کی خرابی ہیضہ کی شکایت لاحق ہوتی ہے۔ پیٹ کی شکایت کے علاوہ چیچک، خسرہ اور ملیریا بھی ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ بیماریاں عام طور پر جان لیوا نہیں ہوتیں۔ ان بیماریوں کا علاج دم، تعویذ گنڈے کے علاوہ طبیبوں کی نبض شناسی، پرہیز، بکریوں کی کھال پہننے اور جڑی بوٹیوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ریاستی دور میں خاماں کے مقام پر ایک ڈسپنسری قائم کر دی گئی تھی جو اب مکمل اسپتال کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اسی طرح ماتنگ، بیلہ سیم، اسراماں، جوداتو لدگشت اور بلے کے مقامات پر سول ڈسپنسریاں قائم ہیں۔

ایام کے دوران ماتمی اپنے گھر میں چولہا نہیں جلاتے بلکہ تین دن تک ان کو اپنے رشتہ دار کھانا لا کر دیتے ہیں۔ انہی دنوں میں حسب توفیق فاتحہ خوانی کے لیے آنے والے لوگ، نقدی عام سے زر نقد یا جنس کی شکل میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ تیسرے دن ختم دے کر ختم کیا جاتا ہے۔ اور پھر پہلے جمعرات کو خیرات دینے کے علاوہ ہر سال اپنی وفات دینے کے علاوہ ہر سال انہی دنوں خیرات دی جاتی ہے۔ اسی دوران آنے والے مہمانوں کو گھروں کے سامان وغیرہ باہر نکال کر جھاڑ کر صاف کیا جاتی ہے۔ اور دعا کی جاتی ہے کہ بیت ٹل جائے اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

بٹائی

بٹائی ہر صورت جنس کی صورت میں وصول کی جاتی ہے۔ مالک زمین (خصوصاً سردار)
یا اس کا نمائندہ فصل کی کٹائی پر موقع پر پہنچ کر کاٹی ہوئی فصلات (لوڑ بریک) جو گٹھڑیوں کی صورت
میں ہوتی ہیں، بٹائی کا پہلا حصہ بطریق ذیل وصول کیا جاتا ہے۔

۱۔ پژنگ = بیس (لوڑ) گٹھڑیوں میں سے دو گٹھڑی
۲۔ کاٹنے والی مزدور = " (") " " ایک "
۳۔ لوڑی (لوہار) " (") " " ایک "
۴۔ نائی سو (") " " چار "
۵۔ تورنگی " (") " " ایک "
(مولا کا گٹھڑی کیلئے)

۶۔ شام و رات کے کھانے کیلئے = بیس (لوڑ) گٹھڑیوں میں سے ایک گٹھڑی
فصل کی خلاصی کے بعد بٹائی کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جسے "جوران (ودی)" کہتے
ہیں۔ اس دوران مندرجہ ذیل کٹوتیاں وصول کی جاتی ہیں۔

۱۔ نائی = سو خاروانی من پر چار من خاروانی
۲۔ لوڑی = تمام فصل سے دو من خاروانی
۳۔ چوکیداری = تمام فصل سے ایک من خاروانی
(سردار کیلئے)

ان کٹوتیوں کے بعد سردار کو (دسواں) دیا جاتا ہے جبکہ بقیہ جو ہانی اور مجوسہ وغیرہ
کاشتکار کا حصہ ہوتا ہے۔
واشک کے مستقل آبی علاقوں میں بٹائی کا طریقہ مختلف ہے یہاں کھیت کو دو دو

مربع گز کی صورت میں مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور فصل کی تیاری پر دسواں حصہ سردار، نو حصے مزارع کے ہوتے ہیں، اسی طرح کھجوروں کی بٹائی بھی گز پر وصول کرتے ہیں۔ ریاستی دور میں چراگاہوں پر بھی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا اور حکمران جب چاہتا، بیگار کے ذریعے اپنی زمینات کو ہل چلواتا اور اونٹ بھی بیگار کر سکتا تھا۔ لیکن اب جہاں اراضیات سرکاری تحویل میں لی گئی ہیں وہاں رائج الوقت مالیہ کی صورت میں بٹائی وصول کی جاتی ہے اور جو اراضیات نجی اور ذاتی ہیں ان سے بطریق قدیم بٹائی وصول کی جاتی ہے۔

فاصلہ

فاصلہ کی پیمائش کی متعدد اقسام ہیں، ان میں "گوانک" (آواز) بہت زیادہ مستعمل ہے۔ جہاں تک کسی آدمی کی اونچی آواز جا سکے وہ "گوانک" کہلاتی ہے اور جہاں تک بندوق کی آواز سنائی جا سکے اسے "تپک لوار" سے موسوم کیا جاتا ہے، یعنی جہاں تک ایک سوار صبح سے شام تک پہنچ سکتا ہو اس کی لمبائی غیر متعین ہے۔

کپڑے وغیرہ کی پیمائش کیلئے "گدزم" یعنی بالشت استعمال ہوتا ہے جو عام طور پر ۸ انچ ہوتا ہے اور "دست یا ہرش" یعنی ہاتھ مستعمل ہے۔

گو یہ قدیم رواج اب بھی مقبول عام ہیں، لیکن بعض لوگ میل، گز، فٹ اور انچ وغیرہ سے بھی آشنا ہیں۔

معیاری اوزان اور پیمائش

وزیر اعظم قلات کی تحریک پر کونسل آف رولرز بلوچستان سٹیٹ یونین نے ۲۳ نومبر ۱۹۵۲ء کو فیصلہ کیا تھا کہ پاکستان میں مستعمل معیاری اوزان اور پیمائش کو یونین بھر میں رائج کیا جائے۔ چنانچہ اس تاریخ کے بعد معیاری اوزان اور پیمائش خاران میں بھی رائج کر دیئے گئے۔

اوقات کاشت، برداشت

مقامی فصلات کی کاشت و برداشت کے صحیح موسم کا تعین حسب ذیل ہے۔

نام فصل	کاشت	برداشت
ربیع		
۱۔ گندم	اکتوبر تا دسمبر	آخر اپریل تا جون
۲۔ مکئی	دسمبر تا جنوری	اپریل تا مئی
۳۔ باقلہ	اکتوبر تا نومبر	مارچ، اپریل
خریف		
۱۔ خربوزہ	مارچ، اپریل	جون برائے خربوزہ
اگیتی جوار		اگست برائے جوار
۲۔ جوار پچھیتی	آخر جون، جولائی	اکتوبر، نومبر
۳۔ پیاز	فروری، مارچ	اگست، ستمبر
۴۔ کھجور	مارچ، اپریل	اوسط جون تا ستمبر

وزن

گو ۱۹۰۰ء میں ہندو تاجروں نے ہندی اوزان کو رواج دینا شروع کر دیا تھا لیکن وزن اور پیمائش میں زیادہ تر مقامی اوزان استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو یہ ہیں:

۱۔ خارانی من ۲½ سیر زیادہ بھی ہوتا ہے اور

برتن بھی۔ باٹ کے ذریعہ
سبزیات، میوہ جات وغیرہ
تولا جاتا ہے، جبکہ برتن کی
صورت میں اس سے اجناس
وغیرہ کا وزن کیا جاتا ہے

٢۔ چرو :- ہاتھ انگلیوں پر جتنی چیز (اجناس) آسکے۔

٣۔ لپ :-

٤۔ خنو :-

٥۔ چنک :-

عام طور پر بارہ "خنو" کا ایک خارانی من ہوتا ہے اور ایک سو من کا ایک "خروار" یا شتر بار ہوتا ہے۔

٦۔ چارکی :- خارانی من کا ¼ حصہ

کرنسی

قیام پاکستان سے قبل تک خاران میں برطانیہ ہندی سکوں کے علاوہ ایرانی "قران" جو مقامی اصطلاح میں "ردی" کہلاتے تھے، رائج تھے، ان کے علاوہ یہاں کوئی مقامی سکہ رائج نہیں تھا۔ اور کرنسی نوٹ سے یہاں کے لوگ بالکل ناواقف تھے، ١٩٦١ء تک یہاں کے لوگ سکوں کو ان ناموں سے جانتے تھے۔

١۔ پیسہ	:	دبال
٢۔ دو دبال	:	ٹکہ
٣۔ نیم شاہی	:	آنی

۴۔ بھاجیا : دونی

۵۔ پاؤلی : چونی

۶۔ نیم روپیہ : اٹھنی

۷۔ روپیہ یا زر : روپیہ

یکم جنوری ۱۹۶۱ سے، اعشاری سکوں کے رائج ہونے کے باوجود بھی یہاں کے اکثر لوگ زیادہ
...رہ بالا ناموں سے سکوں کا شمار کرتے ہیں، البتہ شہری اور تعلیم یافتہ اشخاص رائج الوقت
...ں کا حساب "ٹیڈی پیسوں" سے کرتے ہیں۔

وقت

اہلِ خاران سال کا حساب چاند کی مناسبت سے اسلامی مہینوں سے کرتے ہیں۔ ہفتہ کے ایام بھی فارسی کی طرح (ہفتہ، یک شنبہ، دوشنبہ، چہارشنبہ، پنجشنبہ، جمعہ) کہلاتے ہیں۔ گھڑی گھڑیال وغیرہ کا رواج بہت کم ہے؛ اس لئے شب و روز کے مختلف حصوں کو ان کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔

۱۔ شام : غروبِ آفتاب

۲۔ خفتن : ۸ بجے سے ۱۱ بجے رات تک

۳۔ نیم شف : آدھی رات

۴۔ مرگ اول بانگ : ۱۲ بجے رات سے ۲ بجے رات تک

۵۔ مرگ دومی بانگ : ۲ بجے رات سے ۴ بجے رات تک

۶۔ سکور : سحری

۷۔ گوہ بام : صبح صادق

۸۔ اسپید رنگ یا مرگ سیمی بانگ } صبح

۹۔ رودرچ ملک : طلوعِ آفتاب

۱۰۔ یک نیزہ : جب سورج ایک نیزہ کے برابر اونچا نکلے

۱۱۔ دو نیزہ : جب سورج دو نیزہ کے برابر اونچا نکلے

۱۲۔ سے نیزہ : جب سورج تین نیزہ کے برابر اونچا نکلے

۱۳۔ شیر گرم : تقریباً ۸ بجے صبح

۱۴۔ چاشت : تقریباً ۹ سے دس بجے صبح

۱۵۔ سوارہ : دس سے گیارہ بجے

۱۶۔ نیز موچ یا نیمروج : دوپہر

۱۷۔ اول پیشیم : ایک سے دو بجے

۱۸۔ پیشیم : دو سے تین (گرمیوں میں دو سے چار بجے)

۱۹۔ قضا پیشیم : ۳ بجے شام

حفظ مراتب

شادی

یہاں پر شادی کو معیارِ شرافت سمجھا جاتا ہے۔ کسی اعلیٰ خاندان کی لڑکی نیچ خاندان میں بیاہی نہیں جاتی، اور قبیلہ اپنے سے با اثر یا برابر کے قبیلہ سے رشتہ کرتا ہے۔ خصوصاً نوشیروانی خاندان اس امر پر سختی سے کاربند ہے۔ اور اگر نوشیروانی مرد کو برابر کی اقوام میں کوئی موزوں دوشیزہ دستیاب نہ ہو تو وہ شہواڑ کے بڑیچیوں، جاغی کے محمد زئیوں اس بیلہ کے جاموں یا افغانستان کے درانیوں سے رشتہ داری کرتا ہے۔ یہاں کے بلوچ قبائل سے انہوں نے شاذ و نادر ہی کوئی شادی کی ہو۔

نوشیروانی کے بعد عام رخشانی (بلوچ) "خانوادہ" یا "پکا ایس ٹڈ" کہلاتا ہے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس مکین کے لوگ بین القبائل شادی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ لوڑی (لوہار، ترکھان، حجام وغیرہ) نقیب اور غلام کو معاشرے میں بالکل کم درجہ دیا جاتا ہے اس لئے ان کی اجتماعیت بھی "خانوادوں" سے علیحدہ ہے اور یہ تینوں آپس میں رشتہ داریاں کرتے ہیں۔

مَیار

دیگر علاقوں کے بلوچی معاشرہ کی طرح یہاں کے لوگ بھی بلوچی اقدار پر سختی سے کاربند ہیں اور ان قبائلی اصولوں کی خلاف ورزی کو "مَیار" یعنی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ درج ذیل اصولوں کا حتی الامکان پاس رکھتے ہیں:۔

۱. خون کا بدلہ خون۔
۲. امانت کی حفاظت۔
۳. پناہگیر (باہوٹ) کی مرتے دم تک حفاظت کرنا۔
۴. مہمان کی حسب استطاعت خاطر مدارات۔
۵. عورت۔ ہندو۔ لوڑی اور نوجوان کے قتل سے صریحاً احتراز کرنا۔
۶. قاتل کے خاندان سے کسی عورت کا بطور "میڑ (مرکہ)" آنے پر خون معاف کرنا۔
۷. اُس قاتل یا مجرم کو قتل کرنے سے باز آنا جو کسی مسجد یا زیارت گاہ میں پناہگیر ہو۔
۸. میدان جنگ میں عورت کے سر پر قرآن اٹھا کر بیچ میں آجانے سے لڑائی بند کرنا۔
۹. سیاہ کار کو قتل کی سزا دینا۔

انتقام

خون کے انتقام کے لئے حتی الوسع قاتل ہی کو قتل کیا جاتا ہے اور اگر قاتل ان کی دسترس سے باہر ہو تو اس کے کسی قریبی عزیز مثلاً بھائی، باپ یا بھتیجہ کو قتل کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بھی انہیں کوئی نہ ملے تو تاخیر کی صورت میں اسی طائفے کے کسی فرد کی جان لی جاتی ہے۔

خون بہا

قتل کے معاملے میں معتبرین اور بارسوخ اشخاص یہ دیکھیں گے کہ نقصان کس فریق کا زیادہ ہوا ہے اگر نقصان برابر ہوا ہو تو وہ یہ معلوم کریں گے کہ آخر میں کون مارا گیا ہے اور پھر حسب رواج آخر میں مرنے والے کو "گڈ جنگ" کے طور پر مروجہ معاوضہ دیا جاتا ہے (اب تعزیرات پاکستان کے تحت فیصلے کئے جاتے ہیں) اور اگر کسی جانب زیادہ نقصان ہوا ہے تو اس کو حسب رواج مقررہ معاوضہ دیا جاتا ہے۔

سرداری نظام کے تحت مختلف خاندانوں کے خون کی قیمت حسب ذیل تھی :۔

۱۔	اونچے درجے کے بلوچ	〃	۱۲۰۰۰/- روپے یا ۳۰۰۰۰/-
۲۔	عام بلوچ	〃	۸۰۰۰/- 〃 〃 ۲۰۰۰۰/-
۳۔	سرمستاڑی (لوہار)	〃	۱۴۰۰/- 〃 〃 ۳۵۰۰/-
۴۔	دیگر لوہار	〃	۸۰۰/- 〃 〃 ۲۰۰۰/-
۵۔	میڈ	〃	۲۰۰/- 〃 〃 ۵۰۰/-
۶۔	غلام	〃	۸۰۰/- 〃 〃 ۲۰۰/-

اس خون بہا کے علاوہ سردار کا جرمانہ علیحدہ وصول کیا جاتا تھا، جو سردار کی مرضی سے مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ واضح رہے کہ حکمران طبقہ (نوشیروانی) کے خون کی قیمت مقرر نہیں تھی، اس لئے ان کو کوئی نہیں مار سکتا تھا البتہ اگر حکمران خاندان کا کوئی شخص کسی جنگ میں مارا جاتا تو اس صورت میں قاتل کی تمام جاگیر ضبط کی جاتی تھی۔ لیکن حکمران خاندان کے کسی فرد کے ہاتھوں قتل ہونے والے کسی عام فرد کو معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا اور نہ اس کو پناہ دی جاتی تھی۔ مندرجہ بالا عوضانے عوام کے آپس میں جنگ کی صورت میں مارے جانے والے افراد کے لئے تھے۔

عزت کا تحفظ

انہیں اپنی عزت جان سے عزیز ہے اور پگڑی کو اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کی ٹوپی یا پگڑی کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر گرا دیا جائے تو ایسے اشخاص سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ٹوپی کے گرانے کا "بیر" (عوضانہ) لینے کے لئے دوسرے شخص کی بے عزتی کے درپے ہوتا ہے۔

حال واحوال

دوسری تقاریب کی طرح حال احوال میں بھی یہاں کے ممتاز خاندان نوشیروانی کو میر مجلس کے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔ اگر مجلس میں نواب یا نوابزادے ہوں تو اُن کا بڑا شخص، یا ان کی عدم موجودگی میں کوئی بھی بزرگ نوشیروانی اور ان کے بعد سید اس مجلس میں "حوال واجہ" ہوتا ہے۔ دیگر رخشانی قبائل آپس میں حال حوال کے وقت پہلے پیر کزئی پھر قمبرانی اور پھر بالہ زئی کے افراد کو یہ فرض سونپتے ہیں۔ ان کے علاوہ پیر کزئی۔ ممو جہ۔ سہر اور ڈگار زئی بالترتیب حوال واجہ ہوتے ہیں۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی ان قبائل کا شیوہ ہے اور وہ دل کھول کر اپنے مہمان، اجنبی اشخاص اور مسافروں کی خاطر مدارات کرتے ہیں تاکہ انہیں سخی کے نام سے مشہور کیا جائے۔ البتہ رشتہ داروں کے مہمان ہونے کی صورت میں تکلف سے کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ مہمان کی حیثیت کے مطابق اس کی مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ چونکہ علاقہ قحط زدہ ہے اور یہاں کے نچلے طبقے کے لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں اس لئے وہ اپنے "صاحب استطاعت" مہمان سے کچھ تحائف کی آرزو رکھتے ہیں۔ یہ تحفے عام طور پر تمباکو، چینی اور

جائے کی صورت میں زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔

نام اور القاب

بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ہی بچے کا پیار سے وقتی نام رکھا جاتا ہے، جو عمر بھر اس کا عُرف ہوتا ہے، مثلاً پُھل ایں (پھول سا) گوشو (دراز گوش) گلو (گلاب سا) وغیرہ۔ اور چھٹے دن بچے کا جو نام رکھ دیا جاتا ہے وہ اسلامی ہوتا ہے جیسے عبداللہ۔ علی اکبر۔ غلام فاروق۔ عبدالغیاث۔ غوث بخش۔ محمد اعظم۔ نور اللہ۔ نور محمد۔ گل محمد وغیرہ اور خواتین کے لئے حوا۔ مکہ۔ زینب۔ مدینہ۔ مریم۔ سائرہ۔ جنت خاتون۔ رحم بی بی۔ زہرہ۔ گنز بانو۔ شمس خاتون۔

نام رکھنے میں یہ بھی رسم ہے کہ بچے پر متوفی دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی وغیرہ کا نام بھی رکھتے ہیں اس کے علاوہ اسلاف کے مشہور و معروف شخصیتوں کے نام بھی منتخب کئے جاتے ہیں، مثلاً پردل خان۔ جہانگیر۔ اللہ۔ گراں ناز۔ بجار۔ مہناز وغیرہ۔

بعض نام خالص بلوچی ہیں، جو دنوں۔ درختوں۔ پھولوں۔ جھاڑیوں۔ موسموں اور جنگلی جانوروں کے نام سے لئے گئے ہیں، مثلاً جمعہ۔ چہارشنبہ۔ شنبہ۔ عیدو۔ کہور۔ کُنر۔ تراتو۔ مبارک۔ مُمدی۔ گونی۔ لدی۔ گورین۔ سہر پھل۔ جوری۔ منگلی۔ سبزی۔ چگرد۔ نازو۔ سہیل۔ بشام۔ مرزا۔ پلنگ۔ جتی۔ ملس۔ ناگمان۔ شراتون۔ نورس۔ فیروز۔ ہوری۔ بسی۔ بندو۔ مالکان۔ زربخت۔ راج بی بی۔ ہزاری۔ سازین۔ برلپ۔ وشدل۔ مستی خان۔ وغیرہ۔

غیر معروف افراد اپنے نام کے ساتھ اپنے باپ کا نام بھی لیتے ہیں، جیسے اعظمِ بداد۔ رحمتِ رمدان۔ داؤد واہو لشکری، خداداد کہور، مزار گل خان

کہیں کہیں نام کے بعد اپنے قبیلے یا طائفہ کا نام بھی شامل کرتے ہیں، مثلاً محمد اعظم قمبرانی۔ غوث بخش بارزئی۔ غوث بخش ہوتکانی۔ رسول بخش شاہواڑی۔ وغیرہ

بلند مرتبت اشخاص یا پیارے بچوں کو چراغ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

"خان" کا لفظ صرف حکمران یا اعلیٰ طبقے کے ناموں کے ساتھ شامل ہوتا ہے، مثلاً نوابزادہ میر شیر علی خان۔ نوابزادہ میر شہباز خان وغیرہ اس سے نچلے طبقے کے لوگ "میر" کے لفظ کو استعمال کرتے ہیں، مثلاً میر احمد جان۔ میر غوث بخش۔ میر شہباز خان۔ وغیرہ اور سردار کا لفظ نواب خاران کے علاوہ قمبرانی اور محمد زئی کے سربراہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً سردار قمبرانی اور سردار محمد زئی۔ حالانکہ ان میں علاقائی

طور پر صرف سردار خاران (نوشیروانی)، ہی تسلیم شدہ سَردار چلا آرہا ہے۔ واضح ہو کہ اب ہر چلتا پھرتا شخص سردار کے لفظ کو استعمال کرتا ہے، جیسے سردار حاصل خان کبدانی۔ سردار شہداد نقیب۔ سردار محمد مراد طوطا وغیرہ۔

سیّد خاندان اپنے نام کے ساتھ "شاہ" لگاتے ہیں، مثلاً علی محمد شاہ۔ عطاء اللہ شاہ۔ نور احمد شاہ۔ وغیرہ اور فقیر اور پرہیزگار قسم کے لوگ "شے" استعمال کرتے ہیں، جیسے شے حسن۔ شے شادی وغیرہ۔ ہر اس پڑھے لکھے شخص کو مُلا یا مولوی کہا جاتا ہے، جس کی شرعی داڑھی ہو اور نماز پڑھتا ہو اور تھوڑی بہت فارسی لکھ پڑھ سکتا ہو۔ لوہار۔ ترکھان۔ ڈرائیور وغیرہ کے علاوہ مُلا کو بھی اُستاد کہتے ہیں۔ نوکر اپنے مالک کو اور عام لوگ برسرِ اقتدار فرد کو واجہ یا واز دار کہتے ہیں۔

ہندوؤں کی رسومات

بلوچوں کے سماج میں گھل مل جانے کے سبب اگرچہ وہ بعض بلوچی رسم و رواج کو بھی اپنا چکے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے حسب ذیل مذہبی اور سماجی رسومات پر سختی سے کاربند ہیں

پیدائش

بچے کی پیدائش کے پہلے ہی دن متعلقہ اہل خانہ اپنے مندر کے پنڈت کو اس واقعہ کی زبانی اطلاع کردیتے ہیں، تب پنڈت نومولود کے ورثا کے خرچ پر مٹھائیاں وغیرہ تقسیم کرتا ہے۔ اور پھر ستاروں کے حساب سے بچے کے نام کے لئے اپنی مذہبی کتاب "گرنت" سے کوئی حرف تجویز کرتا ہے اور اس کو بعد میں اہل خانہ نام کا ابتدائی حرف قرار دیکر اس سے پورا نام بناتے ہیں (مثلاً گرنت کھولنے پر پہلے صفحہ کا پہلا حرف "ل" ہے تو اس سے لچھمنداس بنا دیا جاتا ہے) شام کو تمام عزیز و اقارب بچے کی پیدائش کی مبارک باد دینے آتے ہیں۔

"چھٹی" کے دن تمام رشتہ داروں کو مدعو کرکے کھانا کھلایا جاتا ہے (کھانے کی رسم اب یہاں تقریباً ختم ہو رہی ہے) اور پھر ان کے سامنے بچے کے نام کا اعلان کردیا جاتا ہے، جسے پنڈت اپنی مخصوص کتاب میں مع تاریخ اور وقت کے درج کرتا ہے۔ کھانے اور دیگر انتظامات کے اخراجات کے لئے لواحقین متعلقہ شخص کو "زیل" کی صورت میں حسب استطاعت امداد بھی دیا کرتے ہیں۔

عام طور پر گیارہ دن توہم پرست لوگ تین مہینے تک نومولود بچے کو نئے اور سلے ہوئے کپڑے ہرگز نہیں پہناتے، چنانچہ اس میعاد کے بعد "چولڑا" رسم کے تحت ایک بار

پھر تمام عزیز و اقارب کو دعوت دی جاتی ہے اور اسی دن بچے کو نئے کپڑے خصوصاً بچے کی نانی کے بنائے ہوئے کپڑے پہنایا جاتا ہے، تب اس موقع پر بھی رشتہ دار نومولود کے والد کو "نزل" دیکر اپنی دلی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

جھنڈ

نومولود بچے کے سر کے بال اس وقت تک نہیں کاٹتے، جب تک اس درمیان میں "دسہرے" کے دو تہوار نہ گذرے ہوں، دوسرے دسہرے کے تہوار کے دن بچے کا باپ اپنی پنچایت سمیت کسی قریبی آب جو پر جاکر بچے کے سر کے بال (جھنڈ) صاف کرتے ہیں، جہاں بچے کی نانی نئے کپڑے لاکر اپنے نواسے کو پہناتی ہے اور پنچایت کے افراد متعلقہ شخص کو "نزل" دیتے ہیں۔

جنو

جب کوئی لڑکا دس بارہ سال کی عمر کو پہنچے، یعنی اپنے مذہب کو سمجھنے کے قابل ہو تو اس کو اپنے مندر یا کسی پانی کی نالی پر لے جاکر پنڈت کے ذریعے اپنے مذہب کے متعلق ضروری اور اہم ہدایات دی جاتی ہیں، اور پنڈت ایک سفید دھاگے "زنار" یا جنو" پر کچھ پڑھ کر لڑکے کے گلے میں ڈالتا ہے، اور اسی دن سے وہ لڑکا ہندو شمار ہونے لگتا ہے۔ اس تقریب کے بعد جب بھی یہ لڑکا مرجائے تو اسے (سسکار) جلا دیا جاتا ہے، بصورت دیگر "جنو" سے پہلے مرنے والے بچوں کو جن کا اس وقت کوئی مذہب نہیں ہوتا، "سمادی" (دفن کیا جاتا ہے) لڑکی کو اگرچہ "جنو یا زنار" نہیں پہنایا جاتا، مگر پھر بھی بارہ سال کی عمر سے پہلے مرنے پر اور اس کے بعد جلا دیا جاتا ہے۔

شادی بیاہ

گو ہندوؤں کی رسم کے مطابق اپنے قریبی رشتہ داروں کے مابین ناطہ کرنا جائز
نہیں ہے، لیکن یہاں کے ہندو اپنی اقلیت سے متاثر اور مجبور ہو کر آپس میں بھی رشتہ داریاں
کرتے ہیں۔ ان کے رشتہ طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دو معزز (منصفا) اشخاص کو لڑکی والوں
کے ہاں "رسال" ( ) بھیجتے ہیں جو وہاں جا کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں، لیکن عام طور پر
لڑکی والے دو تین مہینے تک انھیں کوئی جواب نہیں دیتے بالآخر متعدد بار آمد و رفت اور
رشتہ طلب کرنے پر لڑکی والے رضامندی کی صورت میں اپنے ہونے والے داماد کو کوئی انگوٹھی
یا پگڑی بطور (دودھائی) تحفہ دینے کے ساتھ ساتھ یہ رشتہ طلب کرنے والے وفد کو بھی
کچھ تحفہ تحائف پیش کرتے ہیں۔ اور پھر (لڑکی والے) اپنے قبیلہ کو دعوت یا عصرانہ دے کر
ان کو اپنی اس رشتہ داری کی اطلاع دیتے ہیں، لیکن دلچسپ کی بات یہ ہے کہ اس تقریب میں
لڑکی کا باپ، ماں اور بڑا بھائی ہرگز شامل نہیں ہوتے، اور نہ ہی یہ رشتہ دار عمر بھر تک
اپنے داماد کے گھر کا کھانا کھاتے ہیں، اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر انھیں داماد کا کھانا کھانا
پڑے تو اس کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اپنے داماد کو اس کے کھانے کا دگنا عوضانہ ادا کرتے ہیں۔

منگنی کی ان تقاریب کے بعد حسب منشا جب شادی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے
تو لڑکے والوں کی طرف سے دو معزز اشخاص پر مشتمل ایک وفد شادی طلب کرنے جاتا ہے اور لڑکی والوں کی باہمی رضامندی اور
مشورہ سے شادی کے لئے کوئی تاریخ مقرر کی جاتی ہے، مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے لڑکے
والے اپنے رشتہ داروں کو شادی کی اطلاع کرتے ہیں اور کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔
اور دوسرے دن شام کا کھانا کھانے کے بعد لڑکے کی برات لڑکی والوں کے ہاں پہنچ جاتی
ہے، جہاں براتیوں کی صرف چائے سے خاطر تواضع کی جاتی ہے
رات کو ۱۱، ۱۲ بجے مہاراج (پنڈت) دلہا، دلہن اور ان کے والدین کو آگ کے الاؤ

کے گرد بٹھاکر "خاشہ" (ایجاب و قبول) کراتا ہے اور اس کے فوراً بعد دلہن کو لے کر "ڈیو" (گھر) میں داخل ہونے کے لئے دلہن اس کا دروازہ خود اپنے ہاتھوں سے کھولتی ہے۔ اس سے پیشتر وہ (دلہن) دروازے میں کھڑی دولہا کی ماں یا بہن کے ہاتھ کی تھالی میں چاندی کے سکوں دیگی ہیں سے کچھ اُٹھائیگی (اور یہ سکے بعد میں دلہن کی ملکیت ہوں گے)

دوسرے دن لڑکی والے داماد کی برات کو کھانا کھلاکر رخصت کرتے ہیں اور پھر مقامی مکھی یا چوہدری اپنی برادری سمیت دُلہے کے گھر جاکر اُسے نقدی کی صورت میں "نزل" پیش کر کے مبارکباد دیتے ہیں۔

لڑکی کے والدین نہ صرف اپنی لڑکی کو حسبِ استطاعت زیور اور گھریلو سامان پر مشتمل "ڈاجہ" (جہیز) دیتے ہیں بلکہ وہ شادی کے دن سے اگلے چاند تک اپنی لڑکی اور داماد کو متواتر دو وقت کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر تہوار کو لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ بھیجا کرتا ہے، جبکہ ایسے موقعوں پر ان کے بچوں کے لئے بھی گیارہ گیارہ جوڑے کپڑے بھی بھیجتا رہتا ہے، اسی طرح داماد تا زیست ہر مہینے کے چاند کی شام کو اپنے سسرال کے ہاں کھانا کھانے کا رسماً پابند ہے۔

بیوہ عورتوں کی شادی بہت ہی سادہ ہوتی ہے، اس میں عورت کو نہ تو کوئی جہیز (ڈاجہ) دیا جاتا ہے، اور نہ ہی وہ پہلی شادی کے زیورات اور جہیز کا سامان اپنے ساتھ لے جا سکتی ہے، اس لئے بیوہ عورتیں حتی الامکان دوسری شادی سے گریز کرتی ہیں۔

وفات

جب کسی ہندو کی موت واقع ہو تو اس کے فوراً بعد اس کے تمام لڑکے اپنے سروں کے بال صاف کر دیتے ہیں اور عزیز و اقارب لاش کو نہلا دُھلا کر معطر، نئی اور عمدہ قمیص اور مرد کو سفید، عورت کو سرخ کفن پہنانے کے علاوہ "سرگباشی" یعنی متوفی کی برادری کا ہر فرد

اس کی لاش پر ریشمی چادر ڈال کر ڈھانپتے ہیں اور پھر لاش کو "ارتھی" پر اٹھا کر "شمشان" (مرگھٹ) پہنچایا جاتا ہے، جہاں اس کی قمیص اور کفن چھوڑ کر باقی تمام چادریں غربا اور مساکین میں تقسیم کی جاتی ہیں، اور پھر لاش کو لکڑیوں پر رکھ کر آگ لگا دی جاتی ہے اور تین دن تک اسے اسی آگ میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ادھر گھر میں اس کے عزیز و اقارب گرو گرنتھ صاحب کو اپنے گھر لا کر پڑھتے اور صبح و شام حلوا تقسیم کر کے اس کی روح کو "مکتی" پہنچاتے ہیں، تا آنکہ یہ سلسلہ ۱۱ یوم تک جاری رہتا ہے وقوعہ سے تین دن بعد تک متوفی کے گھر والوں کو ہر روز پنچایت کی جانب سے کھانا دیا جاتا ہے، چوتھے دن آنجہانی کے تعداد کی چار رشتہ دار جا کر ہڈیوں کی راکھ "استر" کسی ڈبیہ میں جمع اور بند کر کے "ہردوار (انڈیا)" کے متعلقہ پنڈت کے نام پارسل کرتے ہیں جہاں وہ اس راکھ کو گنگا[1] میں بہا دیتا ہے۔

سات دن کے متواتر ماتم کے بعد آٹھویں دن پنچایت "اٹھالا" کی رسم کے تحت جا کر ماتم ختم کرواتی ہے، اور بارھویں دن متوفی کے "سدھارا" کے لئے "کریا کرم اور علاوہ اس کے گھر میں "ہون" (خوشبو پھیلایا جاتا ہے) کہا جاتا ہے کہ اس طرح اس گھر کی بدروحیں بھاگ جاتی ہیں۔ لنگ کے نام سے عام (خیرات) کیا جاتا ہے (لیکن اس میں گوشت شامل نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے مذہب کے تحت گوشت جائز نہیں) اور اسی دن پنڈت کو بھی قیمتی لباس اور کچھ نقدی دیکر رخصت کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر سال اسوج والے مہینے (   ) میں متعلقہ وفات کی تاریخ کے دن سالانہ سشرادھ کیا جاتا ہے اگر متوفی مرد ہے تو پنڈت کو ایک قمیص اگر عورت ہے تو

---

[1] ہندو یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ گنگا ایک متبرک پانی ہے، اس لئے جس کی لاش وہاں جائے گی، اس کی روح تکالیف و مصائب سے بچ جائے گی، اور کہتے ہیں کہ گنگا کے قریبی لوگ وہاں کی لاشوں کو صرف ایک داغ دیکر گنگا میں بہا دیتے ہیں اور چونکہ دور افتادہ علاقوں کی لاشیں وہاں تک نہیں پہنچائی جا سکتیں، اس لئے ان کو جلا کر ان کی راکھ گنگا تک پہنچا دیا جاتا ہے، تا کہ گنگا جل انھیں اپنی پناہ میں لے۔

ایک دوپٹہ بھی دیا جاتا ہے۔

شیو راتری

یہ تہوار پھاگن کی ۱۳ر تاریخ کو منایا جاتا ہے، اور اس کے پس منظر کے متعلق یہ روایت کارفرما ہے کہ اس دن مذہب کے تبلیل کا کوئی بڑا "اوتار" (بزرگ)، (امن کا دیوتا) شیو شنکر بھی اسی تو جی پیدا ہوا ہے، اسی لئے وہ ہولی سے سترہ دن پہلے اس تقریب کو عملی جامہ پہناتے ہیں، یہ ایک مختصر اور سادہ سی تقریب ہے اس میں چھوٹے بچے پہلے دن اپنے مذہب کے لوگوں کے گھروں سے بھیک مانگتے ہیں، تینوں دن تک ان کو کھاتے ہیں، مجلس موسیقی کے علاوہ متعلقین کو دعوت دے کر خوشی مناتے ہیں۔

اور اسی طرح "جنم اشٹمی" کے تحت کرشن کی پیدائش کا دن منایا جاتا ہے، لیکن اس تقریب میں کوئی خاص رونق اور دھوم دھام نہیں ہوتی۔

ہولی

روایت ہے کہ متھرا کا بادشاہ "کنس" ایک بہت بڑا ظالم، خوددار اور عیاش شخص تھا، لیکن اسے اپنے انجام کا بھی ہر طرح وہم اور خطرہ رہتا تھا، چنانچہ ایک دن اس نے ملک کے نجومیوں کو بلوا کر اپنے مستقبل کے بارے میں استفسار کیا، جس پر نجومیوں نے اس سے کہا تھا وہ اپنے کسی بھانجے کے ہاتھوں قتل کیا جائیگا اس لئے کنس نے اپنی تمام بہنوں پر اپنے معتبر نگران مقرر کر دیئے اور انھیں حکم دیا کہ جب بھی کسی بہن کے گھر اولاد نرینہ پیدا ہو تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، پہلے تو نگرانوں نے چند عرصہ تک بادشاہ کے حکم کا احترام کیا۔ لیکن جب اس کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو انہوں نے اس کے بھانجے "کرشن" جب بڑا ہوا تو اس نے عوام کے ساتھ مل کر ظالم بادشاہ کے خلاف بغاوت شروع کر دی، اور ایک دن حملہ کر کے بادشاہ کو قتل کر دیا گیا

اور کرشن بادشاہ بنا دیے گئے چنانچہ اس فتح کی خوشی میں عوام نے ایک بہت بڑا جشن (ہولی)
منایا، اور انقلاب کی علامت کے طور پر ایک دوسرے پر رنگ (گلال) پھینکے۔ اس تے
آج بھی ہندو پھاگن کی ۳۰ کو "ہولی" کی تقریب مناتے ہیں۔

دسہرہ

یہ تہوار ہر سال (اسوج کے مہینے میں) منایا جاتا ہے اور اس دن خوب خوشی منائی جاتی ہے۔
مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور اسی تقریب کے موقع پر گذشتہ دسہرے سے پہلے پیدا ہونے والے
بچوں کے سر کا بال اتارا جاتا ہے۔

اس تہوار کا پس منظر یوں بیان کیا جاتا ہے

سیتا جی کے والد نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ جو راجہ کے سوئمبر (تیر کمان) کو اٹھائیگا تو
وہ اپنی لڑکی سیتا جی کو اسے دیدے گا، چنانچہ اس وقت کے تمام راجاؤں نے سوئمبر اٹھانے
کی کوشش کی، لیکن سوائے رام چندر جی کے باقی تمام ناکام ہو گئے اس لئے سیتا جی رام چندر جی
کے حوالے کر دی گئیں۔

رام چندر جی کے باپ راجہ دسرت (اجودھیا) کی دوسری بیوی کیکئی نے راجہ سے اقرار
کرایا تھا کہ وہ چودہ سال کے لئے اس (بیوی) کے بیٹے بھرت کو راجہ بنائیگا، اور اس دوران
رام چندر جی کو بن باس کریگا، چنانچہ رام چندر جی راجہ دسرت کے حکم پر اپنی بیوی سیتا جی اور
بھائی لکھشمن کو لے کر بن باس لئے جنگلوں میں چلا گیا، وہاں رہتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کے
چاروں طرف ایک لکیر کھینچ کر اسے کہا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں اس لکیر سے باہر نہ نکلے
رام چندر جی اور اس کا بھائی لکھشمن جنگلوں میں شکار کے لئے گھومنے گئے تھے کہ دس سر والا
لاجدادن (لنکا) فقیر کے بھیس میں سیتا جی کے پاس آیا اور اس نے اس عورت کو بھیک دینے
کے بہانے سے لکیر سے باہر آنے کو کہا اور جب وہ عورت لکیر سے باہر آئی تو راجہ راون نے اغوا کر

واپس آنے پر جب رام چندر جی کو راون کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے ہنومان (بندر) کی زیر سرکردگی میں جنگل کے بندروں پر مشتمل ایک عظیم فوج لے کر راون پر حملہ کیا، لیکن وہ ہر چند کہ راون پر تیر برساتا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوتی اور راون زخمی نہیں ہوتا، چونکہ راون ظالم شخص تھا اس لئے اس کے بھائی "بھبی کھن" نے یہ بھید[1] بھی فاش کر کے رام چندر جی کو بتایا کہ جب تک راون کے ناف میں تیر نہیں لگے گا، اس وقت تک وہ نہیں گرے گا، چنانچہ رام چندر جی نے راون کے ناف میں تیر مار کر لنکا پر فتح حاصل کی، چنانچہ عوام نے "دس سر" والے راجہ راون سے نجات پانے کی خوشی میں جشن منایا، مٹھائیاں تقسیم کیں اور چراغاں کیا گیا، اس لئے آج تک یہ تہوار بدستور منایا جاتا ہے۔

چونکہ رام چندر جی کے بن باس کی معیاد ختم نہیں ہوتی تھی اس لئے اس نے راجہ راون کے بھائی بھبی کھن کو راجہ بنا کر خود اپنی بیوی اور بھائی لکشمن کے ساتھ پھر جنگلوں میں چلا گیا۔ اس جنگ میں اس کے بھائی لکشمن کو کاری زخم آئے تھے، لہٰذا اس کے علاج کے لئے بندر نے کوہ ہمالیہ سے "سرجیون لوٹی" کو مع اس قطعہ زمین کے لا کر پیش کر دیا جسے کھا کر لکشمن صحتیاب ہو گیا۔

دیوالی۔

جب رام چندر جی نے بن باس کی معیاد پوری کر کے واپس اجودھیا آئے تو عوام نے اس کی آمد پر خوشی میں اس کے سوتیلے بھائی بھرت نے بھی تخت رام چندر جی کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ اس تاریخ پر یہ لوگ "دیوالی" منا کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[1] اسی بنا پر یہ مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

گرو پورب

گرو نانک کی پیدائش کے دن "گرنت صاحب کا بوگ" یعنی اپنی مذہبی کتاب کو پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ اور "لنگر" کی صورت میں کھانا اور مٹھائیاں وغیرہ تقسیم کی جاتی ہیں۔

ان کے علاوہ مختصر طور پر بسنت پنچمی، بیساکھی اور رکھڑی کے تہوار بھی منائے جاتے ہیں۔

برت

۱۔ ست نرائن کے نام سے ہر ماہ کے چاند کی پندرہ تاریخ کی صبح سے "برت" (فاقہ) شروع کیا جاتا ہے، اور اس درمیان میں کوئی چیز نہیں کھاتے تاآنکہ سہ پہر کے وقت پنڈت ست نرائن کی کتاب پڑھ کر "کتھا" (تقریر) ختم کر دیتا ہے تب تمام لوگ کسی میٹھی چیز سے "پرشاد" کرتے ہیں۔

۲۔ بکرمی سال کے ہر مہینے کی گیارہ اور ۲۶ کے دن "گیارس" کے نام سے "برت" کیا جاتا ہے لیکن ان ایام میں صرف گندم اور چاول سے بنی ہوئی چیزیں نہیں کھائی جاتیں، بلکہ دوسری چیزیں کھانا جائز ہے۔

۳۔ ماگھ کی ۱۹ر تاریخ کے ۳ بجے رات اٹھ کر کھانا کھایا جاتا ہے اور اس کے بعد دوسری رات چاند نکلنے پر (تقریباً ۹ بجے رات) منہ کھولا جاتا ہے، ایک دوسرے کے گھروں میں کھانے کی چیزیں بھیجتے ہیں۔

۴۔ اسوج کے پہلے پندرھواڑے میں سات دن تک یعنی "درگا اشٹمی" کے دن "نوراتر" کی صورت میں کوئی سفر نہیں کیا جاتا، نئے کپڑے نہیں پہنا جاتا، ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا جاتا اور مندروں میں پوجا پاٹ جاری رکھا جاتا ہے۔

درگا اشٹمی

اسوج کے آخری ہفتے یعنی ۲۳ ویں تاریخ کو "کالی دیوی" کا تہوار منایا جاتا ہے، چونکہ کالی دیوی کا اصل مسکن کلکتہ میں ہے، اس لئے ہندوستان اور بنگال کے ہندو یہ دن بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، یہ ہندوؤں کا بہت ہی اہم دن ہے؛ قدیم الایام میں اس تہوار پر انسان کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا اور اس غرض کے لئے لوگ رضاکارانہ طور پر خود پیش ہوتے تھے، لیکن اب اس طریقہ کو سرکاری طور پر ممنوع قرار دیدیا گیا ہے، اس لئے آج کل صرف جانوروں کو "بلی دان" کر کے ان کا گوشت غریبوں کر تقسیم کیا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ کالی دیوی قلات میں بھی کسی وقت آئی ہے؛ چنانچہ قلات کے ہندو بھی اس تہوار کو خصوصیت کے ساتھ بڑے احترام سے مناتے ہیں، جبکہ خاران کے ہندو اس دن صرف "پرشاد" کرتے ہیں۔

اعتقادات

یہاں کی اجتماعی آبادی سنی العقیدہ (مسلم) ہے۔ مسعودی کہتا ہے کہ خلیفہ امید (امائڈ) کے زمانے میں خاران کے پہاڑوں کے باشندے آتش پرست تھے اور انہوں نے آٹھویں صدی اور گیارہویں صدی کے درمیان میں اباسد (ABBASID) کے دور میں اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد وہ شیعہ مذہب میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ شیعہ فرقہ کے وطن ایران کے ہمسایہ تھے، لیکن ان کا اعتقاد ہی پرانا ہی تھا۔

سردار آزاد خان کے دورے سے پہلے یہاں کے لوگ اسلام کی اصلیت کے مطابق بہت کم جانتے تھے۔ اور جب سردار آزاد خان افغانستان کے دورے پر گئے تو وہاں سے وہ چند مُلا بھی ساتھ لائے، انہوں نے یہاں کے عوام کو اسلام کی روشنی سے روشناس کیا۔

اگرچہ بعد میں یہاں کے لوگ بھی قاسم العلوم ملتان یا سندھ کے دیگر مذہبی مدارس سے تعلیم حاصل کر کے تمغۂ ملا یا "مولوی" حاصل کر چکے ہیں اور تقریباً ہر گاؤں میں کوئی نہ کوئی مُلاّ موجود ہے، لیکن پھر بھی ان کے قدیم روایاتی عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکی ہے اور اس سائنسی دور میں بھی یہاں کے اکثر لوگ مقبروں، درختوں اور چشموں وغیرہ پر بیٹھ بکریاں لے جا کر ذبح کرتے ہیں اور اپنی مراد، بیماری اور کامیابی وغیرہ کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

پیر پرستی

پیر پرستی کے بارے میں کچھ کہنا بیکار ہے کیونکہ یہ عقیدہ تقریباً ہر ملک میں موجود ہے لیکن

اس علاقہ میں پیر کے مزار کے علاوہ (پیر کے نشان) لکڑ پرستی ایک انوکھا اعتقاد ہے۔ یعنی یہاں پر اکثر و بیشتر مقامات پر نہ تو کوئی مقبرہ ہے اور نہ کوئی خانقاہ وغیرہ، بلکہ اگر کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ مقام کسی پیر کا ہے' یا یہ پہاڑ کسی درویش کا مسکن رہا ہے یا اس چشمے سے کسی بزرگ نے پانی پیا ہے تو بس لوگوں نے ان کو زیارت گاہ مان کر ان پر جھنڈیاں لگا دیں' اور اس کی عزت و حفاظت میں لگ گئے ہر مقام کے لوگ اپنے متعلقہ پیر (نشان) پر حد درجہ اعتقاد و یقین رکھتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی قبیلہ کا کوئی شخص یا جانور بیمار پڑ جائے یا گم ہو جائے' یا انہیں کوئی اور پریشانی اور تشویش کا سامنا درپیش ہو تو وہ اس سانحہ کو اپنے پیر کی ناراضامندی' رنجیدگی اور فراموشی سمجھ کر اس کا کفارہ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اپنے مخصوص پیر کے لئے کوئی نہ کوئی منت (جو خصوصاً مال مویشی کی قربانی کی صورت میں ہوتی ہے) مانتے ہیں اور پھر اس جانور کو اس نام نہاد زیارت پر لے جا کر ذبح اور خیرات کرتے ہیں۔

علاقہ میں اس نوع کے بے شمار مقامات موجود ہیں' ان میں سے بعض مشہور مقامات حسب ذیل ہیں۔

راسانی

شادی کے موقع پر "راسانی" کے معتقد دلہا سے اس کی شادی سے قبل پیر کی خیرات کے لئے ایک بھیڑ یا بکری لے کر مذکورہ مقام پر لے جاتے ہیں اور وہاں پر اسے ذبح کر کے نو عروس جوڑے کی ازدواجی بہتری کے لئے دعا مانگتے ہیں۔

بچہ کی پیدائش سے کچھ دن پہلے بھی میاں بیوی "راسانی" کو حاضری دینے جاتے ہیں اور تکلیف کے بغیر بچے کی پیدائش کے لئے اس مقام سے کچھ مٹی اٹھا کر کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مریضوں کو بھی اس مقام کی "خاک شفا" کھلائی جاتی ہے۔

شے شادی

"   " اور "حرماگئے" کے راستے پر واقع اس مقبرہ کی مانی ہوئی منت کی خیرات لینے کیلئے ہر شخص کا حاضر ہونا ضروری ہے ورنہ اگر کوئی شخص کسی غیر حاضر شخص کے لئے خیرات کا کوئی حصہ علیحدہ کرے تو وہ پیر کی (کسور) ناراضگی سے کسی آفت میں مبتلا ہو گا اور پھر اس کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اسے ایک اور خیرات کرنا ہو گی۔

ملک مترندہ

اشکیل اور دابندین کے مابین ایک پہاڑی پر واقع "ملک مرندہ" کے نام سے ایک مقام مشہور ہے۔ یہاں کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ملک مترندہ کے (آپ رتیچ) پانی کے بہاؤ کے اطراف میں کسی بھی سانپ۔ بچھو۔ گیدڑ۔ لومڑی۔ بھیڑیا۔ ہرن اور دیگر جنگلی پرندے اور چرندے کو مارے تو پیر اس شخص سے ناراض ہوگا اور وہ پیر کے عقاب کا نشانہ ہوگا۔

سلطان

سلطان کے مقام پر نمک زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کے اکثر لوگوں کا ذریعہ معاش اسی نمک کی فروخت پر ہے۔ لہٰذا یہاں کے لوگوں کو نمک اٹھانے سے پہلے "سلطان" کے لئے کوئی منت ملتی پڑتی ہے ورنہ بصورت دیگر قصداً نمک اٹھانے سے یا نمک مہنگے داموں فروخت کرنے سے ان کو اس پیر (بھتی) کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔ اور انہیں کوئی مالی یا جانی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

شیخ حسین

روایت ہے کہ شیخ حسین ایک برگزیدہ سید تھا جس نے زہد و تقویٰ کے لئے اس پہاڑی چوٹی کو منتخب کیا اور یہاں پر آباد ہو گئے' اس نے علاقہ چاغی کے پہاڑوں میں مسکن سید بلانوش کی لڑکی سے شادی کی۔ اور اس طرح اس کا قیام اور بھی مستقل ہوا' اس کی دعاؤں کی برکت سے فاران کا ایک وسیع زمین ریگستان سرسبز و شاداب تھا' متعلقہ پہاڑ کے تمام جنگلی جانور اس کے حکم کے تابع تھے۔ اور موجودہ چشمہ بھی اس کی دعاؤں سے چلتا ہے۔ یہاں کے لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب مغلوں نے اپنے ٹڈی دل لشکر کے ذریعے ملکوں کو فتح کر لیا تو اس علاقے کو بھی انہوں نے اپنی مملکت میں شامل کر دیا۔ اور مغلوں کے مقامی حاکم نے سید شیخ حسین کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے لئے حکم بھیجا لیکن سید نے اسکے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اور مغل حکمران نے اس کی گرفتاری کے لئے ایک مختصر فوجی ٹولہ بھیجا۔ جب سید کو ان کی نیت کا علم ہوا تو انہوں نے ایک ایسی دعا مانگی جس سے اس فوجی ٹولہ میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ بجائے سید کے گرفتار کرنے کے آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ اور سید براہِ راست ان کے درمیان سے فرار ہو کر غائب ہوا اور کشیری کلگ میں جا کر چھپا۔ اس مقام پر اس کا مقبرہ اور ایک چھوٹی سی مسجد

ہے جنہیں سید شیخ حسین سے منسوب کرتے ہیں۔ اور یہاں کے چشمہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ یہ پانی بھی سید کے نیزہ مارنے سے برآمد ہوا ہے۔

ان کے علاوہ حسب ذیل مقامات بھی یہاں کے باشندوں کے اعتقاد کے مراکز ہیں:۔

نمبر شمار	نام مقبرہ یا اعتقاد کا مقام	محل وقوع	چند دلچسپ روایات
۱۔	مقبرہ ملک نوشیروان	گلوگر ماشکیل	مقامی لوگ دور دراز علاقوں سے اپنے مریضوں کو لاکر ملک نوشیروان کے گنبد کی بالائی منزل میں ملک نوشیروان کی قبر کے ساتھ لٹاکر خود قبرستان سے دور ہٹ جاتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ملک نوشیروان اس مریض سے کہتا ہے "اب جاؤ تم تندرست ہو گئے ہو۔"
۲۔	ملک دینار	داشک	ملک دینار کی قبر یہاں کے لوگوں کے اعتقاد کا مرکز ہے۔ روایت ہے کہ ملک دینار نے ایک اژدہا کو پتھر بنا دیا تھا، یہ پتھر اب بھی داشک کے پہاڑ میں موجود ہے اور لوگ موسمی بخار کے مریضوں اسی پتھر کے ٹکڑے سے باندھتے ہیں۔
۳۔	سید امیر	کوٹمان	
۴۔	سید محمود	نوروز آباد	
۵۔	بی بی نور	آزادگز	کہتے ہیں کہ یہ زمین میں خود دھنس گئی تھی اور چار سال تک اس کے دوپٹہ کا ایک کنارہ زمین کی سطح پر نظر آتا تھا۔
۶۔	ملک خواجہ مُرد		
۷۔	فقیر جمعہ		

۸۔ چہلیں بزرگ	سرادان	
۹۔ فقیر برفی	کسان	
۱۰۔ سلطان بہ لنگر	گرک۔ یوسف دال	
۱۱۔ ملک راسانی	راسانی	راس کوہ کی ایک چوٹی جو ۵۰۷۷ فٹ اونچا ہے۔
۱۲۔ بی بی شیشنی		
۱۳۔ سید بجار	کوٹان	سید امیر کا بیٹا ہے۔
۱۴۔ ڈوہو	جھلاوان	
۱۵۔ شے شادی	جھالوان	
۱۶۔ رمضان غیب	راس کوہ	شاہ حسین کا بیٹا ہے۔
۱۷۔ شیخ سالار	ہلمرگ	
۱۸۔ سید سندڑ	بڈو	اس کی ایک مسجد دیہہ بنگلزئی میں واقع ہے۔
۱۹۔ حاجی نوت	کوہ بل	یہ قبیلہ مردان شہی کا برگزیدہ شخص تھا۔
۲۰۔ بی بی حور	واشک	اس کی کنیزہ شیشول زمین میں دھنس گئی۔
۲۱۔ سنگ بند تابعین	"	عبداللہ بن مبارک کی چلہ گاہ۔
۲۲۔ پیر لویک	رزائی کلگ	پیر کی ناراضگی کے خوف سے یہاں کے لوگ اس مقام کے ثمرات کو فروخت نہیں کرتے۔
۲۳۔ پیر چارک یا ملک قمبر	ایری کلگ	روایت ہے کہ اس مقام پر سردار آزاد خان نے ایک چشمہ احداث کیا تھا جو پیر کی غیر رضامندی کی وجہ سے منہدم ہوگیا۔
۲۴۔ ملک تمرندہ	راس کوہ	راس کوہ کی سب سے بلند چوٹی ۹۵۳۲ فٹ اونچے مقام پر واقع ہے۔
۲۵۔ تمام گنبد	خاران	خاران میں واقع تمام گنبد اُن کے عقیدہ کے مطابق برگزیدہ اشخاص کے ہیں۔ چاہے وہ سردار کا گنبد ہی کیوں نہ ہو، سردار بھی تو کوئی

برگزیدہ اور عارف شخص ہے جو سردار ہوتا ہے ویسے عوام تو گنا ہگار ہیں اس لئے ان میں سے کوئی سردار بھی نہیں بن سکتا۔

۲۶۔	حضرت علیؒ اسپؒ پد	بوپؒ ریک اور کلشتان	خاران شہر سے مغرب کی جانب کوئی پانچ میل کے فاصلے پر چند پتھروں پر نال (یا چاند) جیسے جو نشان نظر آتے ہیں۔ انہیں حضرت علی کے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات سے منسوب کرتے ہیں۔ اس قسم کے کچھ نشانات وادئ کلشتان کے دینار کی چٹانوں پر بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے تمام پتھر متبرک سمجھے جاتے ہیں۔
۲۷۔	لنگر ملک راس کوہ	راس کوہ کی چوٹی پر	
۲۸۔	پیر پچی	ندی راسانی	راسانی کی ندی میں ایک درخت ہے جس پر رہگزر کپڑوں کے چھیتڑے باندھتے رہتے ہیں۔
۲۹۔	ملک آبیدارؒ مزار	آبیدار ندی	
۳۰۔	ملک کانیان	کانیان ندی	
۳۱۔	بی بی لوری	لوری ندی ماشکیل	
۳۲۔	ملک بہرام شاہؒ گنبد۔	واشک	
	بی بی شلی	شلی	روایت ہے کہ چاکر خان رند کی دختر نیک اختر بی بی شلی کا یہاں کچھ عرصہ قیام ہوا

ہے۔

رنگول	ماشکیل
پھل چوٹا	"
سلطان	"
سید کلاں	"
لنگر چلتن	لوس (راس کوہ)

توہمات

اگرچہ انسان ترقی کے ساتھ ساتھ توہمات کے چنگل سے آزاد ہوتا جا رہا ہے اور سائنس کی انقلاب آفریں قوت کے ذریعے کائنات کے بہت سے پُراسرار گوشے بے نقاب ہو چکے ہیں مگر آج بھی خاران کے بعض دور دراز دیہات جہالت کی گھمبیر تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ خصوصاً ایسے لوگ جو ماضی میں تعلیم سے یکسر محروم رکھے گئے تھے وہ ان توہمات کا روز اول کی طرح شکار ہیں۔ یہاں ان توہمات کی تفصیل پیش کی جاتی ہے :۔

آگ، نمک۔ اور۔ برکتِ خانہ

رات کے وقت یہاں کے باسی کبھی نمک اور آگ نہیں دیتے۔ یہاں کے مسلمان اور ہندو دونوں فرقے رات کے وقت نمک اور آگ کا گھر سے نکالنا بُرا شگون سمجھتے ہیں اور اگر کسی خاص عزیز رشتہ دار کے لئے بہت ہی مجبور ہو جائیں تو پھر بھی نمک میں تھوڑی سی راکھ ملا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ رات کے وقت نمک دینا ان کے نزدیک گھر کی برکت نکالنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اور آگ ۔ آگ تو عورتوں کا حصہ ہے اگر کسی کی ایک بیوی ہو تو وہ بیوی اپنے کسی خاص عزیز کو بھی شام کے بعد ایک دفعہ سے زیادہ آگ نہیں دے گی کیونکہ گھر سے دو دفعہ آگ دینے سے گھر کے مالک کی قسمت میں ایک اور شادی کا خاندیشہ ہوتا ہے اس لئے سوکن کے ڈر سے گھر کی مالکہ مرتے دم تک بھی باربار آگ لیجانے نہیں دیتی۔ چاہے سردیوں میں کوئی ٹھنڈی سے مر ہی کیوں نہ جائے۔

رات کے علاوہ صبح جب کوئی عورت آگ پر دودھ گرم کر رہی ہو تو وہ آگ کی ایک چنگاری بھی اٹھا
نہیں دیتی، دودھ کے نیچے سے آگ لیجانے کو دودھ کے گھی کی برکت کو ضائع کرنے کے مترادف
سمجھا جاتا ہے۔

چارپائی اور رات

رات کے وقت کسی گھر سے چارپائی نکالنا بُرا شگون سمجھا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ رات
صرف میت کی چارپائی نہیں نکالتے، خواہ کسی کو چارپائی کی کتنی زیادہ ضرورت ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے
علاوہ کپڑے دھوتے وقت ان کو "الٹا" کر سکھایا جاتا ہے کیونکہ مردے کے کپڑے سیدھے سکھائے
جاتے ہیں۔

گھی کی برکت

لسی سے زیادہ گھی نکالنے کے لئے عورتیں ایک دوسرے کے مشکیزہ سے لسی کی برکت چرانے
کے لئے صبح سویرے اٹھ کر اپنی لسی بلوتی ہیں، جو عورت سب سے پہلے اٹھ کر اپنی لسی سے گھی نکال
دے گی، اس کے گھی میں تمام دیہات کی لسیوں کی برکت ہوتی ہے اور اگر کسی عورت کی لسی سے گھی
کم نکلے تو وہ سارا دن اُس کو کوستی رہے گی، جو اس سے پہلے جاگ کر اپنے مشکیزہ کو تیار کر کے اس
کی لسی کی برکت لے گئی ہے۔

نیز تجربہ کار اور ہوشیار خواتین اپنے جانوروں کا دودھ کبھی بھی کسی تانبے کے برتن میں نہیں
نکالتیں، وہ ہمیشہ مٹی کے برتن یا کوئی اور ٹین استعمال کرتی ہیں، تانبے کے برتن میں دودھ نکالنے
سے اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے اور دودھ بھی کم نکلتا ہے۔

پُشت پا

یہاں پر کسی کو پیچھے سے آواز دینا بہت بُرا شگون سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کو جاتے
دیکھ کر پیچھے سے پکاریں تو جانے والا ... وہ مقصد پورا نہیں ہوگا جس مقصد کے لئے وہ جا رہا ہے۔
لئے اگر کسی کو غیر ارادی طور پر پیچھے سے پکار جائے تو وہ اس وقت اپنا سفر ملتوی کرے گا اور کچھ لمحے
اور اس شگون کے اثرات ختم کرنے کے بعد از سر نو اپنا سفر جاری رکھے گا۔

ور کو اسکے کئے کی سزا ملتی ہے

۱ اگر اس علاقہ کو کالا پانی کے طور پر مجرموں کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے تو ۲ روں کا یہ دیس جرائم کا گڑھ ہونا چاہئے تھا، لیکن یہاں کے لوگ چوری کو ایک بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں اور اکثر لوگ اس عقیدے پر سختی سے کاربند ہیں کہ چور کا گھر کبھی آباد نہیں ہوتا اور چور کو چوری رنے کے فوراً بعد اپنے کئے کی سزا مل جاتی ہے یعنی اس کے مال مویشی یا کوئی عزیز مر جاتا ہے یا اُسے ی اور مالی و جانی نقصان پہنچتا ہے۔ یہ رجحان شاید اس وجہ سے بھی ان میں پیدا ہوا کہ کائنات کے پہلے سان "بابا آدم" کو گندم کے ایک دانہ کی چوری پر جنت بدر کیا گیا، اس کے علاوہ یہاں کے لوگوں پر ور میں ایرانیوں، محمود غزنوی، راجہ ٹوپچی، تیمور اور چنگیز خان وغیرہ نے ہر قسم کے مظالم ڈھائے اور ہیں زبردستی اپنا مطیع کر کے اخلاقی جرائم سے باز رہنے کا گُر سکھایا۔ جس کے نتیجے میں اب یہاں ے لوگوں کے مال مویشی کھلے پھرتے ہیں اور بسا اوقات یہ جانور کئی سال تک گم ہو جانے کے بعد بھی پنے مالکوں کو مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام زمیندار اپنے کھلیان اور گندم اپنی زمین ہی میں رُم یا خُرم) دفن کر کے سندھ چلے جاتے ہیں اور کسی کی مجال نہیں، جو ان کو ہاتھ لگائے۔

سُورج گرہن کے اثرات

یہاں یہ بھی روایت ہے کہ جب کوئی بلا انسانوں پر نازل ہوتی ہے تو سورج از راہِ ہمدردی س بلا کو روکے رکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے، اسی طرح سُورج گرہن کے قت سفر کرنا بھی انتہائی منحوس سمجھا جاتا ہے اور اس دوران میں سفر کا ارادہ تک نہیں کیا جاتا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سُورج گرہن کے دوران اگر کوئی حاملہ عورت اپنے جسم کے کسی بھی حصے ہاتھ سے کھینچ لے یا آنکھیں ٹیڑھی ترچھی کرے یا ہاتھ پاؤں کو ٹیڑھا رکھے تو اولاد کے پیدا ہونے ن حرکات کے اثرات نومولود پر ظاہر ہوں گے۔ مجھے ایک شخص دکھایا گیا، جس کا ایک کان اس کے وسرے کان سے کچھ بڑا معلوم ہوتا تھا، اور اس کے بارے میں بتایا گیا کہ جب یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو اس وقت سُورج گرہن ہوا تھا اور اس کی ماں نے آزمانے کے لئے اپنے کان کو کھینچا تھا، نتیجۃً س کا اثر اس بچے کے کان پر پڑا اور اس کا یہ کان اس کے دوسرے کان سے بڑا ہو گیا۔

لومڑی یا سانپ

لومڑی کو چونکہ تمام قومیں دھوکہ باز اور چالباز سمجھتی ہیں اور سانپ کو بنی آدم کا ہمارا دشمن اور شیطان قرار دیا گیا ہے' اس لئے اگر کسی راہگیر کے سامنے بائیں جانب سے کوئی لومڑی یا سانپ گزر جائے یا اس کے پاؤں کے تازہ نشان راستے کو (بائیں سے دائیں) کاٹ کرتے نظر آئیں تو وہ شخص سہم جائے گا اور ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھائے گا' وہ اس منحوس شگون کے پیش نظر وہیں سے الٹے پاؤں واپس گھر آئے گا یا کچھ لمحے وہاں قیام کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص قصداً اپنا سفر جاری رکھے تو وہ اس دن دھوکہ کھائے گا۔

اس کے برعکس اگر دائیں جانب سے لومڑی یا سانپ گزرتا نظر آئے یا ان کے پاؤں کے تازہ نشان ہوں تو اس طرح اس سفر کو مبارک اور نیک خیال کیا جاتا ہے۔

مرغ کی اذان

مرغی اگر مغرب کی نماز کے وقت اور مرغا جب بھی اذان دے تو ان کی اس اذان کو بہت برا سمجھا جاتا ہے اور وہ متوقع آفت سے بچنے کے لئے اور اس نحوست کو دور کرنے کی غرض سے اس جانور کو بلا تاخیر ذبح کرتے ہیں اور گھر والے مل کر آسمانی آفتوں سے نجات کی دعائیں مانگتے ہیں اور کچھ نذر و نیاز اور منت مانتے ہیں۔

بارش اور طوفان کی پیشین گوئی

کیڑے مکوڑے، چوہے اور چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا شکار کھیلنے والا پرندہ "گیانڈ" اگر کسی جگہ بیٹھ کر "شنک شنک" کا گیت گائے یا اگر رات کے وقت بھیڑ بکریاں اپنے کانوں کو زور زور سے ہلا ہلا کر "ٹپ ٹپ" کی آواز پیدا کردیں، تو اس نغمہ اور موسیقی کو بارش کی پیشگوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اگر "چوڑولی یا جنگ ریف" (ایک چھوٹا پرندہ) اچھل کود کر کلا بازیاں کھائے اور پھر مسلسل سیٹی بجائے تو اس کی ان حرکات اور خطرے کے الارم سے تند و تیز ہوا اور طوفان چلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اگر کسی عورت نے پگڑی باندھلی تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سال قحط سالی ہوگی اور کہیں

بھی بارش نہیں ہوگی۔

ایک کنگھی دو بھائی استعمال نہیں کرتے

یہاں سینہ بہ سینہ یہ روایت بھی چلی آرہی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں کسی کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے لیکن وہ قدرتی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوئے تھے اور ان کا گوشت پوست ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ گیا تھا' اس لئے انہیں کوئی بھی طاقت علیحدہ نہیں کر سکی لیکن جب یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کو سنایا گیا تو انہوں نے اس جڑواں جسم کے دونوں سروں کو ایک کنگھی سے چیر دیا' جس سے یہ عجیب و غریب جسم دو بچوں میں تقسیم ہوگیا۔ اسی روایت کے پیشِ نظر یہاں کے لوگوں میں ابھی تک یہی واہمہ چلا آرہا ہے کہ اگر دو بھائی یا دو دوست ایک ہی کنگھی کو استعمال کریں تو ان میں جدائی پیدا ہوگی' چنانچہ یہاں کے بعض لوگ ایسی حرکت سے گریز کرتے ہیں۔

اور اسی طرح اگر چپلیاں نکالتے وقت وہ ایک دوسرے کے اوپر پڑ جائیں تو سمجھا جائے گا کہ کوئی لڑائی ہونے والی ہے۔

کُتے کی مخصوص آواز

کُتے بھی شاید علمِ نجوم سے واقف ہوتے ہیں کہ اپنے مالک پر کسی ناگہانی آفت یا مصیبت یا اس کے مرنے کی اطلاع روحانی طور پاتے ہی رات کو ایک ہی جگہ بیٹھ کر "ہُو" کی ایک لمبی آواز سے اپنے مالک کو جھنجوڑ کر آگاہ کرتے ہیں' لہٰذا رات کے وقت کُتے کی مخصوص آواز "ہُو" کو انتہائی منحوس خیال کرتے ہوئے ایسی آواز نکالنے والے کُتے کو موقع پر ہی مار دیا جاتا ہے۔

اُلّو کی نحوست

اُلّو جس کا مسکن اکثر ویران اور سنسان مقامات پر ہوتا ہے' جیسے کہ:

بوم نوبت می زند بر گنبدِ افراسیاب

اور اگر یہ کسی آباد شہر یا کسی گھر کی دیوار پر بیٹھ کر اپنا گُن گائے تو اس کی اس حرکت کو اس گاؤں یا اس گھر والوں کے لئے ایک نئی آفت سے دوچار ہونا تعبیر کرتے ہیں اور اس نحوست کو دور کرنے کے لئے اپنے پیروں کے نام مَنّت مانتے ہیں اور اُلّو کے خاتمہ کی سعی کرتے ہیں۔

رات کو آئینہ میں اپنی صورت نہیں دیکھی جاتی

چاہے کوئی کتنا ہی بدصورت کیوں نہ ہو مگر اس کو اپنی قدرتی شکل و صورت ہی بھلی لگتی ہے اور وہ اپنی اس فطری خوبصورتی کا از حد خیال رکھتا ہے۔ اس لئے یہاں کے بعض لوگ رات کو اپنی صورت شیشہ میں دیکھنا ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رات کو (خصوصاً چھوٹے بچوں کے) شیشہ دیکھنے سے بقول کسے کہیں خود کی نظر نہ لگے۔ اس کی خوبصورتی میں فرق آ جائے گا اور اس کے چہرے پر پرچھائیاں نکل آتی ہیں۔ اس کے علاوہ بالوں کی خوبصورتی اور انہیں قائم و دائم رکھنے کے پیش نظر رات کو بالوں میں بھی کنگھی نہیں کی جاتی۔

کوّے کی آواز

جب کوئی کوّا کسی کے گھر کی چار دیواری یا مکان پر بیٹھ کر آواز دے تو اس گھر کے مکین پکار اٹھتے ہیں۔ "تمہارے منہ میں گلاب" "خوشخبری لاؤ" "خوش خبری لاؤ" یعنی کوّے کی آواز کو نیک شگون خیال کیا جاتا ہے۔ اگر مالک خانہ باہر کہیں سفر پر گیا ہے تو یہ کوّا یہی خوش خبری سنا رہا ہے کہ وہ آج بخیریت گھر پہنچ رہا ہے۔ اگر اہل خانہ سے کوئی بھی شخص باہر نہیں ہے تو پھر یہ کسی خاص عزیز کی آمد کی خوش خبری ہے۔ ایسی خوشخبری سنانے والے کوّے کو گوشت کھلا دیا جاتا ہے۔

گھر کی برکت کی حفاظت

گھر میں منہ سے سیٹی بجانا۔ ناخن کاٹنا اور شام کو جھاڑو لگانا بہت بدشگون خیال کیا جاتا ہے اور ان تینوں میں سے کسی ایک کا بھی عمل گھر کی برکت کو ختم کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان تینوں امور کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

مہمان کی پیشینگوئی

گھر میں روٹی پکاتے وقت پیڑے سے آٹے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جدا ہو کر دور گرے یا روٹی کھاتے وقت منہ سے لقمہ گر جائے تو یہ گمان کیا جاتا ہے کہ آج اس گھر میں کوئی مہمان آنے والا ہے۔ گھر میں اگر کوئی مرغی دھوپ میں لیٹ کر بیماروں کی طرح دھوپ سینکے تو بھی سمجھا جاتا ہے کہ کوئی عزیز

ترین دوست آنے والا ہے۔ اس کے علاوہ گھر میں اگر کتا کروٹیں لے یا انگڑائی لے تو وہ بھی
کے آنے کی پیشینگوئی ہے۔

بھوکے مہمان کی شناخت

توے پر روٹی پکائی جارہی ہو اور ان میں سے کوئی روٹی پھول جائے یعنی توے پر ہی اس ... ابھار پیدا ہو تو جلد جلد روٹیاں تیار کر کے مہمان کو کھلایا جاتا ہے، کیونکہ روٹی کے ابھرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں بیٹھا ہوا مہمان یقیناً بھوکا ہے۔

سفر کی پیشینگوئیاں

کسی شخص کا گھر میں بیٹھے بیٹھے، یا چلتے چلتے شلوار کا پائنچہ اچانک الٹا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ اسے کہیں سفر پر جانا ہوگا اور اگر جوتیاں نکالتے وقت وہ ایک دوسرے کے نیچے لائین میں پڑی رہیں تو بھی سفر کا گمان کیا جاتا ہے۔ نیز اگر گھر کی گھوڑی بیتابی کا اظہار کر کے پاؤں زمین پر مارتی رہے تو بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ مالک کہیں سفر پر جانے والا ہے اس کے برعکس اگر بیل آوازیں نکالے اور لاتیں مارے تو اس حرکت کو کسی ناگہانی آفت کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے

نشانہ چوک جاتا ہے

یہاں کے اکثر لوگ شکار کے بہت شوقین ہوتے ہیں، اس لئے وہ اپنی بندوق سنبھال کر رکھتے ہیں اور اس کو کبھی زمین پر نہیں رکھتے، کیونکہ زمین پر رکھے جانے سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شخص اس کے اوپر سے نہ گزر جائے اور اگر کوئی شخص بندوق کے اوپر سے گذر جاتا ہے تو اس بندوق کا نشانہ چوک جاتا ہے۔

ہچکی کی کرامت

جب کسی کو ہچکی آئے تو کہتے ہیں کہ اسے اس کے کسی دوست نے یاد کیا ہے اور اس دوست کا نام معلوم کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے دوستوں کے نام گنوائے جاتے ہیں، اور جس کا نام لینے پر ہچکی بند ہو جائے تو باور کیا جاتا ہے کہ اسی نے یاد کیا ہے۔

آگ کی آواز

اگر لوگ آگ پر بیٹھے ہوں اور آگ سے اس کی گیس کی وجہ سے مختلف آوازیں نکلیں تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس گھر کے دشمنوں سے کوئی ان کی غیبت کر رہا ہے۔

تین کی نحوست

یہاں کے لوگ "تین" کو انتہائی منحوس خیال کرتے ہیں، اس لئے اگر کسی کی متواتر تین لڑکیاں پیدا ہوں اور چوتھا لڑکا پیدا ہو، یا تین لڑکے پیدا ہونے کے بعد چوتھی اولاد لڑکی ہو تو یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ چوتھی اولاد مر جائے گی کیونکہ اس سے قبل کی ہم جنس اولاد کی تعداد "تین" ہے اسی طرح سہ شنبہ (منگل) کے روز سفر کرنے کو بھی مفید نہیں سمجھا جاتا۔

عمر کا جام لبریز ہونا

زندگی ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس دنیا میں لمبی عمر پائے چاہے وہ اس جہاں میں کتنا ہی ذلیل و خوار کیوں نہ ہو، مگر اس کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ کچھ دن اور زندہ رہے، اس لئے وہ اپنی چائے یا پینے کی پیالی اور جام کو بھرا ہوا پسند نہیں کرتے اگر کوئی غلطی سے کسی کی پیالی بھر دے تو اگلا چلا اُٹھے گا کہ: "تمہاری مجھ سے کیا دشمنی ہے کہ تم نے میرے جام کو لبریز کر دیا۔"

چادر اوڑھ کر بیٹھنا

جب کسی کو زیادہ صدمہ پہنچا ہو تو وہ اپنے آپ کو کسی چادر میں لپیٹ کر سسکیاں لیتا ہے اس لئے خوش و خرم انسان کا چادر اوڑھ کر بیٹھنا پسند نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس طرح بلا وجہ مغموم ہو کر بیٹھ جانا کسی حادثہ کو للکارنے کے مترادف ہے۔

ظہر یا عصر کو نہ سونا

یہاں یہ ایک عام روایت ہے۔ ظہر کے وقت سونے سے انسان کی روزی کم ہو جاتی ہے اور عصر کے وقت استراحت کرنے سے درازیٔ عمر میں فرق آتا ہے اور ایسا شخص جو ان اوقات میں آرام کرے گا۔"

ہے کہ رزق اور عمر میں کوتاہی ہوگی۔

پگڑی کی گانٹھ

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی پگڑی جھاڑ رہا تھا کہ اتنے میں اس کی پگڑی میں گانٹھ آگئی اور اس نے اپنی پگڑی کو اسی طرح گانٹھ سمیت رکھ دیا اور کہنے لگا کہ آج اسے کچھ پیسے مل جائیں گے۔ اور جب تک پیسہ نہ ملے وہ یہ گانٹھ نہیں کھولیگا۔

چودھویں کا چاند

چھوٹے اور ننھے منھے بچوں کو چودھویں کے چاند سے چھپا دیا جاتا ہے، کیونکہ اس طرح چاند کو دیکھنے سے بچہ پریشان ہوگا اور اس کے بیمار پڑنے کا اندیشہ ہے۔

نظرِ بد

توہم پرستی کی ایک شاخ نظرِ بد ہے، نظرِ بد کا توہماتی تصور بہت پرانا ہے۔ حتیٰ کہ اہلِ بابل کے مخطوطوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے کہ انہیں بھی یہاں کے لوگوں کی طرح یہ وسوسہ ستاتا تھا کہ نظرِ بد جس ترغیب انگیز چیز پر پڑتی ہے اسے موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔

کسی چیز کو نظرِ بد سے بچانے کا عالمگیر نسخہ یہ ہے کہ اس چیز میں کوئی داغ سا لگا دیا جاتا ہے تاکہ آدمی کی توجہ اس کی خوبصورتی اور دلکشی سے ہٹ جائے، مثلاً یہاں کے توہم پرست، بچے کی ناک پر سیاہ نشان لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس شخص کو نظرِ بد لگنے کا اندیشہ ہو تو اس کے پاؤں کے نشانات پر (زمین میں) لکڑی کی کھونٹی ٹھونک دی جاتی ہے یا پھر اس کے پاؤں کے نشانات کی مٹی جلا دی جاتی ہے اور اس طرح پھر اس شخص کی نظرِ بد غیر مؤثر ہو کر رہ جاتی ہے۔

قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر باقی ماندہ کثیر التعداد توہمات کی تفصیل سے احتراز کرتے ہوئے انہیں ذیل میں مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

ہونٹ کا پھڑکنا	،	کسی عزیز کی آمد اور اس سے خوش گپی کی علامت ہے۔
دائیں آنکھ کا پھڑکنا	،	بارش کا پیش خیمہ۔
بائیں آنکھ کا پھڑکنا	،	غمگین خبر سننا۔

دائیں ہتھیلی میں خارش ،	دولت کا ہاتھ آنا ۔
بائیں ہتھیلی میں خارش ،	دولت کا ضیاع ۔
دائیں پاؤں کے تلوے کا پھڑکنا ،	مہمان کی آمد ۔
بائیں پاؤں کے تلوے کا پھڑکنا ،	خود سفر پر جانا ۔
گلے کی خوراک کی نالی کی آواز ،	پردیس کا پانی پینا ، سفر پر جانا ۔
چاندنی کے گرد زیادہ روشنی "ہالہ" ،	بارش کا امکان ۔
طلوعِ آفتاب سے قبل افق پر فضا سرخ ہو ،	جنگ کی علامت ۔

قدیم شعراء

اگرچہ عہدِ قدیم میں جہالت کے سبب عوام الناس شاعری سے راغب نہیں تھے، لیکن اہلِ ثروت اپنے تعیش، ذہنی سکون اور تفریحِ طبع کے لئے منظوم رزمیہ یا عشقیہ داستانیں سماعت کر کے محظوظ ہوتے تھے؛ چنانچہ وہ اس قسم کے لوگوں کی قدر کرتے تھے جو انھیں پریشانی یا مسرت کے لمحات میں کوئی تاریخی، واقعاتی یا رزمیہ نظم یا شعر سناتے۔

خاران کے سرداروں کے ہاں بھی ہمیں اس قسم کے شاعر ملتے ہیں، جو اُن کے درباروں کی زینت بنتے آتے ہیں۔ شاعر چونکہ اپنے ماحول میں دانشمند اور موقع شناس ہوتا ہے؛ اس لئے امیر صاحبان ان سے جرگہ کے فیصلوں کے بارے میں مشورہ بھی لیا کرتے تھے، خاران کے ایسے قدیم شاعروں کے متعلق فیصلوں کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے، خاران کے ایسے قدیم شاعروں کے متعلق مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں:

جلاب

جلاب کا تعلق سرستانی قبیلہ سے تھا، اور اس نے سردار آزاد خان کے دور سے لیکر سردار نوروز خان کے وقت تک اہلِ خاران کو اپنی شاعری کے ذریعے محظوظ کیا۔

خدابخش

سرستانی قبیلے کا دوسرا شاعر خدابخش ہے جس کے شعر اب تک زبان زدِ عام ہیں۔

رحیم خان

رحیم خان' دریائے بُدو پر آباد ایجباڑی طائفہ سے متعلق ہے. اس کی شاعری سے متاثر ہوکر سردار نوروز خان نے اسے اپنی ذاتی فوج میں حوالدار کا عہدہ دیا تھا.

پیر محمد

پیر محمد ساسولی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور علاقہ حرماگے میں مال مویشیوں کے چرانے کا کام کرتا تھا. شعروشاعری کے سبب اسے سردار کی محفل میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا

سید یاسین

سید یاسین اپنے کرامات کی بنا پر خاران میں انتہائی عزت و شرف کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے. میر آزاد خان کے دور کا یہ شاعر زیادہ تر دعائیہ نظمیں کہتے تھے. جو سردار اور عوام کو بہت پسند ہوتی تھیں' آج بھی لوگ اس کے مزار پر دُعا مانگنے حاضری دیا کرتے ہیں.

عبدالرحمٰن

عبدالرحمٰن واشک کے بلازئی طائفہ سے تعلق رکھتا ہے' اس کی شاعری زیادہ تر عشقیہ ہے.

ملّا اللہ داد

ملّا اللہ داد کو زیادہ تر واقعاتی اور تاریخی شاعری سے رغبت تھی' اس لئے اس نے اپنا تخلص بھی وطن دوستی کے پیش نظر خارانی رکھا تھا' لیکن چند ناگزیر حالات کی وجہ سے وہ خاران سے ہجرت کر گئے اور خیرباد کہہ کر مکران کے پنجگور میں جا بسے.

محمد کریم

اس کی اولاد میں خاران کا موجودہ عوامی شاعر محمد نصیر کبدانی قابل ذکر ہیں۔ محمد کریم کبدانی ۱۳۶۶ھ میں وفات پا گئے۔

محرم

محرم بھی سرمستانی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، وہ سر خاران کا رہنے والا تھا۔ اس کی شاعری محض دیہی عوام تک محدود تھی، اس لئے اسے سرداروں کے دربار میں نہیں پایا گیا۔

یار محمد ہالہ زئی

یار محمد ہالہ زئی قبیلہ کا دوسرا شاعر ہے، جس نے محراب خان شہید اور لبدین کے واقعات کو نظم کیا ہے۔

تیمور

تیمور مستیا زئی طائفہ سے تعلق رکھتا تھا، اس کی رزمیہ شاعری میں پردل خان کا ایرانی حاکموں سے جنگ کی داستان بہت مقبول ہے۔

ان کے علاوہ ایک نامعلوم ٹمپکی اور نیض محمد ہالہ زئی کے لڑکے کا نام بھی قدیم شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے، جو ناراض ہو کر پنجگور چلے گئے تھے۔ لیکن ان کی نظمیں کسی کو ازبر نہیں۔

محمد نصیر کبدانی

شنجو
|
صاحب خان
|
میر قنبر
|
میر محمود
|
میر عالی
|
میر شہباز خان
|
مقصود
|
داود خان
|
میر حاجی خان
|
نائب محمد کریم
|
محمد نصیر ۔ محمد شفیع
|
تاج محمد ۔ محمد مراد ۔ محمد ہاشم ۔ محمد کریم

محمد نصیر ۱۳۳۳ھ میں دریائے ہلمند (خاران) پر واقع ایک چھوٹی سی بستی ہُڈ کبدانی کے دیہات میں نائب محمد کریم کبدانی کے گھر میں پیدا ہوئے جب آپ ۶ سال کے ہوئے تو والدین نے آپ کو ملا منی خدائیداد کے زیرِ تدریس اسلامی تعلیمات دینی شروع کیں قاعدہ بغدادی کو پڑھنے سے ہی آپ کے اساتذہ کو آپ کی لیاقت پر رشک ہونے لگا اور یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نامور ہوگا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیلے گی۔ محمد نصیر نے بھی اپنے استاد اور والدین کی توقعات پر پورا اترنے کیلئے دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا اور ایک قلیل عرصے میں قرآن شریف کو روانی کے ساتھ پڑھنے کے علاوہ فارسی کی کتابیں بھی پڑھنے لگے؛ چنانچہ ایک مختصری مدت میں آپ نے تحفۃ نصائح، گلستان، بوستان، بہار دانش جیسی ادبی کتابیں با ترجمہ پڑھ لیں اور اس دوران آپ خط و کتابت بھی سیکھ گئے ملا محمد نصیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ میں یعنی جب آپ چودہ سال کے ہوئے تھے تو خاران میں ٹڈی دل ہم گیر نقصانات کی مہم چلا رہا تھا، اس سانحے سے متاثر ہو کر آپ نے ٹڈی کے نقصانات اور اس کے اثرات کو "مڈگ" کے زیرِ عنوان بلوچی میں نظم کیا۔ یہ نظم جو آج لوک گیتوں کی طرح ہر خاص و عام کی زبان پر جاری ہے، نہ صرف بہت مقبول ہوئی بلکہ اس نظم نے ملا محمد نصیر

وشاعر خاران اور نصیر کمبرانی بنادیا اور اب آپکو معاشرے میں ایک خاص مقام ہے -

نواب امیر حبیب اللہ خان نوشیروانی والئی خاران نے آپکو ریاست میں منشی رکھا جس کو آپ کافی عرصہ تک باحسن طور پر سرانجام دیتے رہے۔

نصیر کمبرانی کہتے ہیں کہ ان کے دادا میر یار محمد صاحب بھی بوقت ضرورت شعر گوئی کرتے تھے اور اسی طرح والد ماجد میر محمد کریم صاحب بھی کبھی کبھی یہ شوق پورا کرتے تھے، جبکہ شہید میر محمد یعقوب خان کی شہادت کا واقعہ بھی نائب محمد کریم صاحب نے منظوم کیا تھا۔

آپ نے آج تک تقریباً ۰ نظم اور غزلیں لکھی ہیں جن میں حسب ذیل شاعر کے اپنے دل پسند شعر ہیں۔

۱۔ مدگ ۲۔ زلزلہ ۳۔ موت

۴۔ عقل و عشق و جنگ ۵۔ پیرین مرد ءُ نائین جنین۔

۶۔ درنائین مرد و پیرین جنین۔

نصیر کے تمام شعر رزمیہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس کی حیاتی میں خاران میں کوئی تاریخی جنگ نہیں ہوئی ہے۔ اس نے بھی کوئی رزمیہ نظم نہیں لکھی ہے۔

ایک موقع پر گل خان نصیر (ملک الشعراء) نے اپنے ایک منظوم پیغام میں (گلبانگ) میں نصیر خارانی کو بلوچ قوم کو بیدار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا تھا کہ:

من نصیر اشتن شاعری نامے پروتا
عرض منی لشیں انت تو وتا نام کن جتا
پہ درا ئیں ملکاں دوست منی دو نشاں بی خطا

یعنی میں نے اپنا تخلص نصیر رکھا ہے؛ اس لئے آپ سے عرض ہے کہ آپ اپنا نام کوئی اور رکھ لیں تاکہ بیرونی علاقوں میں میرے دوستوں کو غلط فہمی نہ ہو۔

اس کے جواب میں خاران کے نصیر نے یہ پیغام بھیجا:

من اجب گوں تئی اشتیں عقل و زانگ ءَ — تو منا گوشتہ تو وتی نام ءَ کن جتا
ذاتی ایں نامے برکتہ نامدار بیت ءُ — تو کئے پیغام ءَ کتہ همبل باز خطا
نام تئی گل خان انت ءُ نصیر کرتہ آسری — تو دگر نامے شاعری بہ کن آخری
بل منی نام ءَ کہ ممکن گوں من ہم سری

ترجمہ: مجھے تعجب ہے کہ میرے اصل نام کو آپ نے اپنا تخلص رکھا ہے، اور پھر بھی مجھے کہتے ہیں کہ اپنا نام بدل دوں آپ کا اصل نام گل خان ہے اور خواہ مخواہ نصیر کو بھی شامل کر دیا ہے، مہربانی کر کے مجھے چھیڑ چھاڑ نہ کریں اور اپنے لئے کوئی اور تخلص رکھیں۔

آپ خاران کے قدیم شاعر جلاب اور اس کے جد خدا بخش سرمستانی کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جدید شاعروں میں میر گل خان نصیر، آدم حقانی، عطاء، قومی مراد آوارانی، عبدالحق پردمی اور مومن بزدار آپکے پسندیدہ شاعر ہیں۔

الیکشن ۱۹۷۰ء کے سلسلے میں آپ کی یہ نظم بہت مقبول ہوئی۔

محمد نصیر کبدانی

مولوی محمد قاسم عیسیٰ

ماسٹر عبدالصمد کبدانی

الیکشن نامہ

1970

محمد نصیر کبدانی

(۱)

گردوں انت گردی چو گواتا
رۓ لوٹکین اسپری آحتہ
دو نامردۓ گواتا فرقاتہ
ران دتی غیرت زر ترا دشتاتہ
رد پہ زرانی پدا تاحتہ
رد پہ زرۓ زور گاشات انت
رٹ پیشی دفتراں یات انت
ۓ جبر شرۓ گر بلوچ ذات انت
گر دنیاۓ خنزیدار انت
وس ۓ قیمت دہ لکھا زیات انت
نامرداں لوٹکین قصتۓ رندا
جعفر و صادق چوں کو گوں سندا
ہاراں ترا دشنام کو خداوندا
بے درو لیجان میل وتی سندا
مردانی منتا بزور زندا

حاکت و شام بو محشر ۓ خندا
اے ردیں تاریخ ات خدارۓ دوا
عرض منا بازگوں ربِ یزدان
سبزو آبادکن ات فاک فاران ۓ
صد ہزار شاباش جوانین مردانۓ
گوں حیا دلیج دا بمیان ۓ
دوڈے اش دات پہ منگ شانۓ
کامیاب کرت اش شیر علیخانۓ
شیر علی خان، فاک فاران ۓ
بے باکش کرت انت ئے زوروکانۓ
شہبازۓ عباس ۓ رگۓ گپت
نیم شپۓ ڈن و کوچگان تاحتہ
لیچ ۓ راہاران ۓ سجا گۓ تہ
شیر علی خان ترا ہمبلان زرتہ
نے کرتی تنہا بمی سرا کرتا
سوب ش ڈنی مرد انا زرتہ

الیکشن نامہ

(۴)

نا امیداںش جلگہ رفتہ
ھمبل دبیلان دفتران یات انت
ملک دقوم آئیت، حاکم داد انت
گوں ستم زیرا ملک شات انت
گوں تئی مرداں حالت برباد انت
روشنی ملک ءِ زندگیں قوم بیت
حاکم گوں دردء حستا گوں بیت
ملک گلستان گل گلاب بوبیت
حاران تہ پیشی دفتران دلستہ
پچوں بہا بوت انت پانزدہ دبیا
دیمائی سیاہ روگوما گیتا
جلگہیں حاران بازء وفادارء
خاص وعامانءُ یک نظر چارے
جوان تہ زانئے احتیاط دارے
پختگی گے دور مکنت تانی
تو بہ شہ حاران ءِ تصہ بوانی
زندگ د دراہ انت شاعر گبدانی
سرپدا انت پہ زنگا حاانی

حکیم مولوی محمد قاسم عاجزیؔ

مولوی محمد قاسم متخلص عاجزیؔ ۱۹۲۳ء میں دریائے بڈو کے کنارے واقع دیہہ کشمیر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم مولوی محمد عیلے مسکا نزل سندھ کے فارغ التحصیل عالم، حکیم، ادیب اور شاعر تھے، جس نے دیہہ پنڈرک زئی کے مقام پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ جہاں سے مولوی محمد قاسم نے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور بعد میں اس نے مدرسہ دارالعلوم یارو ڈیرہ سندھ سے سند فضیلت حاصل کی۔ اور سندھ ہی کے مدرسہ عربیہ سے چھٹی جماعت پاس کرنے کے بعد عاجزیؔ صاحب خاران آئے تو نواب خاران امیر حبیب اللہ خان نوشیروانی مرحوم نے آپ کو ۱۹۴۹ء میں اپنے لڑکوں کا اتالیق مقرر کیا۔ جبکہ اس دوران آپ قضاء اور افتاء کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے نواب صاحب کی ملازمت چھوڑ دی اور کوئٹہ کے مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ میں مدرس اور ناظم مقرر ہوئے ۱۹۵۱ء میں آپ نے خاران کے موضع کنری میں ایک پرائیویٹ اسکول قائم۔ جسے بعد میں سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۵۶ء تک خاران سکول میں فارسی پڑھانے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے ضلع خاران کے مساجد کے اماموں کی ایک انجمن تشکیل دی اور دیہات کے بچوں کو ابتدائی تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے کی غرض سے تمام مساجد ابتدائی قاعدے اور قرآن مجید مفت تقسیم کرنے کا انتظام کیا۔ ۱۹۶۰ء میں آپ کو خاران ہائی سکول میں ایس وی ٹیچر تعینات کیا گیا ۱۹۶۱ء میں آپ نے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں پنجاب سے ایف اے اور ۱۹۶۹ء میں کراچی سے بی اے کا امتحان پاس کیا جبکہ ۱۹۶۸ء میں ہومیو پیتھک یعنی حکمت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

شاعری آپکو ورثہ میں ملی ہے۔ اور مختلف زبانوں سے مرکب اشعار میں مہارت رکھتے
آپ کی تصنیفات میں گپ و کال۔ بلوچی ریڈر۔ پند نامہ خاران اور ارمغان خاران شامل ہیں۔

۳۔ غلام مصطفیٰ ہالہ زئی :۔ آپ کے والد کا نام میر علم خان ہے اور آپکی عمر تقریباً
سال اور جائے سکونت واشک ہے۔

۴۔ مراد بخش تابش :۔ آپ لدگشت ماشکیل کے باشندے ہیں اور تجارت پیشہ
عمر تقریباً پچاس سال

۵۔ عبدالصمد کبدانی :۔ آپ صوبیدار گوہر خان کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مقامی
مدرس ہیں۔ عمر تقریباً ۳۵ سال

۶۔ عبدالحکیم ڈنوئی :۔ آپ موضع تکاپ کے تکاپی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں اور
زمینداری ہے۔ عمر تقریباً چالیس سال

۷۔ نصیر شاہین :۔ آپ خاران کے موضع گزی کے غلزائی خاندان سے تعلق
ہیں۔ والد کا نام نائب نواب خان اور پیشہ ملازمت ہے
اور آج کل ریڈیو پاکستان کوئٹہ میں بلوچی پروگرام پروڈیو
ہیں۔ عمر تیس سال

۸۔ میر عبدالصمد حسین زئی :۔ آپ موضع ہرد کے حسین زئی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں
ملیشہ میں ملازمت کے بعد اب زمینداری کرتے ہیں۔ عمر تقر
۴۵ سال

۹۔ غلام محمد :۔ آپ کلی ٹبرد کے کبدانی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں اور
کے ملازم ہیں عمر تقریباً ۴۰ سال۔

۱۰۔ نائب محمد اسماعیل :۔ سیاہ پار قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور راس کوہ کے
کلگ شمالی میں رہائش پذیر ہیں۔ عمر تقریباً ساٹھ سال

۱۱۔ محمد بخش جلال زئی ۔ ۱۲۔ خواستی خان سکنہ شیر وزئی عمر چالیس سال

۱۳۔ فیاض حسین بخش ۔ بے بیمہ ۔ عمر تیس سال

۱۴۔ گل محمد خیال ۔ عمر ۳۵ سال ، سکنہ مہرو ۔

۱۵۔ کمال دین کبدانی حال شکے زنجو

۱۶۔ شرف الدین سیاہ پاد ۱۷

۱۷ محمد مراد ۔ سکنہ گزی

۱۸ مراد خان براہدار ۔ لیویز ملازم خان ، عمر ۴۰ سال

چیستان

پہیلی کو خاران کی تہذیب و تمدن میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ دماغی امتحان کے اس کھیل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے علاوہ بڑے بوڑھے، ان پڑھ اور پڑھے لکھے سب ایک ہی طرح حصہ لیتے ہیں۔ دیہات کے لوگ سردیوں میں جب کہ اس دوران راتیں بھی لمبی ہوتی ہیں، یا موسم بہار میں جب کہ عوام جزوی طور پہ بیکار، خوش اور خوشحال ہوتے ہیں، تو بچے، خواتین اور بڑے بوڑھے اپنے اپنے ہمعصروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ دو دو ٹولیاں بناتے ہیں اور ہر ایک اپنی سمجھ اور پسند کی پہیلی کہتا ہے۔ ایک ٹولی پہیلی کہتا ہے اور دوسری اسکو بوجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر بوجھنے والی ٹولی پہیلی کو نہ بوجھ سکے تو اسے پہیلی کہنے والی ٹولی کو ایک ملک دینا پڑے گا۔ مثلاً اگر پہلی ٹولی یہ پہیلی کہے :

چیستاں چہ چیزے بہ جنگل ءَ انت
ذور بہ چمن پشت بہ آبریشم ءَ انت"

اور دوسری ٹولی کے افراد پہیلی کو نہ بوجھ سکیں تو اس ٹولی کا لیڈر پہیلی کہنے والی ٹولی کو ایک ملک (مثلاً رخشان) دے کر کہتا ہے۔

بروں رخشان ءِ کوہ و جبل تئی بہ بنت"

پھر پہلی ٹولی کا لیڈر کہتا ہے۔

"بہار رخشان تہ ءِ اِتِ کنین، بل کنین کوکڑ و حل کنین
آ ہنجگت پھل کنین، جوانیتاں وت درین،
خرابیناں دور دئین — سیاہیں سنگ ءُ

سوچیں سہ سوچیں ؟

دوسری ٹول جواباً کہتی ہے : یہ سوچے"

پھر وہ شخص کہتا ہے " منی چیستان ءَ معنا مرکو نہ انت ؟

ویسے تو عام طور پر ان پہیلیوں کو " چاچا " یا چاچڑ" کہتے ہیں۔ براہوئی میں " چا " کے معنی ہیں " بوجھو " چاچا اس کی تکرار ہے ۔ چاچا یا چاچڑ کے علاوہ انہیں بجارت اور چیستان بھی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں نے بلوچی پہیلیوں کو ان کے ترتیب اور کہنے والے افراد کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ انہیں پڑھیں اور یہاں کی تہذیب و تمدن، سماجی زندگی، عقل و فہم اور ذوق شوق سے روشناسی حاصل کریں۔

<u>چاچا</u> اس حصہ میں وہ چھوٹی پہیلیاں شامل ہیں، جنہیں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے بچے پسند کرتے ہیں۔ اور ان میں اکثر پہیلیاں ان بچوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں، مثلاً

۱۔ کپ آہو، بانگ ءَ حر	پگٹ
۲۔ سہر گدی نشتہ، زرد گدی چاپ جنت	آپج
۳۔ حلق لڈیت مغل ءِ پدا نت	سگرد
۴۔ سہر پیا گشی تنگ ءَ دپیت	زوان
۵۔ سیاہیں گشی پچل ءَ بترِیت	لوڑ
۶۔ حلق لڈیت نیلیں بزے بستہ	پکھر وت
۷۔ گرشوان پتنو مرداں دوست	کلدار
۸۔ غلیل اَت ءُ جنگ ءَ سوارانت	قرآن و ریل
۹۔ سے لے داریت یکے جھل کنت	تاگب

۱۰۔ کوہ ءِ گپشت ءَ شیپ و شاپ انت　　　　جوئیل

چیستان اشعار کی صورت میں ترتیب دی گئی پہیلیوں کو چیستان کا نام دیا گیا ہے،
یہ زیادہ تر شوخ، چنچل اور حاضر جواب نوجوانوں کے پسندیدہ ہیں، ملاحظہ ہوں

۱۔ نے اشترے نے اسپ و گوک ، بالا نشینیں وش گشوک
در رو شاپ جنگیں مست ءُ رک ، پہنا دءَ واری در ہپوک　　　　ریل

۲۔ آسِتش شہ رلبے، دیستش بلا ہے
چار شاہیں مارے ، گردن شہاے　　　　لنگار

۳۔ چیزے دیستن بنزارنگ ، بر زمیں خیمہ ءُ بوتہ درنگ
آواز خوش مثل چنگ　　　　توتی

۴۔ یک دست و دو پادیں روباہ ، دم دراج ات پوچو با
شیری ایں نارہ گوران انت ، سیاہیں جنگلاں بران انت　　　　استرگ

۵۔ جوگی نشتہ مارشل انت ، کپتہ و پنچ صد تل انت
جوگی انگت جاہل انت، ہر کرا الشرام زانت
شہ آئی دانا حران انت

جولائیک

بجارت یہ قدرے مشکل مگر پرمعنی ہیں۔ ان کے کہنے والے دنیا مافیہا سے آزاد
سال خوردہ بزرگ ہیں۔ جو اپنی آخری عمر گذارنے کے لیے ان بجارتوں کا سہارا
لیتے ہیں

۱۔ بیست و چار سیاہ انت سیاہ پوش
گرں رت ءُ بوت انت گوش کموش

عقل ءَ درکن گپ ءِ پہ دَش — توکل

۲۔ شست مرگ انت ، سبی سیاہ وسی اسپیت انت

اسپیتیں اش بال وسیاہیں اش حرام انت — رمضان ءِ شپ و روچ

۳۔ دیستین یک زنے بے سیاہیں

استار پہ ی رنگ و ماہیں

چوں شخص من نہا اردواح انت

حاکِ شہ ورتی مزناں کیت

ہرکس پہ دپارے روت — عبادت

۴۔ سیتاں سیل ءِ گوازانت

پُشت ءَ بر کنئے کافرے — رمضان

۵۔ آ ردوچ کہ دُشت وودش بیت

من پیالہاں سرپوش بیت

شاہ وگدا ءِ نزشا بیت — علم

نادر شاہ ءِ جنگ

شُکرِ ماراں گوں خالق ءِ کاراں

پُردلُ خان دشیرین سرداراں

بندتا لعلین حد کرمان ءَ

بعد ایں دوست ءُ پنج ہزار نازین

بے نکاہُ کپت انت اش ہمے راہا

کابل و غزنی راکنین دیران

خلوت کپت پردل ءِ گوشان

پار تیں سال سَت گرُدگ ایں بگان

آختہ بنجگور ءِ تل ایں کوہان

میر تغییان[1] گوں لوچ و مجنگا ہان

جہلی روچ ءَ بر ایران ءِ بیارت

بیستی روچ ءُ طہران بڑتہ

تہ جلد جردے پردل گزری

بربو چیاتہ سرے زرتہ

چاردہ خان انت اچ توفادی

جی بلاگردان شاہِ شاہانی

پردتی ننگ و ناموس ءِ نام ءُ

قبض داتہ ملکُ برجاہی ۔

بچ دبراسان ءِ بخت کم بوتہ

تیمور غَہ ءَ کرتہ خدمتے شیرین

پردل ءِ لاش اچ ایران بارت

اش غما چوک سیرد ءَ بار

سر پڑا برمیناب ءِ محلات

بنداتنت ترکانی جنگ

یک ہزار بندی آرتہ

بدبختہ ایمان ءِ نزین

خلوت تڑتہ سیر روچ

نے دگر شوہت پردل ءِ گو

جمتہ خان گوں کل ایں بادشا

سال گوں میاں صاحب ءِ

دگشت پردل ءَ نگہ دارت

نادری پریشانی سردار

نادری پریشانی سراں دات

جلد جردے کد چہ لفت

دوازدہ سرداراں اچ توسر

پرتی گوشاءِ کن انت ش

ہر چیزاں کرتہ پردتی نام

زہم بخشاتہ دتو پکے

پردل ءِ تو ءِ کنن

من اصفہان ءَ وعدہ دی

سیتان زی اہل دنادر

اہل نوشیروانی من دلہ

[1] ایران ءِ پادشاہ

[2] سیتان ملک

کٹگ

غلام مصطفیٰ جمالدینی

گشیں حمد و ستائش پہ خداوند کبار — پہ محمد مصطفےٰ آل رسول نامدار
ابوبکر عمر و عثمان و حیدر چار یار — ہر سحرگاہ کنیم زاری خدا را بے شمار
ایر ستم خدایا نے دگر امید دار — تو غفور ہست و رحیم سائلان کن رستگار
تا پیدا کیتن آ کل عالم بے قدر — گل زمین ارض و سماء آ لوح و کرسی و حجر
بارو آستارنت و دیگر شمس و قمر — طیر و وحشی انتظارنت آ ملایک و بشر
سفند خیل و بیغال گوک و گادشی و شتر — صید در دشت صحرا و گورید فیل و خر
گ ات مہتار و گرگ شیر و پلنگ انت جانور — تورگ و صنوبر روباہ درندمین بے قدر
قدرت نمانت بادشاہ بے نفس — پشہ و منگر خدا پیدا کتہ کک و مگس
او اسہوار خدا خلق کرتہ پیدا بے قدر — محکمین چیزے مرا یاد آوری ہست انت دگر
سلونک خارین جدک آ پرسلاحین سینکر — شپ چرو کڈک آ خطرناکیں کفاش و گودر
ش گورج و جنجوت و آمار گز دم پرخطر — مور و ماہی و ملخ کل انتظارنت مرلبر
ن قبیلہ ہر یکے را حکم کنت آ ناموَر — آزمانۂ کل جہان بر باد گرد در بدر
کارین دلا من گوشدار اے ہوشیار — صدقین گشتہ یقین باور بدار پر ہوش و سار
کراز چینگ آ نی گفت گوبی یادگار — ظاہرا دلستین پہ چاپان کرتہ ذاتے کردگار
یرں سال خدایا آبادی کرتہ بسیار — سبز کرتی آ درخت روئے زمین بوت گلزار
کرت مخلوق خدا یا رحم کتہ ذات ستار — اش دتی فیل بدیا ئی نہ اتنت شوم خاکسار
داوند کریا سانتہ ذات قہار — حکم فرمانِ الٰہی آمدگ آ حت بے شمار

گیتنگہ روئے زمینا شمس و فلک بوتنت غبار
میر پور و سکھر تمامی شدہ تا کچھی ءِ کنار
کل سکران و سراوان حدایان اشتہار
قابل غزنی چمن بوجت تئی تن قندھار
نوکرانت آں لائیزان ءِ حکم ربا انتظار
زنگ کرتہ پہ زمینا ساتتہ آں پروردگار
بربلا غنارست کل گزو تاگزان سوار
نئے جبل ڈن وڈگار منتہ زمینا گدھار
گوشُ سرگردان تا اٹیک زمنتہ جھالوار
خوارو حیران آکسانا پیش کشاکرتش کنار
پوشتہ روئے زمینا واشنگ ءَ داتہ پہ تار
رافلیں تیر اکتیں جملہ مشین گن ءِ قطار
مثلِ الماس ءُ بریدہ آدرخت و پیش ددار
بس ءُ عبرت پذیر. لوٹن خداوند ءِ قہار
آقدر صاحب بدن ذات زور و قوت ءِ پچار
تن سرحاران و پدگ راس کوہ زنتہ شپ دگر
حکم رب العالمین رت کل کوہان گشتہ گنگ
کار رب العالمین انت آخدائے پرہنر
شان رب العالمین بیل کن خداوند جہان
در جہنم لرزہ آمد کار کنت شاہِ جہان
آسبب سازین خدااِت زورِ دتی کرتا اظہار

کرتِ گردش القوان خالی نہ منت ملک و دیار
کوٹ و مستونگ و خراسان حد پنجگور آشکار
رود ما شکیل تاگرم سیل تئی نام و توار
کنتہ پہ کشتا القوان گشتہ تمامی برقرار
گیشر حارانی زمین ءُ گیتگے جاہ و ددار
پنچ ودہ روچے پہ گوستن آکنگ بو پیدار
دشت و صحرا پوشہ روتے زمینا کوہسار
تن سرحاران و حریعِ ناڈر زمنتہ خالی ڈگار
زیان کرتیں آگیا گزو تاگزو بہار
لوٹ اشارتش خداوندِ کریم کردگار
ساوڑئی نود شلوکان کرٹت پا ورشپ دلوار
ھرطرف گردا بیا واشنگ شرد ھزا لوت غبار
نوردین کیچی نکنت اچ بدلیلا آمسگار
یک عجب سہدار خدا پیدا کنتہ پروردگار
کلین حاران گشت من ہر قدر کرتن نظر
نے پیاز منتہ زمینا نے دگر نخل و شجر
خورد و نوش ءِ جبرو دات ادم لوٹار دنگ
ہر کجا ظلم و ستم کاران کنت در بدر
گزو تاگزو درختان تیرھر باد خزان
چوکہ نمرود لعین انت پشتہ اکرت زبانا
چوکہ چند سال انت نہ لیت بشت حاران کرتگار

بادشاه هست قدیمی بے بنیاد دین قدرت دار   حاکمی پہ تہ حوالہ انت نیست کسے راگون بیگار

"کُن" ءِ لفظا کنئے یکدم جہانا خوار و گار   نیکہ شاہ چون دچرا کنت انت امیر فا مدار

مختصر تو گالان بکن اے مصطفیٰ ءِ خاکسار   چریت دنیا گر طرزانہ انت دارا القرار

ما ہمیم استغفر اللہ را بگوئیم بے شمار   شاہد انت قرآن ربی در جہنم یادگار

آں کہ خود فرمودہ لاتقنطو رایات دار   سیزدہ صد و بیست و دہ سنہ گذشتہ در شمار

فانی ئیں دنیانہ منتہ سر بسر بے اعتبار   در بقا واللہ عالم یا بماند پنج و چار

چار چیزءِ ستا

(مُلا اللہ داد خارانی)

گُش ایں شیرے بلوچی پہ زبان
چار چیزءِ صفت شرانت بیانا

جنک دِش رنگ و سورت بے امانا
کُمیت گوازی گرین راہا چمانا

سگار من نقرہ ایں پوشش دمیانا
بلا جل ایں تُپنگ دست ءِ کمانا

جنک ءِ دُردہار و کمنل د پور
کمیت ءِ ہلہ و گون دور گوزیں دور

سگار پہ لشکرو پوجا سلانت
تُپنگ پہ دشمن ایں مردان بلانت

جنک ءِ جیگ ءِ تائیت گوں جوکا
کمیت شاہی ہت ایں بتنگ بہ نوکا

سگار شرانت پہ مرد ءِ شان شوکا
تپنگ دیدہ بان گوں نذر و توکا (طوق)

پری رنگ ای جنک ءِ چار دہ ات سال
قلم گوش ایں کمیت ءِ گردن دڈن

دو پنجاہ انت سگار ءِ قیمت و سال
حقیقت انت تپنگ ءِ گونگین گال

کمان میان ایں جنک ءِ چیرہ وبند
عقاب بال ایں کمیت ءِ منزل وبند

سگار ءِ ظاہر انت آزمودگ ایں رند
تپنگ ءِ ہکلا نامرد بی ترند

جنک شہر ءِ درخشندہ گروگ انت
کمیت باز ایں ہوا رانی سروگ انت

سگار من بزیں گروہان شروک انت
تپنگ لاری بدانی گیں گروک انت

جنک نودی شلان انت دیم پہ سیادا
عقاب بال ایں کمیت تیزانت چو بادا

سگار وں بشیں تزانت اچ خویش و سیادا
تپنگ و ہکل و گرزنگ چو رعدا

کمیت لال ایں مرجن پادان پدو پیش
جنگ راخدا اچ تو کنگ گمیش

پرہ رنگ ایں جنک ءِ قیمت بازانت
تپنگ واسپ زرمشت جبازنت

جنگ حرءِ ناوڑ

شاعر جلاب / رحیم دل ساسولی وڈکئی

یارب تو ہست ءِ دانا سیلان کنن چہ رنگ

تیران صدی ءِ دنیا ہر چی پہ آپ ءِ ونگ

کمّی تاشال مستونگ بہ گپتہ گنت فرنگ

بنجگوری چپ دراستا نیا مچ بوتہ گنت پڑنگ

حال کرتہ میر عالم خانءَ آزاد خان مڑدورا

ہکہ آن دتی نگہ دار، معلوم کت من ترا

سیستانءُ دزد چوران سنت کرت یک برا

گون انت پلان لعل خان کانیت پہ دہگورا

بون پہ بالق دبنجگور، سوگ جبنت ترا

کو چہ کش کرتہ تاراج موردتا ڈھورسرا

حال ناگما دلیتن رحمان چاکرا

رحمان پلان ءِ گشتہ مچ بوتگنت سرا

بیائے جبل د براساں

سردار نوئے جاڑی بہ ہکوان نہ رو

ہفت لشتگین دنیاءِ کرونگ ءُ برءِ

درابی ملوکین روشن گوں ڈوچیان گورء

میر روشنءُ بدرخشان دا ڈاھیان حول

سیستان ءِ رندءَ چوران بزتہ شمے گنجءُ مال
رخصت گپت شزیرا گُڈّو خان زرزندال

سوار بوت زُرگین زردا کیہرءِ بے گردزبال
تعنت بیں دیماں سان ءَ لشکرءِ حوال

یاگی زیان کلان قول کرت کیہ برا
میر روشن دادین چودہ مرءِ کلپرا

شلاش مرا بلازت بوھیرءِ حملان
ناخن پہ جنگا زبت سنگوں لشکرا

فقیر محمد میر رحمت ذم جنگ انت اش سرا
پیرک ءِ بچ کلیان رکی ءِ دلبرا

آخت انت ایجوا زی محمد رضائش گوں
نیموں پہ سانگ بندی زرت لشکرے پرّوں

سیتان پہ رودزمری گوں انت مال دخون
یک صد گجین مرد نیست اش پیلءُ لول

داد کریم و شیرخان آخت انت گوں سمرا
سے چپ دماستا آخت انت صد کنگراشت

ہرچہ بگند ءِ ڈیکا گارش کنت بُت ءِ
ناڈا صرءِ گاتنگ بوت گنت در چار

نکورادیم اش داڈی بر چونڈی بہلہ
ملا روشنین منشیں شب بُگنت ہتار

مردو گرانڈو و خیرات دیاتہ دیا

یات بدسنی ورحمان گوبا بہ بنئے مدت

ہست انت نئی آل والوا دیھانی بیہمن
داب انت غنی ءِ لشکر پہ شادہ گلے

نیتان ددیمی گرندکت استات کپ جلے
گوریگج دشوم کشانی وراہ جست گرنت پتے

جست انت مہانی ریکارش کرت ڈ ملے
ہرکہ پہلوانے ادھر نیمگا محلے،

دادمحمد و فتح خان شگل کرے برے
ہرچند کردنتا شیف مس ہچ خت نونتے

سالازئی آنی سرجاگرم سیل کرت ملے
بگل جنگ نوجاں کپت انت سرمچک

پیرک ءِ بچ کلیان چرنیت ودات ڈک
مند پہ جنگا زینت کلیان نہ گرتہ چک

گل محمد ءِ سماق بیڑ بڑتہ دار پہ دار
پہ دشمن آنی ہتا پادا آخت آہ دزار

موجب ہان یات انت میر دادوا مزار
ہست عومراڈ گا رزئی دا پہلوان نار

جنگا مدام گون انت پہکل د تو ار
زہم ءِ نشانی پچے انت ندیں نغنڈ دار

بس حمیدا شاعرگالانی دقی بدار
یک لیٹرءِ پرکش پہ سشہر وزدا بار

مرثیہ

نواب آمیر حبیب اللہ خان والی خاران

حمد بے حد مر خدا را ہر صباح شام و سحر — وصف صلوٰت و درود بر سید خیر البشر
سرور سرتاج پیران غوث الاعظم داور — بات بیت گو سدا ایں دنیا بے ذاتی بیری حجر
ظلم بے دادی کنت گردوں گردان باز سر — تنگ دپ ایں گنتاں حسینی شاہ میران معتبر
رازات پنہاں ات مگر ظاہر بنت ناگہاں — کس بمی اکین ہو گوش تی الا ہیچ حیران
پیچ تاب داران گمنزات گردن ء خوانین سرق — اندہا تے تی شکم سیرا نبی ناکر زمان
شہریار تاجداران کنت پہ قسم قسما زیان — باز پہ تند بانپہ ونگ باز پہ تیر خالی نشان
گدا ہچے وصفان کن ایں یاد شہریار نوجوان — دست باری آں حبیبی جو فنہ ہر دان حکمران
نسل کاوس کبادت ثانی ء خسرو کیان — حاتمی نمیں سخاوت عدل داد نوشیروان
خوبیا گوں خوبیا بیک زات ء آپ و نان — سارق بد کار دزبرن امن آنت اش زوال
تابع ات فاران تمامی شاہ زرات بہمنی — دشمن ات انت آدرچ نوبت سند ال تخت
نوج و پلٹن شہریار ء راج و رعیت بے غمی — زور و چھیا بیل مست ہر دم زنی کمانہ
عام و خاص جاہ قرارات چپ چاپات امنی — نے حسد بغض کینہ مدعی با مدعی
مجلس دیوان دربار گوں امیران دائمی — چپ راست ایستا وند خاص دار اردلی
گردواند چوب داران حکم فرمان ء سمی — فاسق، غماز زانی قید جیلان آہنی
رزنت انت . معاش رانی سپاہ تمی — صف صفا جنگی نظام ات ہول ویش انت عقبی
اردل و شاہی رسالہ نیزہ سوارات خاصگی — تگمت انت باجہ دکن ناپشت ان دہ قابلی
خاران بہ شادو کلات فخر شہ زیدا منی — سرسلامت و قرار ات شاد و شیر مجیم این

مئے ہمدرد انت نی کالگت کنت دشمنی
خان سردار تابع دار انت تو بیادا امامنی
ملاتی زندا من نہ الیین ڈیڈہ بالو تہ آن تنی
توپ بندوق جنازہ کار زار انت گو ہی
نوکران خاصیں لبشارت سنجابوت انت ڈُردلی
کوچکان ہاری ملان انت بزشکارِ شادتی
تو بئے درخت قلات گیرست بخاران قدرتی
سیرات انت کل بلوچ اش میوہ ہائے شیرنی
وارگشت کوکوڑو بیدانی وارتگ ءِ شیرین فزار
سمجا کارین حکیمان آخشک انت اچ ہردیار
یونانی طبی حکیمان ہیچ ات انت آزمودہ کار
تنگ انت شیر ءِ کنارا داتش دربان واریوار
عاجز انت چارکنڈ ءِ دانا نیست ہرگارا وار
شاہِ بغداد سلامارفت عمرا شیرءِ یا
روچ پر روچ تاثیر مرض ءِ زرتہ پرشلو ملال
سیزدہ صد ہفتاد ہجری سنہ ہورت دچار
رخصت کو راست ءِ ملکان آختنت اچ ہرچما
از سماء آمد سدائے روح را قابلغی بیار
شیر ءِ جندا دنت کلمہ لا الہ گفت سربار
در حویلی شور ءِ غوغا مونسانی زار زار
دیدگان اشکان ریچنت خونءِ ان انت جوبا

چا نگرا انگریز ءِ ایلچی ڈک اش گون آتنت آقا صدری
خسرو پرویز ءِ جواب من نزدین ملکا وتی
دش شادات شیر ءِ بخاران گرتے شاہ ایں حاکمی
بتگ انت شاہ ایں محمدا بود تہذین عربی
پنج صد سوار ءِ ہمرکاب ات گون آتنت مہران خاصگی
نخچیرے گورے شکار رت خدمتنایاں بجان جی
شاخے من ایران ءِ مہندارشتہ دارت کابلی
گوشتگ انت باری ممی بچے زنگ ءِ بر سنیا شادی
بو قضائے آسمانی بوتہ ناجوڑ شہر یار
کوئٹہ و سندھ و کراچی ڈاکٹرش لاہور بیار
نبض شناس امریکہ ءِ دہلی ءِ طبیباں ہوشار
ہر قدر نوشی دوایاں نیست نو ابارا قرار
کل حکیم زانت مرض ءِ بوتگ اچو لنگ وسلر
اُرد کوئٹہ ءِ مقاما پر علا جا زر وال
شنبہ پنج شنبہات نحس ءِ مریخ عقربِ اوار
پیالۂ لبریزات شرابانی لززدہ بیت بود شمار
عزرائیل زرین از قفس بیرون کتہ موتا شکار
مرغِ زرین از قفس بیرون کتہ موتا شکار
دار فانی بے بقا ایں رفت من دار القرار
بچ بیلی خویشیں دوستاں جامہ جانا پارہ پارہ
جسم جان شیر ءِ بیلساں ایر آتنت چو سونے گلا

نقرہ ایں کھٹ ءِ سرات جو نگیہ در تلا — جن انس فر یادکناں انت شیرغاران ءِ ما
فرشتگان افسوس وران انت در فلک نیم سما — بلوپا ایں لاری جیبان زرت شیراراشپا

آورت اش غاران ملاقی باپچان بو مزار — جنت الماؤ مقام تی مغفرت اذ کردگار
یا الٰہی بہر احمد قبرے باشد پرز نور — صد ہزار افسوس کنت سردار ءِ سنجایں گور
صد ہزار افسوس کنت توپ وخروش آوازیں تفنگ — صد ہزار افسوس کنت سردار شیشو تنگ
صد ہزار افسوس کنت سردار ءِ خوابگاہ پلنگ — صد ہزار افسوس کنت بعد از قلات گیراو جنگ
نوبتان دو رگیھانی مرد تیغ زن کس ندی — کذا چ آنی تیغ شمشیر بر قلات ءِ وادوید
من نشان ءِ یاد دارم شست دو عمرش رسید — نیک دعا دائم بحق ستہر یار محمد نصیر

سیّد یاسین

نوروز خان کہ کلکت شُت
شہ ماہ خاران بے سرداربوت

برکت "یکیں الف" دراہ آبی میر نوروز خان
برکت اے برکت برنت تماسی جُملم کلام !
برکت "ت" آتہار مہ بی تئی ہر دو جہان
برکت اے "ہ" حساب بے آ صحابانی مجلس
برکت "ج" جنگ بیت تماں مین آلکوان
برکت "ح" حیادار بے چوپس و پیرگ
برکت "خ" خیالت بڑز بہ بیت گوں حاکمان
برکت "د" دلاور بے چو رستم پہلوان
[illegible]ت "ذ" ذران بے نام گوں سکیں عنبران
برکت
برکت "ز" زیادہ بہ بیت عمر تئی دو جہان
برکت "س" سلامت بے میر نوروز خان
برکت "ش" شفاعت رسیت کلام
برکت "ص" صوابکھ پیرگوں آ پیغمبران
برکت "ض" دعاگو تئی سید یاسین مدام
برکت "ط" طباق بیت تئی گوں ہمہ ران

لہ جہاں محبوب یئے   لہ ظاہر بیئے

برکت ظاءِ ظاہرین پیرین جنت تئی حورین بدان
برکت ع امیرالمومنین گوں بل ھمران

برکت غ غنی بئے چوکہ حضرت عثمان رضہ
برکت ف فال خالی راست بیت تاز مین وآسمان

برکت ک کلیم اللہ بہ بندی تئی منیجان
برکت ق رب ملک تئی لشکرانت

برکت ل لعنین کافرانی زہر مار
برکت م محمد لشت شانت پلوا

برکت ن منجاین حبل گین مرسلان
برکت و اولیاء وانبیا بیت ہم خیال

برکت ی یاالٰہی دراہ بیت میر نوروز خان
نوروز گوں ھر اسال مزن بیت پنواب ساگہ

دعائے مار استجاب کن یا کریمین لامکان
دادنی بورین بہان لوٹین شہ ھلبان

ہر ساعت زیں بیت بیت انت پہ زورین لامکان
سوار بین گوڈین گوں عالمان

حق المبین بادشاہ، قدرت تئی انت برمنا
اے ماہ روچ گرڈنت پہ برماہ

شپ روچ گوزنت سی روچ پہ ماہ
اے دوازدہ ماہ سال بنیت

عمر حساب وداد بیت
صد سال اگر زنگ ببیت

شیری آبے واک بیت — تحقیق یک رو چے مرت
فرض و نماز یاد بیت — دا رود ہشن اِت زیات بیت
ہرکہ رسول ءِ ہمراہ بیت — جنت ہمائی جاہ بیت
شیطان لعین ئے گواہ بیت — ارمان پہ نوروز جان نواب
تختہ پہ نشتین برقرار — صد لکھے بخشاتے پہ ثواب
پُرشتہ تئی نام د توار — کوٹ ءِ اجنٹا لوٹتہ
سردار پہ شال کوٹہ شتہ — انگریز ءِ جلسہ ئے مچیتہ
سیل کن نصیب د قسمتا — حوران پہ زرّتین جنتا
سوش ءِ ملکان قیمتا — حد بیروں تمو جتہ
جان نردشں برترت پدا — تحت ءِ سرا زرّ تہ سرا
اڈ نکرت یکین شپا — باندا خدا رو چے پکنت
دت کرتہ گوزڈک ءِ دپا — ریزانت حولی ءِ چپال
کیش ترتئی ماس و گہار — ارمان پہ نوروز جان نواب
سردار ولین ایرشتہ — کوچک تا شہرار مبتہ
لوٹت امیر جان نزا — یاقوت و درین دا انگا
حضرت و یاسین وا انگا — سہدار جاندار بے انت
امروز چوکا روانا گوزیت — ذُوالبندان اتہ شیشہ ریز
دوستی پہ نوروز جان بریز — کوہک تا دشتا منگلی
انگریز پہ وتا ملکا پلیت — منگلے، گدر گھنٹہ ءِ قلات
نوشکے ملار باط — کوٹ انگریزا را جواب

تیری تا مستونگ حد شال — جت مصطفیٰ ءِ ملک و مال ء
وارثات انت لوا بسال پہ سال — ملک انگریز ا را نہ دات
شکرست خداوند ءِ درا — محمد رسول پیغمبر ا
ہر چار ملک گوں سرورا — پشت و پناہ جیب جان ترا
تاج بادشاہی ءِ سرا — سہر ءِ ھمیل بہ تئی گورا
حق ءِ غزا گوں کافرا — حالت بروت تالسرا
من بادشاہی ءِ جہا۔ ۔

شہید محراب خان

— یار محمد سالدزئی —

یا الہیٰ ایں سبب ساز تو پہ چا چوش کنئے — جنگ انت فوج بادشاہ ایں آتطر ءِ گونڈیں دوچار
آدم ساہدار کلان عاقبت کوشش کنئے — زھم گوں آتش علی سستنت یکجا چار و چار
زھم جن و شاہی تبان "ز گم دگار کنئے — ہر جاہ انت خان صاحبا سیان ءِ پہا ہانی سگار
باز سیمرغ کپو تان یکجا ہئی ہیار کنئے — خان شہید بوت انت ہماروچ جنڈرت انت کوہ و ڈگار
بس کن او شاعر تہ مدا تو وتی داگان ءِ چلہ — لبان ءِ ڈک دا وتی نوں کیتہ من لا دیں مزار
ملکوان و دا ہال گوں بوت شت بہ باگیں تند ءِ — ہر کس ءِ کرمنتہ مرگ ءِ تہ تاریک ایں جیل
اش پد ا برگشت آحمت احمق ایں شوم ایں فرنگ — ہر کسے کہ پشیا جتہ ءِ جنگا کرتہ ھیل
دیئے منا باگیں قلات تو برہ پہ آب و ننگ — پیالہ آتش پرانت شرا بانی دم بدم نوش کنئے
مشک کانگا شنک و کلیٹر واردات کئے ز کیف و جنگ — پیادگ ایں ہاسیلا نان ناگاہ سوار کنئے
زھم جن ایں وذ ناشاو بنت آ سنگار شام بیت شار — چادش تئی و نقیبان نیک و نامدار کنئے

بادشاہانٔ ناگو ما ناگم وگدار کنئے
زورتگ ء فوج ء سپاہے گونتہ لکھ دراً
قندھاری تختا گپت وشر پہ مردی وقرار
من گوں سئے خانِ احمدزئی کنین دمواجنگ
گوشتے محراب خان سنبھالیں کں او شوم این فرنگ
یک دےگوں تو مڑین پر تو پک و توپ وادنگ

تو پک وتوپ جزاراں کرتہ صلات و توار
اش کپنت ہاگیں قلاتا ہچ نزاتا نذشیں و دار
کپتہ من فوجءُ ہزاری زخم جن ایں مانی تبار
کرتہ شا غاسیٔ ہما روچ برہے سوب وشکار

کپتہ گنت درنادنا پہ زہم سوختانت شل بڈی و تیل

دل ایکیم ء جنگ

---

(۱)

یا خداوند بادشاہ ایں نورین جہان
یا رسول اللہ ہردو دنیاء زیب و شانے
یا کلام اللہ برالفتح بوتے عیان
سرگپتت سردار پہ روتی گرانیں مقصدان
پلنے زور بیت دھول و ترمچی گوں پشتنان
سرگپتہ سردار گودتی گرانیں سوگوان
یک شپے داشتک نشتہ دلیت دفتران
گاجیان قیدنت آ فتح ملا حمرہ انت
ہردوکین قیدانت پہ بلوچ خان ء مطلبان
یک شپ من داشتک نشتہ وشتا من جمبل ترا

گشتہ سردارا گوں امیرانٔ نوکرانے
بیا رون پنجگور کنن غزائے گوں کافران
دور خیال کرت انت سردار نورعزگوں برادران
بیا کنن منت دیم دئین اما کا غذان
او دا بہ پنجگور بہ ما انگریز صاحبان
ز خدمت آں سیل کن گاجیانٔ رخصت بہ
نون بلاشک گشتہ ابیا انگریز صاحبءُ
گاجیان رخصت تے پہ سردار ء خاطر
ترمچیٔ ترم کو کوچ کو سردار ء خاطرءُ
گوشتہ شہ رود آ حتہ ماشکیل ء دہ گورا

پہ تجاپ نشتہ آخت قلعت شہ شہزادگا
کاغذ دپا چکے آختگ انت سرطیپ پہ سلام
بازدگر گنج ایں مال ودنیا انت تئی سلام
مئے کمکے سردار تہ دت بیا ءُ زر زوال
سردار سر گپتہ بہ بام پُشت ءُ شتہ
آشپ ءُ سرطیپ ءُ ہمود غیغا چے جتہ
بادشاہ ایران بوت من سرطیپ ءُ غصتی
یا زدہ ماہ گوستہ جنگ تئی دستا نہ بی
یا مرگ سرطیپ بہ تئی یا عبد اللٰہی
سرطیپ ءُ گوشتہ کار حقیقت مرگ انت منی
سردار نوروز خان آتکگ منی آرزو ءِ دل جمی
نوں سردار ءُ دیم داتہ دتی نوں آ کاغذی
عبداللہ ایرکپ تئی سلاح ءُ من دت کن ایں
یک جواب دات عبداللہ پہ نا شتہ چری
مئے دتی جنگ انت گوہ دل ایکیم ءُ کئے گی
بازے خیرات کرت سردار نوروز خان کم تمی
کپتگیں بچے شہ ہچانیک بجت نہ بی

یک ہزار جوٹ گون ات گوں سردار ءُ ہمی
مہر کرت داتے آمیا ہان ءُ پلٹنی
زرمچی گز ابیک ءُ پلنگ گون انت اردلی
نانک رحیم خان گوں ات یک بُرے پلٹنی
اسحوالدار مو طلے تمام رخشانی ستی
آپہ سالار یا غاصی گون ات یک رہی
زرمچی ءُ ترم کو سنگرش گپتنت آ دلے
مطلب اش بو تنت عبداللہ ءُ شتہ نبی گری
سرطیپ ءُ سردار ءُ بچھی غیغا چے جتہ
یک ہزارکی ایں سنج درزیانی بخشتہ
سرطیپ ءُ ہمو ئے گوما پرشان بخشتہ
نوں کوچ کو سردار واپس زود جہہ
گزی پہ دیست ات گوں ملک ءِ ملاان ہول کرت
گزی تمایات انت ایران ءُ بگالی برگ
گزی تمایات انت میر عظیم ءُ اسپانی جنگ
تو ہیشی سردارے انتے گوں کلاتاں گوا گران

(مُحب ظفرا ہانی ؒ)

حمل

(واقع راغے بیرنٹ)

آختگ انت پیگام گرں رگداریگا
بانک و مسک وھلاں یگا
دیر کوامئے ہیرتیں حمل گرں نیگان
دستے گرں براسی جیڑہ گٹ انت
لے شرو دیوانان امیر یگیں
یک دگر دوستے من گوراگست دین
اش من دسبرانی نفے سندین
لوٹت ان بورے سرمداچگی
امیران بورمئے لاگروڑش انت
پادرے شرتاس ایں توروان داتیں
بورچگان انت میان گوک شان انت
آحت اُن تہ سیبی ڈاڈر دشتا
رکس کومئے تور دبار گیں بورا
گی نگاما پرزک زورین نیشا
من نفل شانگ واپہ زنگ ایں چا
پلمنی وہماستہگ ایں جھنڈے
سہتگیں جھنڈو بنو کھنڈے
بنگو کھنڈ ورہ سگرئے

رہ سرہ مم وکوہ ؤ سنگے
شیرمنا گندی دم ومّا گریت
مُست وناں مردانی دلاسندی
شیرمنا چُشی ہنگ ایں مرڈے
یا جنزوان ؤ خام دب ایں نپچے
یا شپانک شوانے بزگل ؤ مرڈے
شام ؤ چاشتے صعب ؤ دل دڑسے
شیر ارا گرن ات پنچ سلاح شیرینی
چارات انت چانکل نیش مزن مایں
من نذان چوری تو منا گل ایں
بشت ونبہ گوگ بہ ہمید حمل ایں
شہرزارا پرسینگا جلت
انگت گوری ہلوا کاری
سور گمیں چل بُرن اڑائیتن
حمل وشیرن کُل مشرائیتن
دستان پر پولاتی تبرزینا
کارنہ انت پولات تبرزینء
دستان من شلین خنجرہ شرین

دست ان من شهزادی سکار بزاتی — چه شوی پاسب داد و جنگ ءَ

بیا من شیرزنی سکار بیزنی — داد و جنگ ءُ گزر و گوکپت

شنگ و تیارست خوام بانین — آپ پادشاه بیلا سر گوانزیت

بیم شپا بینگار دل جنکانی — آپ انداگر سلامی سر ءُ پشت

دست ءَ توریت ملا قیب سیاهین — من وتی شیرءُ تهران ءَ دیتن

وات شد شیرءُ سرکان دگرووان — گرن زبار دلیر دل چپ ءُ جنزا

شیر اراتی دات بشرنی ءَ ماما — تهر ووگیں دست بیت بی بلاه

برت اِنت بنگ شیر شکالانی — جت پبلا چینی کاکری دیا

بُنزر براسپ ءُ دکترنگ انی مدنجین — جتول بوسپ نبانی شیر بتالی

سیاه دشی پرسر زانکی جوسی تین — او تین وتال گول پیر لالی

شپ کمان انت بنگ ءُ نت ءُ — جک منی صدر ءُ گمان گش فتی

شپ کمان بیت جن گپ انق — ای شپی شرت زیر تران حسدات

رودانت ماه ءُ نگ گورنگ این گلان — تهل شیر ءُ جب جرالوه دات

آ حسنی ءَ گلان جو بیگیا — ناز کمی ناژانی گول این باز

لهبو البت این گهرءُ دادا — چنه ءُ دهتا شیر شکالانی

داب انت نے سیاه جنیپ این بوبا — کپٹ ءُ جبروش ڈرک دست مرفی

ریش این بوپ دو شیشم این گلی — پاکش دات دارا پاپ انت مالوی

دستاران تیر دات زمری بیکان — تهل و شپیداں مستاپانی

اشن منی دست و شیشی ناز بان — گنج ءُ نوکر ان درو من زیبات

ناز کمی نازانی گلیں باز — تیر وان ءُ تیر ءُ مفسد اکتش دات ۔

دست ان من دست نکان تائی تین ۔ — جنزان چه مستیں شرپ دشن ان

پادن گورءُ ریکان جزا ئین تن — اشن برپکان گرون دکشی انت

دے شپشے بی گوپت گرے زنان — سے مرن پادریک این جنی جودان

یکے بہ شال انت دی شیشال انت — دل منی ڈُزی ازرے کئیت
بیسمی بہ پنچ این ءُ بدرنگا انت — گیشتر پہ جبرگال ءُ شرین
جاڑمی من سیبی ءُ سری شنشا — اے کرو ڈکیت دل منی درش بیت
مارسئے بورش یک شپاگلات — آ عقبی پہ دوشیگا ایں پہ ور دا
ٹی دصلیخ ان یک دلا دوست انت — آخت ان منی خیر ءُ خر جاء صفا
گیش ترا دل دکمترا ہصلیخ — من رنی تیران یک پہ یکبیگا
دل پہا ہاز ءُ شپا بیگا — دیمں اشتہ جابوسے ککبیگا
ہصلیخ اُن دوست انت لڈگا بیگا — دست گرت ماں روح سیکیگا

نوروزخان وگاجیان جنگ

من سدام الحمد اللہ الذی یات کنین — کشتہ گش للندملو کا خون برنت منی آترا
سید الکونین ءِ نام ءَ من مناجات کنین — رچنگے دشت پر دما آشپ ءُ ادکت
رُست بودت بہ تخت خاران نوروزخان جوان نامدار — حال دیم دات گاجیان ءِ من تئی الکہ جتہ
زندہ بیرءِ دعائے گون انت ناکہ روز محشرءَ — کشتگ انت للندملو کا بہ منی دیما درءُ
تو چلو رسامان کن بیار سیاہ کاریں گر برءُ — لشکر ءُ فوج سرا الیت دیم بہ جونیان شتہ
سنج پرکت انتے ایراتی ڈال دسرخ ایں اندرا — اے شپءُ شپ گیرجناں بوا حونیاں داڈت خطا
پوج پچ کرت انت ہزاری ڈیم بہ بجگو ریک برا — الکہ دان ءُ شترگوازنت دنک ءُ اڈیکتہ
یک تپے نشست بروانتک سیل کرت دنترا — نوروزخان ءُ لشکرئیت سنگرے پشد سرا

گشت اِت نوروز خان سخی لشکر دلے آدرجت
چیک کرت گوری آ گشت بازشتہ گورا
ایجباڑی ہنرکاڑی است اَنت ہیشی دفترا
شاباش انت زخشانیاں جنگاں کرتنت دفتری
جنگ نوروز میثن کو غازیان آفرین
بخت نوروز جیونا درا بود شمی جستا انت آخری
گچینی گوں نوشیروانی نہ کرتہ ہنچیں کار
یا گشت سوبے مردیچیا بُنیت نوں تار پہ تار
گودلش گشت دصلاح کو بیا کنان تو بیاسوا

تیرش مان نہ کرتنت صباحی دار وآں کرتہ قرار
پشن دارتنت من ڈگارا ہیچ نہ کرت آدان شکار
میرحی آں وچیک جناں بستیم پہ پچگوری پاہن
پچیک اش دور داشتنت ہمیدا درسوتنت نے ساربان
گپتگنت ہیشی خیلے جن بدنیت دل گران
ملک و مالش کرتنت دست ہیچ مگندنت نجحو ناق
گشت غلام محمد گوں ہا ساں کشتو شیریں گا جیان
لاشہ لے شیریں ملوک شاہدیت اُرز ے منا

(حج مراہ یاٹ)

آئینہ خاران کی ترتیب و تالیف کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ اشاعت
۱-	تاریخ ایران جلد اوّل	میجر جنرل سر جان میلکم گورنر بمبئے	۱۸۷۶ء
۲-	تاریخ ایران جلد دوئم	میجر جنرل سر جان میلکم " "	۱۸۷۲ء
۲-	تزک تیموری		
۳-	ہمایوں نامہ	گلبدن بنت بابر بادشاہ ترجمہ رشید اختر	۱۹۶۶ء
۴	کرزن نامہ	شمس العلماء محمد ذکاءاللہ الٰہ آباد	۱۹۰۷ء
۵-	تاریخ بلوچستان جلد اول	میر گل خان نصیر	۱۹۵۲ء
۶-	" " جلد دوئم	" " "	۱۹۵۷ء
۷-	بلوچستان ون یونٹ سے پہلے	ملک صالح محمد لہڑی	۱۹۵۵ء
۸-	تاریخ بلوچستان	لالہ ہتورام	۱۹۰۷ء
۹-	تواریخ بلوچ	میر عالم راقب	۱۹۶۱ء
۱۰-	تاریخ بلوچستان	ملائی شیدائی	قلمی نسخہ
۱۱-	بلوچستان ماقبل تاریخ	ملک محمد سعید دہوار	۱۹۷۱ء
۱۲-	مکران گزیٹیئر	سی، ایف منچن	
۱۳-	خاران گزیٹیئر	سی، ایف منچن	
۱۴-	تذکرہ خاران	سید حبیب	
۱۵-	بولان نامہ	ورنا وانندہ گل - کوئٹہ	۱۹۶۷ء
۱۶-	تاجپوشی قلات	مولوی دین محمد - لاہور	۱۹۳۲ء
۱۷-	مسٹر جنرل ڈائر کی ڈائری		
۱۸-	اولس بلوچی (ماہنامہ)	حکومت پاکستان	۱۹۶۱ تا ۱۹۷۰ء
۱۹-	بلوچی دنیا ملتان (ماہنامہ)	میر عاکر خان بلوچ	تمام شمارے
۲۰	ریڈرز ڈائجسٹ		مئی ۱۹۶۳ء
۲۱	بلوچی ادب	سلیم خان گمی	

۲۲	خاران ڈسٹرکٹ سنسس رپورٹ ۱۹۶۱ء	وزارت امور داخلہ	۱۹۶۱ء
۲۳	تاریخ مذاہب	رشید احمد	۱۹۶۴ء
۲۴	تمدن عرب	محمد احسان الحق سلیمانی ایم اے	۱۹۵۳ء
۲۵	قرآن مجید پارہ		
۲۶	جغرافیہ خاران		
۲۷	اخبار کوہسار (کوئٹہ)	خاران نمبر	۱۹۶۸ء
۲۸	اخبار زمانہ (کوئٹہ)	بلوچستان نمبر	۱۹۶۳ء
۲۹	اخبار زمانہ کوئٹہ	خاران نمبر	۱۹۵۸ء
۳۰	ٹریولز ان بلوچستان	سر ہنری پوٹنگر	۱۸۱۵ء
۳۱	ٹریولز ان بلوچستان اینڈ افغانستان	چارلس میسن	۱۸۴۴ء
۳۲	ازمنہ بلوچ تاریخ اور روایات	میر خدا بخش بجارانی مری	۱۹۶۴ء
۳۳	بلوچستان ایڈمنسٹریشن رپورٹ		۱۹۱۷-۱۸ء
۳۴	سیارہ ڈائجسٹ	قرآن نمبر ۲	
۳۵	ثقافت اور ادب وادی بولان میں	بزم ثقافت کوئٹہ	۱۹۶۶ء
۳۶	فرشتہ بولان	حاجی عدیل	
۳۷	آئینہ بلوچ	پروفیسر انور رومان	
۳۸	ہسٹری آف بلوچ	محمد سردار خان بلوچ	۱۹۵۸ء
۳۹	لیس اینڈ بلوچستان		
۳۹	سرگزشت بلوچستان و مرزہائے آن	سپہبد امان اللہ جہانبانی طہران	۱۳۳۸ شمسی ہجری
۴۰	تاریخ خوانین بلوچ	میر احمد یار خان بلوچ	۱۹۷۰

ھماری وطے رھادء

کتابء نام	شبہ نویس	زبان	بہا
دی گریٹ بلوچ	میر محمد سردار خان	انگریزی	-/۵
بلنگ و بلوچ	،،	بلوچی	۳/۵۰
بلوچستان میں فارسی شاعری	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	اردو	-/۶
بلوچی اردو لغات	میر مٹھا خان صورت خان	اردو/بلوچی	-/۱۲
دربن	عطاشاد/عین سلام	بلوچی/اردو	-/۱۰
بلوچستان ما قبل تاریخ	ملک محمد سعید	اردو	-/۷
جوانسال (اول)	جوانسال بگٹی/عطاشاد	بلوچی	۳/۵۰
چکہا گنتار	مومن بزدار	بلوچی	۲/۷۵
گیدی قصہ (اول)	لانگ ورتھ ڈیمز	بلوچی	-/۳
بتل و گالوار	غوث بخش صابر	بلوچی	-/۱۰
گشین (ردانک)	صورت خان مری	بلوچی	۳/۵۰

بلوچی اکیڈمی کوئٹہ (بلوچستان)